

سچی کہانی

ماہنامہ
جولائی 2014ء

ڈاکٹر کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

قیمت 60 روپے

ماہنامہ سچی کہانی لاہور جلد نمبر 28 شمارہ نمبر 6

6	میری باتیں
8	خوفناک سائے
24	طویل عمر
34	حویلی کا آسیب
44	ہاں تم مر چکے ہو
50	پراسرار حویلی
60	چڑیل کا عاشق
66	پرانی کتاب
85	وفا
90	ملاپ نہ ہو سکا
94	عالم پیروں اور نجومیوں کا سنہرا جال
100	ایسے بھی ہیں مہربان
110	دل نہ توڑا نہ کار مست کرنا
114	چتر لیکھا
122	تاریک خوشیاں

ماہنامہ سچی کہانی لاہور جون 2014 قیمت = 60 روپے

130	غیار بیوی
138	دل دل
143	پیغامات
145	روحانی دنیا
156	پرائز بانڈ کی دنیا
160	بیوٹی کیئر
161	طب نبوی سے علاج
171	قلمی دوستی
177	ناقابل فراموش واقعات
183	شاہدہ کاوستر خوان
187	میری پسند
193	غزلیں نظمیں
203	گلستان
208	سچی کہانی کوئٹہ
129	عائشہ کے ٹوٹکے



فوجی جرنیلوں کا دور حکومت جمہوری حکومتوں سے بہتر تھا

نام نہاد جمہوری حکومتوں سے بہتر فوجی جرنیلوں کا دور حکومت تھا۔ ہماری فوج نے ملک و قوم کے لیے جو قربانیاں دیں..... ان کی مثال کسی جمہوری حکومت کے دور میں نہیں ملتی۔ نام نہاد عوامی نمائندوں نے جمہوری دور میں جی بھر کے قومی دولت کو لوٹا اور بیرون ممالک لے گئے۔ اگر آج یہ قومی دولت اپنے ملک میں واپس لے آئیں تو ملک خوشحال ہو جائے گا۔ مہنگائی بے روزگاری اور دہشت گردی ختم ہو جائے گی۔ دہشت گردوں کی اکثریت ان نوجوانوں کی ہے جو تعلیم یافتہ ہیں جن کو سرکاری اداروں میں ملازمت نہیں ملی تھی کیونکہ غریب نوجوانوں کے لیے سرکاری اداروں میں ملازمت کے لیے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ زندگی کی بگازی چلانے کے لیے ان نوجوانوں کے دلوں میں ملک و قوم کے لیے نفرت کا بیج بویا گیا اور یہ بوجہ مجبوری دہشت گرد بننے کے لیے مجبور ہو گئے۔ اس وقت ہر دہشت گرد کو کم از کم 25000 روپے ماہانہ ملتے ہیں اور ان کی بیک پر ملک دشمن طاقتوں کا ہاتھ ہے۔ یہ سب کچھ بے روزگاری کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ اگر نوجوانوں کو روزگار ملتا تو کبھی دہشت گرد نہ بنتے..... اور ملک میں امن و امان کا دور دورہ ہوتا۔

✍ ایم اے زاہد

دنیا کی بہترین خوفناک پراسرار و ہشت ناک
حیرت ناک وحشت ناک دل کو ہلا کر رو نگٹے
کھڑے کر دینے والی کہانیوں کا مجموعہ

”ماہنامہ سچی کہانی لاہور“

ماہنامہ سچی کہانی لاہور نے بہت جلد قارئین میں بے پناہ مقبولیت حاصل کر لی ہے۔ اب ملک بھر میں ”سچی کہانی“ قارئین کا پسندیدہ میگزین بن چکا ہے۔
سچی کہانی کا ہر شمارہ بہت مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی پروڈکشن عوام میں مقبولیت حاصل کرے تو اپنی مصنوعات کو شہرت کی بلندیوں پر لانے کے لیے آپ ”سچی کہانی“ میں اشتہار دیجئے۔

نرخ اشتہارات

15000 روپے	ایک صفحہ کلر اشتہار فل صفحہ
12000 روپے	ان سائڈ کلر اشتہار فل صفحہ
10000 روپے	ایک ان سائڈ کلر اشتہار فل صفحہ
4000 روپے	بلیک اینڈ وائٹ فل صفحہ
2000 روپے	بلیک اینڈ وائٹ آدھا صفحہ

❁ اگر آپ ”ماہنامہ سچی کہانی لاہور“ میں اپنے اشتہارات شائع کرانا چاہتے ہیں تو ”ماہنامہ سچی کہانی لاہور“ کے نام ڈرافٹ بنا کر ہمراہ اپنا اشتہار ہمیں ارسال کریں۔ اپنے اشتہارات ہر ماہ کی یکم تاریخ تک ارسال کریں۔

ایک سال کے لیے اشتہارات پر 20% فی صدر عایت دی جائے گی۔

✉ رابطہ۔ ماہنامہ ”سچی کہانی“ 29 حبیب بینک بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور



رابطہ نمبر 0314-4008530



خوفناک سائے

سیحہ..... مظہر الحق غلوی

اس کے بعد یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ میں نے میرٹھا جیسی دولت مند اور حسین عورت سے شادی کیوں کی؟ ایسی عورت سے جس کے دو شوہر سمندر میں ڈوب کر مرے تھے اور جو بد قسمتی سے تیرنا نہیں جانتے تھے؟ یہ صحیح ہے کہ جب میں نے میرٹھا سے شادی کی تو مجھے قطعی علم نہ تھا کہ یہ عورت اپنے دو شوہروں کی بھیانک موت کی ذمے دار ہے۔ یہ باتیں تو مجھے بعد میں معلوم ہوئیں اور وہ بھی اس وقت جب میرٹھا نے خود مزے لے لے کر مجھ سے ان کا ذکر کیا۔ غالباً اس لیے کہ میں اس عورت کا تیسرا شوہر بنا تھا اور وہ تیسرا آدمی بھی تھا۔ جسے میرٹھا موت کے منہ میں بھیجنے کا منصوبہ بنا چکی تھی۔ بات بہر حال وہیں آتی ہے کہ میں اس کی سحر انگیز شخصیت سے متاثر ہو چکا تھا۔ کوئی بھی مرد میرٹھا کی پراثر اور طاقتور شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا؟ لہذا جب اس نے مجھ سے شادی کی درخواست کی تو میں نے بے سوچے سمجھے یہ درخواست قبول کر لی۔ اس نے انہی دنوں مجھ سے کہا تھا:

”دیکھو! میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں اور تمہیں اقرار کرنا ہی ہو گا۔ بولو! کیا تم تیار ہو؟“

اور میں نے ایک کھپتی کی طرح اقرار میں گردن ہلا دی تھی۔ ہماری شادی ہوئے کئی مہینے بیت گئے۔ ابتدائی زمانے کی گرم جوشی اور چاہت دیکھتے دیکھتے ہوا ہو گئی۔ کئی کئی دن گزر جاتے، ہمارے مابین بات چیت تک نہ ہوتی۔ رفتہ رفتہ مجھے میرٹھا کی موجودگی سے خوف آنے لگا۔ ایک نامعلوم خوف اسے



پاکستانی کہانی، جلد 9، جون 2014ء

دیکھتے ہی میرے بدن کے رونیں رونیں میں سما جاتا۔ میری زبان کچھ کہنے سے قاصر ہوتی اور جسم کے اعضا اس کی موجودگی میں حرکت نہ کر سکتے حتیٰ کہ دماغ بھی اپنا کام کرنا چھوڑ دیتا۔ میرا خیال ہے وہ مجھ پر چٹانوں کی طرح گر رہی تھی جس سے میری قوت ارادی اس کی موجودگی میں بالکل سلب ہو کر رہ جاتی۔

آپ میرے کرب اور اذیت کا اندازہ شاید نہ کر پائیں جو ان دنوں میری روح میں جاری و ساری تھا۔ پھر تو یہ حالت ہونے لگی کہ میرٹھا کی غیر موجودگی میں بھی یونہی محسوس ہوتا جیسے وہ موجود ہے اور مجھے شعلہ بار آنکھوں سے گھور رہی ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ وہ میرے سامنے آن کر کھڑی ہو جاتی اور ہلکے ہلکے مسکراتی۔ ویسے ہی جیسے وکٹری لاش دیکھ کر مسکراتی تھی اور میرے بدن کے روتھنے کھڑے ہونے لگتے۔ وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتی اور یوں لگتا جیسے اس کی نظریں نہیں ہیں، سوئیاں ہیں جو میری آنکھوں کے راستے دل میں چھپی جا رہی ہیں۔

ایک روز دوپہر کو اس نے مجھے سمندر کے کنارے چلنے اور تفریح کرنے کی دعوت دی۔ یہ ایک غیر معمولی بات تھی کہ ہمیں سمندر پر تفریح کے لیے گئے ہوئے کئی مہینے گزر گئے تھے۔ میں ایک سحر زدہ کتے کی طرح اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ ایک ایسے مقام پر جہاں نہانے اور تفریح کرنے والے مرد و زن کی آمد و رفت زیادہ نہ تھی، ہم دونوں ریت پر بیٹھ گئے۔ میرٹھا نے ادھر ادھر کی باتیں شروع کیں اور میں ان کا مناسب جواب دیتا رہا۔ یک لخت اس نے اپنی نظریں میری آنکھوں پر جمادیں۔ اس وقت میرٹھا کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا چاقو تھا جس کا پھل دوانچ کا ہو گا، لیکن حد سے زیادہ تیز دھار والا۔ وہ ہر وقت یہ چاقو اپنے پاس رکھتی اور اس سے سیب کاٹ کاٹ کر کھایا کرتی تھی۔ کئی مرتبہ میں نے کہا کہ یہ چاقو ہر وقت ہاتھ میں رکھنا بے وقوفی ہے، لیکن اس نے ہمیشہ سنی ان سنی کر دی اور چاقو ہاتھ سے نہ رکھا۔ تنگ آکر میں نے کہنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ اب اس وقت بھی وہ چاقو کھلا ہوا اس

کے ہاتھ میں تھا جس سے تھوڑی دیر پہلے وہ سیب کاٹ کر کھا رہی تھی۔
 جونہی اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں، میں نے خود کو سکتے کے
 عالم میں گھرا ہوا پایا۔ کوشش کے باوجود میں پلک جھپکا سکا نہ گردن موڑ سکا اور پھر
 میرے دل میں ہزاروں اندیشوں اور دوسوسوں نے سر اٹھانا شروع کیا۔ مجھے یوں
 محسوس ہوا جیسے میرٹھا کے ہاتھ میں پکڑا ہوا وہ چھوٹا سا چاقو ایک بڑے فخر کی
 صورت اختیار کرتا جا رہا ہے اور فخر کی نوک آہستہ آہستہ میری آنکھوں کی طرف
 بڑھ رہی ہے۔ فخر کا پھل سورج کی تیز دھوپ میں آئینے کی طرح چمک رہا تھا۔
 میرے منہ سے دھند ہلکی سی چیخ نکلی اور میں نے دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ
 لیے۔ چند ثانیے بعد میرٹھا کے مترنم قدموں کی آواز میرے کان میں آئی۔ وہ کہہ رہی
 تھی:

”تم اتنا سا چاقو دیکھ کر ہی ڈر گئے؟ کیا تمہارا خیال ہے میں تم پر حملہ کرنے
 والی تھی؟“

میں نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنے ہاتھ پرے سے ہٹا لیے۔ اس وقت
 میرا سانس بری طرح پھول رہا تھا اور میں واقعی میرٹھا کو کوئی جواب دینے کے لائق
 نہ تھا۔ وہ اطمینان سے اسی چاقو کے ساتھ سیب چھیل رہی تھی اور اس کا چہرہ کسی
 اندرونی مسرت کے باعث بے پناہ دمک رہا تھا، میں جانتا تھا کہ وہ اتنی خوش کیوں
 ہے۔ وہ جس مقصد کے لیے مجھے سمندر کے کنارے لائی تھی، وہ مقصد پورا ہو رہا
 تھا، یعنی وہ مجھے جتنا چاہتی تھی کہ اسے میری آنکھیں پسند نہیں ہیں۔ اس نے دانت
 طور پر چاقو کی تیز نوک میری آنکھوں کی طرف بڑھائی تھی اور سورج کا عکس اس
 کے ذریعے میری آنکھوں پر چکاچوند پیدا کرنے کے لیے ڈالا تھا۔ اس کے بعد میں
 نے اس کے لبوں پر وہی سفاکانہ مسکراہٹ پھیلنے دیکھی جو دکڑی بے آنکھ صورت کو
 دیکھتے ہوئے میرٹھا کے ہونٹوں پر ابھری تھی۔ یہ مسکراہٹ اتنی خفیف تھی کہ اسے

www.PAKSOCIETY.COM

صرف وہی دیکھ سکتا تھا جو اس کا منتظر رہا ہو۔

اس رات میں ایک لمحے کے لیے بھی سونہ سکا۔ بار بار وہی منظر نگاہوں کے سامنے آجاتا۔ میں نے وزویدہ نگاہوں سے دو سرے بستر پر لیٹی ہوئی میرٹھا کو دیکھا۔ کمرے میں اگرچہ تاریکی تھی، لیکن اتنی نہیں کہ میں اس کا چہرہ نہ دیکھ پاتا۔ ایک ٹائیپ کے ہزاروں حصے میں مجھے احساس ہو گیا کہ وہ پلک جھپکائے بغیر میری جانب دیکھ رہی ہے۔ پھر میں نے اس چھوٹے سے چاقو کے پھل کی چمک بھی دیکھی جو اس وقت بھی اس کے تھکنے کے پاس دھرا تھا۔

دیر تک کروٹیں بدلنے اور خاموش پڑا رہنے کے بعد مجھے بالآخر صبح کے وقت بھپکی سی آہی گئی۔ ابھی میں غنودگی کی کیفیت سے دوچار تھا کہ میں نے اپنے بدن میں سردی کی ایک نچ بوہستہ سردوڑتے ہوئے محسوس کی۔ ایک جھٹکے سے میری آنکھ کھلی اور میں نے انتہائی دہشت سے دیکھا کہ میرٹھا اپنی لمبی لمبی نازک انگلیاں بار بار میری آنکھوں کے بند پونوں پر پھیر رہی تھی۔

”کیا بات ہے؟“ میں اچھل کر بستر پر بیٹھ گیا۔ ”یہ تم کیا کر رہی ہو؟“

”کچھ نہیں، کچھ نہیں۔“ میرٹھا نے ایک اولٹے خاص سے مسکرا کر کہا۔

”دیکھ رہی تھی کہ تم سو رہے ہو یا جاگتے ہو۔“

جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، وہ اپنا چھوٹا سا چاقو ہر وقت اپنے پاس رکھتی تھی، ایک لمبے کے لیے بھی اسے اپنے سے جدا نہ کرتی۔ ہمارے وسیع مکان کے ہچھواڑے ایک چھوٹا سا تالاب تھا جس میں وہ نہایا اور تیرا کرتی تھی، ایسے موقعوں پر بھی چاقو اس کے پاس ہوتا۔ وہیں تالاب کے پاس بیٹھ کر وہ چاقو سے سیب کاٹ کاٹ کر کھاتی۔ باورچی خانے میں اسی چاقو سے مختلف مہنیاں اور ترکاریاں کاٹتی۔ رات کو بستر پر سونے کے لیے لیٹتی، تو چاقو اس کے تھکنے کے پاس رکھا رہتا۔ کبھی کبھی وہ اسے اٹھا کر اچھالنے اور گیند کی طرح کچھ کرنے لگتی۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ چاقو کا پھل ہر وقت کھلا رہتا اور مجھے ہمیشہ اس حادثے کا انتظار رہتا کہ اسی

شغل میں ایک دن وہ خود زخمی ہو جائے گی، لیکن خدا جانتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ بھی زخمی نہ ہوئی اور ہلکی سی خراش بھی اسے کبھی نہ آئی۔ دن کے وقت وہ عین اس موقع پر جب کہ میں اپنے کسی کام میں مصروف ہوتا، پتھر پر رگڑ رگڑ کر چاقو کی دھار تیز کرتی اور آپ ہی آپ مسکراتی۔ اسے روز بروز چاقو سے عشق ہوتا جا رہا تھا اور وہ اسے جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی۔ ایک دو بار میں نے چاقو اٹھایا، تو اس نے جھپٹ کر میرے ہاتھ سے چھین لیا۔ ایک مرتبہ وہ یہ چاقو اپنے سر ہانے ہی بھول کر ہاتھ روم میں گئی تو میں نے اسے اٹھا کر دیکھا۔ اس کا دست ہاتھی دانت کا بنا ہوا تھا اور اس کا پھل ریزر بلیڈ کی طرح تیز تھا، میں نے اس میں غیر معمولی بات یہ دیکھی کہ دستے کے دونوں طرف دو دو انسانی آنکھیں بنی ہوئی تھیں۔

ایک دن میں نے میرٹھا سے پوچھا: ”تم یہ چاقو ہر وقت اپنے پاس کیوں رکھتی ہو؟“

اس نے گردن اٹھا کر ایک دو سیکنڈ تک بغور میری طرف دیکھا اور مسکرا کر بولی: ”کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں اس چاقو سے سب اور سبزیاں ترکاریاں وغیرہ کاٹا کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ یہ مجھے روحانی طور پر بھی تقویت دیتا ہے۔“

یہ الفاظ کہتے ہوئے میرٹھا کے لبوں پر وہی لرزہ خیز، سفاک مسکراہٹ نمودار ہوئی جو وکٹر کی بے آنکھ لاش دیکھتے ہوئے نمودار ہوئی تھی۔ پھر وہ بولی: ”یہ چاقو میرے پہلے شوہر نے مجھے دیا تھا، اس وجہ سے بھی میں اسے عزیز رکھتی ہوں۔“ یہ کہہ کر اس نے چاقو کے پھل پر پیار سے انگلی پھیری اور میں نے خوف زدہ ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

انہی دنوں میرٹھا نے ”مرکری“ نام کی ایک خوبصورتی چھوٹی سی موٹر بوٹ خریدی۔ اس موٹر بوٹ میں سوار ہو کر ہم سمندر کی سیر کیا کرتے۔ ایک روز میں نے سمندر میں نہانے کی خواہش ظاہر کی۔ میرٹھا کا چہرہ یک لخت روشن ہو گیا۔ اس نے تجویز پیش کی کہ ہم مغربی ساحل پر نہائیں تو بہتر رہے گا کہ ادھر کبھی کبھار

praksisietty.com

14 جون 2014ء

نے اس سے اس رویے کا سبب معلوم کرنا چاہا، لیکن جواب میں سوائے مسکراہٹ کے اور کچھ نہ ملا۔

ایک شب جب میں گھر واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ اس کی خواب گاہ کا دروازہ خلاف معمول اندر سے مقفل نہیں ہے۔ میں نے وہ پاؤں جا کر اندر جھانکا تو میرٹھا کا بستر خالی پایا۔ خیال ہوا شاید وہ ملحقہ باتھ روم میں ہو گی، لیکن جب میں نے باتھ روم کے دروازے پر دستک دی اور کوئی جواب نہ ملا تو دروازہ کھول کر دیکھا۔ باتھ روم اندر سے خالی تھا۔ مجھے از حد تعجب ہوا کہ وہ کہاں چلی گئی؟ گھر کا کونا کونا چھان مارا، میرٹھا کہیں نہ تھی۔ کیراج میں دیکھا، اس کی کار وہیں کھڑی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ کار کے بغیر ہی کہیں گئی ہے۔ یکایک خیال آیا ممکن ہے وہ سمندر کے کنارے گئی ہو۔ میں فوراً وہاں گیا اور ایک ایک کر کے ایسے سارے مقامات دیکھ ڈالے جہاں وہ جایا کرتی تھی، مگر ایک جگہ بھی اس کا پتہ نشان نہ ملا۔ آپ میری حیرت اور سراسیمگی کا اندازہ کر سکتے ہیں جب میں اس کی تلاش میں تھک ہار کر واپس گھر آیا تو وہ باورچی خانے میں بیٹھی نہایت اطمینان سے ڈز تیار کر رہی تھی۔ چاقو اس وقت بھی اس کے قریب دھرا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ نشے میں دھت ہے۔

”کہاں تھیں تم؟“ میں نے پوچھا۔ ”کم از کم بتا کر تو جاتیں۔ تمہیں میری پریشانی کا بھی کوئی احساس نہیں؟“

جواب میں وہ صرف مسکرا دی۔ وہی مسکراہٹ جس سے مجھ پر لرزدہ طاری ہوتا تھا۔

اور یہ روزمرہ کا معمول بن گیا۔ جب بھی میں اپنے کام کاج سے فارغ ہو کر گھر واپس آتا، میرٹھا کو غائب پاتا۔ گھر کا گوشہ گوشہ دیکھتا، مگر اس کا سراغ نہ ملتا، لیکن تھوڑی دیر بعد وہ اوپر کی منزل سے میڑھیاں اتر کر نیچے آتی، تو میں ششدر رہ جاتا، حالانکہ اوپر کی منزل کا چپہ چپہ میں پہلے ہی دیکھ چکا ہوتا تھا۔ بارہا میں نے منت

خوشامد کر کے اس سے معلوم کرنا چاہا کہ وہ کہاں چھپ جاتی ہے؟ مگر اس نے تو جیسے نہ بولنے کی قسم کھالی تھی۔ وہی منحوس مسکراہٹ کے سوا اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ بہر حال تنگ آکر میں نے اس سے کچھ پوچھنا ہی ترک کر دیا۔ واپس آکر میں چپ چاپ اپنی خواب گاہ میں جا کر دروازہ مقفل کرتا اور اطمینان سے سو جاتا۔ میں نے اسے مکان کے کونے کونے اور گوشے گوشے میں ڈھونڈنے کا مشغلہ ہی چھوڑ دیا تھا۔ میں ان تمام بے ہودہ اور لالچنی باتوں سے دراصل اکتا گیا اور اکتاہٹ کے پیچھے وہ بے کراں خوف بھی کام کر رہا تھا جو میرٹھا کی ان پر اسرار حرکتوں کے باعث ہر وقت میرے ذہن پر مسلط رہتے لگا تھا۔

ایک روز میں ذرا سویرے ہی گھر واپس آ گیا۔ اور یہ چند دن پہلے ہی کی بات ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ حسبِ عادت اوپر سے نیچے نہیں آئی۔ میں اپنے ساتھ کھانا بھی لایا تھا۔ میں نے کھانا گرم کیا اور کھانے کے بعد اخبار پڑھنے لگا۔ اخبار پڑھنے کے دوران میں بھی وہ نہیں آئی۔ پھر میں نے اخبار ایک طرف پھینکا اور ٹیلی ویژن کھول دیا۔ ٹی وی پر کوئی اچھی فلم آ رہی تھی۔ میں اسے دیکھنے میں محو ہو گیا۔ دفعت میں نے اپنی گردن پر میرٹھا کا نرم و نازک ہاتھ دیکھا۔ وہ دبے پاؤں نہ جانے کب آئی اور کتنی دیر سے میری پشت پر کھڑی تھی۔ میں نے مڑ کر اسے دیکھا۔ وہی مکروہ اور بیزار کن مسکراہٹ اس کے ہونٹ پر ابھر رہی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر ٹیلی ویژن بند کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ چلتے ہوئے وہ اڑ کھڑا رہی تھی۔ ٹی وی بند کر کے وہ مڑی اور وحشیانہ ہلکے حریص نگاہوں سے مجھے تنکے تنکے لگی۔ چاقو اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ میں نے گھبرا کر کہا: ”میرٹھا! کیا بات ہے؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا!“ اس نے مسکرا کر اثبات میں کئی بار گردن ہلائی اور بولی:

”ہاں..... میں بالکل ٹھیک ہوں..... آؤ تالاب میں نہائیں۔“

”کیا یہ نہانے کا وقت ہے؟“ میں نے ناراض ہو کر کہا۔ ”میں اب سونا

چاہتا ہوں۔“

”نہیں..... تم میرے ساتھ تالاب پر نہانے چلو گے۔“ اس نے پر عزم لہجے میں کہا اور چاقو ذرا اوپر اٹھایا۔

میرا خون کھولنے لگا۔ گویا یہ عورت اس ننھے سے چاقو کے ذریعے مجھے مرعوب کرنا چاہتی ہے۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور سخت لہجے میں بولا: ”دیکھو میرٹھا! تم اس وقت اپنے حواس میں نہیں ہو۔ جاؤ“ اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔“

یہ کہہ کر میں نے جانے کے لیے قدم اٹھایا ہی تھا کہ وہ آگے لپکی اور اس نے مجھے زور سے پیچھے دھکیلتے ہوئے کہا: ”نہیں..... تم اس وقت نہانے کے لیے میرے ساتھ تالاب پر چلو گے۔“ یہ الفاظ کہتے ہوئے اس کی خونخوار مسکراہٹ اور گھری ہو گئی۔ میں اپنے آپ پر قابو نہ پاسکا اور میں نے پوری قوت سے طمانچہ اس کے منہ پر مارا۔ وہ اس کے لیے غالباً تیار نہ تھی تیوراً کر پیچھے گری اور میں لے لے لے ڈگ بھرتا ہوا اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔

مجھے خبر نہیں اس کے بعد میرٹھا نے کیا کیا۔ اپنی خواب گاہ میں پہنچ کر میں تھوڑی دیر گم سم اپنے بستر پر بیٹھا سوچتا رہا کہ مجھے اس عورت سے چھٹکارا پانے کے لیے کیا کرنا چاہئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے دماغی توازن سے محروم ہو چکی ہے اور اس کے قریب رہنا کسی بھی لمحے جان لیوا خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔ بستر پر لیٹنے کے باوجود انہی پریشان کن خیالات میں مجھے خند نہ آئی۔ خیال آیا ذرا دیکھوں میرٹھا کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے۔ چپکے سے اپنی خواب گاہ کا دروازہ کھولی کر میں اوپر گیا۔ کیا دیکھتا ہوں میرٹھا اپنے کمرے میں کھڑکی کے سامنے بیٹھی ہے اور اندھیرے میں نہ جانے کیا گھور گھور کر دیکھ رہی ہے۔ خدا رحم کرے وہ خون آشام مسکراہٹ اس وقت بھی اس کے لبوں پر طاری تھی۔

دفعہ میری نگاہ میرٹھا کی خواب گاہ میں لگی ہوئی ایک بڑی سی تصویر پر پڑی۔ یہ تصویر اپنی جگہ سے کچھ ہٹی ہوئی تھی۔ میں نے غور سے دیکھا تو انکشاف

ہوا کہ اس تصویر کے عقب میں ایک خفیہ دروازہ ہے۔ میں نے اس دروازے کا نشان بھی دیکھ لیا۔ آہ..... تو یہ ہے وہ جگہ جہاں میرٹا چھپا کرتی ہے اور ڈھونڈنے کے باوجود اس کا سراغ نہیں ملتا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اشتعال یا شراب کے نشے میں وہ خفیہ دروازہ بند کرنا اور تصویر اپنی جگہ جمانا بھول گئی.....

پھر یکایک اسے احساس ہو گیا کہ میں وہاں موجود ہوں اور اسے دیکھ رہا ہوں۔ اس نے گردن گھمائی، مسکراہٹ برابر اس کے ہونٹوں پر رچی ہوئی تھی۔ اس نے یقیناً دیکھ لیا تھا کہ میں اس کے کمرے کا خفیہ ٹھکانہ دیکھ چکا ہوں، مگر اس نے اس راز کے کھل جانے کی مطلق پروا نہ کی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے اٹھی اور بچے تلے قدم بڑھاتی میری جانب آئی۔ بالکل میرے قریب آن کر وہ رکی اور ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولی:

"سنو! میں نے دکن کو موت کے منہ میں دھکیلا تھا۔"

مجھے اپنے قلب کی حرکت بند ہوتی ہوئی لگی۔ میں نے کچھ نہ کہا اور سکتے کے عالم میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اس کے بعد میرٹا نے مجھے مزے لے لے کر، ٹھنڈے لگاتے ہوئے دکن کو ہلاک کرنے کی تمام کمائی سنا ڈالی۔

"اور یہ بھی سنو! احمق کی اولاد!" اس نے آخر میں ہنستے ہوئے کہا: "میں نے اپنے پہلے شوہر کو بھی اسی طرح سمندر میں غرق کر کے مارا تھا۔ بابا بابا..... میرے دونوں شوہر سمندر میں ڈوب کر مرے..... وہ بے وقوف تیرنا نہیں جانتے تھے..... جاؤ..... آئینے میں جا کہ ذرا اپنی آنکھوں کو غور سے دیکھو..... تمہاری آنکھیں اس بھیانک ارادے کی صاف چغلی کھا رہی ہیں..... میرے پہلے دونوں شوہروں کی آنکھوں میں بھی ایسے ہی ارادے پنہاں تھے، لیکن وہ مجھے مار ڈالنے میں کامیاب نہیں ہوئے اور..... تم..... میرے تیسرے شوہر..... تم بھی اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہو سکو گے..... جاؤ دفعان ہو جاؤ یہاں سے....."

اور میں ڈگمگاتے قدموں سے واپس اپنے کمرے میں چلا آیا۔ کمرے میں

داخل ہو کر میں نے اندر سے دروازہ مقفل کر لیا اور میں نے بستر پر لیٹ کر سونے کی کوشش کی، مگر نیند نہیں آئی۔ بھلا اس بد نصیب کو نیند کیسے آسکتی ہے جس کی بیوی اپنے پسے دو شوہروں کو دلیرانہ انداز میں موت کے گھاٹ اتار چکی ہو اور تیسرے شوہر کی تاک میں ہو؟

جب کسی طرح نیند نہ آئی تو میں مضطرب ہو کر اٹھا، میں نے بتی بجائی اور آئینے کے پاس جا کھڑا ہوا۔ آئینے میں میں نے اپنی آنکھیں دیکھیں..... خوف اور دہشت کی نئی لہر میرے تن بدن میں دوڑ گئی۔ میں نے میرٹا کے پسے شوہر کی آنکھیں نہیں دیکھی تھیں لیکن دوسرے شوہر۔۔۔ وکٹر۔۔۔ کی آنکھیں اچھی طرح دیکھی تھیں..... ان آنکھوں میں خوف تھا، اضطراب تھا، بے چینی تھی، ویرانی تھی، اداسی تھی اور زندگی کھو جانے کا صدمہ تھا..... بیسنہ یہی کچھ میری آنکھوں میں تھا۔ ان میں اور وکٹر کی آنکھوں میں ذرا برابر فرق نہ تھا۔ میں نے بدحواس ہو کر بتی بجھائی اور اپنے بستر پر گر کر ہانپنے لگا۔

اگلے روز صبح ہوتے ہی میں گھر سے نکل کر اس طرح بھاگا، جیسے جیل خانے سے قیدی رہا ہوتا ہے، سیدھا اپنے ایک وکیل دوست کے پاس پہنچا اور اس سے مشورہ کیا کہ میں کس طرح اپنی بیوی سے نجات پاسکتا ہوں؟ وکیل نے مجھے تسلی دی اور کہا کہ ”سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا“ جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اس معاملے میں غور کر کے ہی صحیح مشورہ دے گا، چنانچہ میں واپس گھر چلا آیا۔ جوئی میں نے شام کے وقت گھر میں قدم رکھا، میرٹا اپنے لبوں پر وہی مسکراہٹ لیے اوپر کی منزل سے نیچے آئی۔ چاقو اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اور گھر سے باہر نکل گئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ گھر کے پچھلے حصے میں واقع لان سے گزرتی ہوئی سڑک پر چلی گئی۔ اس کا رخ سمندر کو جانے والی سڑک پر تھا، پھر میرے دیکھتے دیکھتے وہ نظروں سے اچھل ہو گئی۔

میں نے اطمینان کا سانس لیا اور اپنی خواب گاہ میں جانے کے لیے قدم

اٹھایا، مگر ایک فوری خیال کے زیر اثر میں اوپر کی منزل میں گیا اور میرٹھا کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ میرٹھا اس وقت جان بوجھ کر گھر سے باہر گئی ہے محض یہ موقع مجھے دینے کے لیے کہ میں اس کی خواب گاہ میں جاؤں اور خفیہ کمین گاہ کا معائنہ کروں۔ اور اسے یقین کامل تھا کہ میں ضرور ایسا ہی کروں گا۔

لیکن میں اذلی احمق ہوں۔ میں نے اس کی خواب گاہ میں داخل ہوتے ہوئے اس امکان کو قطعی نظر انداز کر دیا کہ وہ مجھے دھوکا دینے کے لیے سمندر کی طرف نکلی ہے..... بالکل ممکن تھا کہ وہ مکان کے نزدیک ہی کہیں رک جائے اور یوں کسی بھی لمحے اس کا واپس آنا طے تھا..... مگر میں نے اس طرف دھیان ہی نہیں دیا۔

اس کی خواب گاہ میں داخل ہونے کے بعد بھی میں نے اس طرف توجہ نہ دی کہ میرٹھا اچانک واپس آ سکتی ہے..... میں نے دیکھا کہ دیوار پر سے وہ تصویر کھسکی ہوئی ہے اور خفیہ دروازے کی درز صاف نظر آرہی ہے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ اسے کھولنے اور بند کرنے کے لیے اس میں قفل بھی لگا تھا اور میرٹھا یہاں سے جاتے ہوئے خفیہ دروازے کی کنجی بھی اس میں لگی چھوڑ گئی تھی۔

یہ دراصل ایک چھوٹی سی الماری تھی اور اس الماری کے اندر میں نے دو بوتلیں رکھی ہوئی پائیں۔ ان بوتلوں میں پہلے ذیتوں کا تیل بھرا ہوا ہو گا، لیکن اب ان میں ذیتوں کے بجائے اوپر تک سپرٹ بھری ہوئی تھی۔ یہ بوتلیں سرسبز تھیں اور الماری کی ایک شیٹ میں پاس پاس دھری تھیں۔ ان بوتلوں کے بالمقابل ایک چھوٹا سا سٹول تھا۔ اس سٹول پر میرٹھا گھنٹوں بیٹھی ان بوتلوں کو نکلتی ہو گی۔

اور وہ تصویریں بھی ان بوتلوں کے غین چھپے رکھی تھیں۔ تین تصویریں۔ ان میں ایک تصویر میری تھی۔ دوسری وکٹر کی اور تیسری یقیناً اس بد نصیب کی تھی جو میرٹھا کا پہلا شوہر رہا ہو گا اور ہر شوہر کی تصویر کی آنکھ میں ایک تیز دھار کا

چاقو پوسٹ تھا۔

تصویروں سے ہٹ کر میری نگاہ دوبارہ بوتلوں پر پڑی اور پھر.....
میرے بدن کے روٹنے کھڑے ہونے لگے۔ سانس رکا اور کلیجہ حلق میں آتا ہوا
محسوس ہوا..... میری ٹانگیں دہشت سے لرزنے لگیں اور آنکھوں کی پتلیوں کی
گردش جیسے ختم گئی۔ مجھے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ آتا تھا اور یہی تصور بندھتا تھا کہ
میں کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں۔ لیکن یہ خواب نہیں تھا۔ میں بے ہوش و
حواس عالم بیداری میں تھا۔

ابھی میں ان بوتلوں کو گھور رہا تھا کہ میرٹا دبے پاؤں وہاں آئی۔ مجھے
قطعی خبر نہ ہوئی کہ وہ کس لمحے آئی اور کب میرے عقب میں آکر کھڑی ہوئی۔ میں
نے اس کے آنے کی آہٹ بالکل نہ سنی اور احساس اس وقت ہوا جب وہ پھری
ہوئی شیرینی کی طرح جست لگا کر مجھ پر حملہ آور ہو چکی تھی۔ میں ہوش میں آکر پلٹا
اور میرٹا کے ہاتھ میں رہا ہوا چاقو اپنی چٹک سے مجھے خبردار کر گیا۔ اگر ایک ثانیہ
کی بھی تاخیر ہوتی تو میرٹا کا وہ ریزر بلینڈ کی طرح تیز دھار چاقو میری آنکھوں میں
پوسٹ ہو چکا ہوتا۔ پھر بھی میرے رخسار پر گمراہ گھاؤ آیا۔ میرٹا نے دوسرا وار کیا
اور اس مرتبہ میری آنکھوں میں جیسے گرمی تار کی اٹھ آئی۔ میں ٹھکڑایا اور جان
بچانے کی آخری کوشش میں میرٹا سے تھم گتھا ہو گیا۔ وہ دیوانہ وار مجھ پر چاقو کے
دار کر رہی تھی اور میں اندھا دھند اس سے چاقو چھیننے کی کوشش کر رہا تھا۔ بالآخر
میں نے اس سے چاقو چھین لیا۔ اس کے بعد مجھے اتنا ہی یاد ہے کہ میں نے اسے
فرش پر گرالیا اور چاقو مار مار کر اس کا قیسمہ بنا دینے میں کامیاب ہو گیا۔

پولیس والے اس وقت جائے حادثہ پر پہنچے جب میرٹا مر چکی تھی اور میں
خون میں نہایا ہوا ایک طرف پڑا تھا۔ انہوں نے مجھے جھٹ پٹ ہسپتال پہنچایا۔
گزشتہ روز انہوں نے میرٹا کو قبر میں دفن کیا ہے۔ قبر میں دفن کیے جانے کے
وقت میں وہاں موجود نہیں تھا۔ میں تو ہسپتال کے بستر پر پڑا تھا اور وہیں میں اب

بھی پڑا ہوں۔ مجھے بے پناہ خوشی ہے کہ میرٹھا مر چکی ہے اور میں اس پر بھی بست خوش ہوں کہ میں اسے قتل کرنے میں کامیاب ہوا۔ میری خواہش ہے کہ کاش کوئی اسے برسوں پہلے ہی مار ڈالتا اس سے پہلے کہ وہ قتل کی کوئی واردات کرتی۔

میرٹھا نے مجھ پر چاقو کے وار کر کے ہمیشہ کے لیے اندھا کر دیا ہے۔ میری دونوں آنکھیں ہمیشہ کے لیے ضائع ہو گئی ہیں اور اب میں ان دو بوتلوں اور تین تصویروں کو زندگی بھر دوبارہ نہیں دیکھ سکوں گا۔ وہ بوتلیں جن میں سپرٹ بھری ہوئی ہے جو سر بھر ہیں اور جن میں دو دو انسانی آنکھیں بند ہیں۔ دو آنکھیں وکٹر کی اور دو آنکھیں میرٹھا کے پہلے شوہر کی۔

وکٹر کی آنکھیں کسی مچھلی یا سمندری حیوان نے نہیں نکالی تھیں۔ وہ آنکھیں میرٹھا نے سمندر کے اندر جا کر گرے پانی میں اپنے تیز چاقو کے ذریعے نکالی تھیں تاکہ پہلے شوہر کی آنکھوں کی طرح وہ انہیں بھی ہمیشہ کے لیے محفوظ کر سکے۔

(تہ شد)

فہمے فہمے والی اتر فہمے

○○○○○

آپ لکھنے کا شوق رکھتے ہیں اور لکھنے کی ہمت نہیں کر پا رہے ہیں اپنے دل کی آواز دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں یا دوسرے رسائل و ڈائجسٹ سے مایوس ہو چکے ہیں۔ گھبراہٹ نہیں۔ آپ کی تحریروں کے لیے "ماہنامہ سچی کہانی لاہور" کے دروازے کھلے ہیں۔ اس کے لیے آپ کو صرف 10 عدد ماہنامہ سچی کہانی کی کاپی خریدنی ہوگی اور آپ کی تحریر شائع ہو جائے گی۔ تحریر خوشخط اور ایک صفحہ چھوڑ کر لکھیں تاکہ پڑھنے اور اصلاح کرنے میں آسانی رہے۔

ماہنامہ سچی کہانی لاہور 29 حبیب بینک بلڈنگ اردو بازار لاہور

رابطہ 0314-4008530

اس نے اپنے سامنے ہڈی پر اپنا تھوڑا سا تھوک لگایا اور اپنی جیب سے ماچس نکال کر ایک تیلی جلانی اور اس کا شعلہ جب ہڈی کے کونے میں لگایا تو اس لمحے ایک نقطہ سا پہلے بنا پھر وہ آہستہ آہستہ بڑا ہوتا گیا اور پھر اس شعلے میں ایک بہت ہی خوفناک ہیبت ناک حیرت انگیز تحیر انگیز اور مہیب بھیانک وجود نظر آنے لگا اس کی شباهت سے یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ وجود نہر ہے یا مادہ

طویل عمر

بسنہ..... محمد رضوان قیوم

کے بعد ساری جائیداد کے مالک دونوں بھائی ٹھہرے یعنی گیانی لال اور راجہ نورت لال۔ نورت لال سویتلا تھا۔ اب دونوں بھائیوں کے نام ساری جائیداد تھی۔ بڑا راجہ گیانی لال تھا۔ حساب کتاب کے مطابق راجا جڑے کی پوری آمدنی دونوں بھائیوں کے درمیان برابر تقسیم ہونی تھی جو کہ اس زمانہ کے لحاظ سے لاکھوں میں تھی۔ بہر حال جس حویلی میں میں بحیثیت سوہرہ کام کرتا تھا وہاں راجہ گیانی لال اس کی چٹی اور اس کا بیٹا رہا کرتے تھے۔ خدمت گاہوں میں حکم بجالانے والا رئیس اور عمر رسیدہ خزانچی شیوا رام تھا۔ یہ دونوں افراد گیانی لال کے خاص آدمی اور ہر اچھے برے کاموں کے رازدار بھی تھے۔ ان کے رہنے کا انتظام حویلی کے بچھواڑے سروٹ کوادڑوں میں تھا۔ یہ وقتاً فوقتاً وقت گزاری کے لیے ایک دوسرے کے کمروں میں بیٹھ کر گھنٹوں گپ شپ کیا کرتے تھے۔ ان کمروں میں ایک بستر قالتو بھی تھا اس لئے اگر کوئی مہمان آجاتا تو وہ اس بستر پر سوتا تھا۔ کام سے فراغت کے بعد میں

یہ واقعہ مجھے ایک ایسے شخص نے سنایا ہے جو اتفاق سے اسلام آباد کے ایک ہوٹل میں اب بھی بحیثیت سوہرہ کام کرتا ہے اور اس وقت میرے خیال میں اس کی عمر 80'85 سال کے لگ بھگ ضرور ہو گی۔ لیکن آج بھی تندرستی سے کام کر رہا ہے۔ اپنے وقت اور اپنی ذمہ داری کا بہت خیال رکھتا ہے۔ جب اسے پتہ چلا کہ میں نادیدہ اور مافوق القدرت قوتوں کی کہانیاں لکھ کر کسی رسالے کو ارسال کرتا ہوں۔ تو اس نے مجھ سے رابطہ کر کے اپنی کہانیوں سنائی۔

میں پاکستان بننے سے پہلے موجودہ بھارت کے شہر میسور میں پیدا ہوا۔ میں نے جب جوانی کی دلہیز پر قدم رکھا تو میرے باپ نے مجھے شہر کے ہندو راجہ لال کی حویلی میں بحیثیت سوہرہ بھرتی کروادیا۔ گیانی لال کا باپ بہت ہی رحمدل اور انسان دوست تھا۔ بے شمار جائیداد کا مالک تھا اس کی زمین پر اچھے قسم کے آدموں کے بیڑ تھے۔

گیانی لال کے باپ راجہ گجندر لال کے مرنے



بھی شیوارام اور رمیش کے پاس بیٹھ کر گپ شپ میں شامل ہو جاتا تھا۔

حویلی کا رقبہ بہت وسیع تھا اور یہ دو منزلہ تھی اور پر کے حصے میں راجہ لال کی فیملی رہتی تھی اور نچلے حصے میں اس کا چھوٹا بھائی نورت لال رہتا تھا جو کہ کنوارہ تھا۔ ان دونوں اس کی سنگتی ایک مالدار ہندو فیملی کی خوبصورت لڑکی جس کا نام ”شعلہ“ تھا اس سے ہوئی تھی۔ نورت لال اس زمانہ میں ایل ایل بی کا اسٹوڈنٹ

تھا۔ وہ کہتا تھا کہ۔

”میں وکیل بننے کے بعد شادی کروں گا۔“

گیانی لال اپنے پتا کی وفات کے بعد ساری جائیداد کا کرتا دھرتا تھا۔ وہ شرابی عیش پرست غیر عورتوں کا رسیا ڈھو کے باز اور بے رحم قسم کا انسان تھا۔ وہ ہر وقت نشہ میں دھست رہتا تھا لیکن ان خرافات کے ساتھ اس میں ایک خوبی یہ تھی کہ وہ اپنے ملازمین کا بہت خیال رکھتا تھا۔ یعنی ہر ہندو یا مسلمان ملازمین کو ان کے

تہوار کے دنوں پر مالی مدد ضرور کرتا تھا اور کبھی کبھار آکر سرورنٹ کوارٹر میں موجود شیوارام اور رمیش کے پاس بیٹھ جاتا تھا۔ حال حوال پوچھتا..... پھر ان کے پاس بیٹھ کر شراب نوشی بھی کرتا تھا اور جاتے جاتے نشہ کی حالت میں نقدی بھی انعام میں دے جاتا تھا۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ رمیش اس کے لئے کبھی کبھار بازار حسن سے یا اردگرد کے علاقوں سے عورتیں لا کر اس کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا جس کا علم گیانی لال کی بیوی کو نہیں تھا۔ گیانی لال اکثر اپنی عیاشی میں مصروف رہتا تھا۔ اس کے لئے سرورنٹ کوارٹروں میں ایک کمرہ تھا۔ جسے وہ اپنے لئے استعمال کرتا تھا اور یہ کمرہ اس کے پتا کے وقت بھی کبھی کبھار کچن اجنبی کے لئے استعمال میں آتا تھا۔

رمیش درحقیقت بڑا چالاک اور چلتا پڑھتا تھا۔ وہ کسی نہ کسی میٹے بہانے سے راجہ لال کی جیب سے کوئی نہ کوئی نقد انعام یا واندتی شراب کی بوتل کے لئے ہم تنوں یعنی میں شیوارام اور اپنے لئے ایشہ لیتا تھا۔ ایک تو وہ اس حویلی میں اس کے پتا کے دور کا ملازم تھا اس لئے کچھ بے باک سا تھا۔ میں اتنا پرانا نہ تھا البتہ شیوارام پرانا ضرور تھا لیکن وہ رمیش کے بعد کا تھا۔ راجہ صاحب جب بھی ہمارے کوارٹر میں آتا تو ہر قسم کا مذاق کرتا یعنی زبان کے معاملے میں بے لگام ہو جاتا تھا۔ اس کی بات اور بے تکلفی دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ہمارا مالک ہے اور ہم اس کے ادنیٰ ملازم۔

نورت لال عادات و اطوار میں بالکل ان کے برعکس تھا یعنی وہ بہت شریف، سنجیدہ اور چھوٹے موٹے نشوں سے بھی اجتناب کرنے والا تھا۔ اس کا سارا ذہن

صرف اور صرف پڑھائی کی جانب تھا۔ وہ بظاہر ہم لوگوں کے ساتھ راجہ گیانی لال کا ملنا جلتا پسند نہیں کرتا اور یہی وجہ تھی کہ وہ ہمارے ناموں سے نہیں بلکہ عہدوں سے پکارا کرتا تھا۔ یعنی اوئے چہر اسی اوئے سوئرا اور بزرگ شیوارام کو بھی حقارت سے بلاتا تھا۔ دوسری جانب ہم بھی اسے دل سے ناپسند کرتے تھے وہ تک بچہ حاکم زیادہ ہی تھا۔

راجہ گیانی لال کی سنگت بڑی وسعت کی حامل تھی اس کے سارے دوست اس کی طرح شراب اور شباب کے شیدا ہی تھے۔

رمیش ایک دن ہمارے کوارٹر میں ایک ایسے بوڑھے کو لے کر آیا جس کی عمر تقریباً 70 سے 75 برس تھی لیکن وہ چالاک و چوبند اور جسمانی طور پر بہت تندرست تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں ایک پرانا سا نیلے رنگ کے کپڑے کا تھیلا پکڑا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور چیز نہ تھی۔ اس بوڑھے اجنبی کی آمد کو میں نے اور شیوارام نے بڑے اجنبی سے دیکھا۔

”یہ کون صاحب ہیں؟“ شیوارام نے رمیش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”یہ میرے دوست بھوشن داس ہیں۔ یہ بہت دور سرحدی علاقے سے آئے ہیں۔“ یہ سن کر شیوارام نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

”یار یہ بوڑھا لگ بھگ 70 سے 75 سال کے لپٹے میں ہے اور رمیش اس وقت 30 سے 35 سال کا ہے تو ان دونوں کی عمروں میں اتنا فرق اور پھر یہ کیسے اس کا دوست بن گیا۔ ضرور دال میں کچھ کالا ہے یا

اس کی آپس میں کوئی پوشیدہ غرض ہوگی جو یہ بے جوڑ یاری پال رہے ہیں۔

”یہ کرتے کیا ہیں؟“ میں نے ریش سے پوچھا۔
”یہ جوتھی ہیں اور عامل ہیں۔“

وہ بوڑھا بڑی بے باکی اور اعتماد کے ساتھ ریش سے بولا۔

”بھئی! تم انہیں میرے بارے میں آرام سے بتا دیتا۔ میں کون سا یہاں سے دو دن میں جانے والا ہوں۔ میں ابھی ایک ہفتہ یہاں ہوں۔“

”ایک ہفتہ.....“ میرے منہ سے نکلا۔

”ارے تم پریشان نہ ہو۔ یہ نہ تو تمہارے ساتھ سوئے گا اور نہ ہی تمہارے حصے کا کھائے پیئے گا۔ میں سب کچھ اپنے کوٹے میں سے دوں گا۔“ ریش نے کہا۔

وہ بوڑھا پہلی نظر میں ہی مجھے کوئی نوسر باز اور اس کی سرخ نشئی آنکھیں اس کے کپے شرابی ہونے کا ثبوت فراہم کر رہی تھیں۔

وہ ہاتھ منہ دھونے سے فراغت کے بعد آیا تو ریش نے اس کے آگے چائے اور بسکٹ رکھتے ہوئے کہا۔

”ارے یارا ان دونوں کا بھی تعارف کرواؤ کہ یہ کون ہیں.....؟“ اور اس نے ہمارا تعارف بڑی تفصیل سے کروا دیا۔

”ارے صرف چائے ہی پیتے ہو یا کچھ اور بھی.....“ اس بوڑھے نے شراب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں..... ہاں.....! بڑے راجہ صاحب کبھی

کبھار سوغات دے دیتے ہیں۔“ میں نے کہا۔
”بڑے راجہ صاحب کون ہیں؟“ بوڑھے نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

”ہمارے مالک راجہ گیانی لال ہیں۔“
”ویسے اس دور میں یہ حاتم طائی جیسے بڑے راجہ تم جیسے چھوٹے موٹے ملازمین کا بڑا خیال رکھتے ہیں تو اس دور کے لحاظ سے بڑی بات ہے۔“ اس نے کہا۔

ریش نے جوابا کہا۔

”ارے وہ ایسے ہی ہمارے کوارٹر میں نہیں آتے میں انہیں ان کی چاہت و پسند کے سامان کا بندوبست جو کرتا ہوں۔“

”ذرا کھل کر بتا.....“ بھوشن داس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”بات دراصل یہ ہے کہ انہیں شراب اور شباب کا چسکا کچھ زیادہ ہے اور میں ادھر ادھر سے عورتوں کو لا کر ان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ بس یہ سمجھو کہ وہ لٹو کھاتے ہیں اور پورا جھڑتا ہے تو ہم بھی اس جھڑے ہوئے بورے سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔“

”اچھا یہ بات ہے تو میں تمہیں اور اسے اپنے ہاتھ کی بنی ہوئی ولایت سے اچھی شراب پلاؤں گا۔ اگر اسے پسند نہ آئے تو بتانا۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ اگر اس شراب کا مستقل رسیانہ بن جائے تو میرا نام بدل کر رکھ دیتا اور میرے منہ پر تھوک دیتا۔ تو ذرا ایک دفعہ مجھے اس سے ملا تو سہی۔“

”ہاں تو ٹھیک ہے میں آج ہی اس کے لئے کوئی نہ کوئی نازک پری لا کر دیتا ہوں۔“ ریش بولا۔

”لیکن تو اس سے خود کھلنا ملنا نہیں جو بھی کچھ

بولے۔

”ہے وہ ہے ہمارا بڑا مالک۔“

”تو اس بات کو چھوڑ۔ بس اسے مجھے ملا دے۔“

طنز یہ بولا۔

بھوشن داس نے کہا۔

رات کو ریشم نے گیانی کے لئے ایک لڑکی کا بندوبست کیا۔ گیانی لال اپنے کمرے میں عیاشی کرنے کے بعد ہمارے کوارٹر میں آگیا اور جب بھوشن داس کو دیکھا تو ریشم سے پوچھا۔

”یہ کون ہے۔۔۔؟“

”یہ میرا دوست ہے۔ سرحدی علاقہ سے آیا

ہے۔“ ریشم بولا۔

اچھا یہ کرتا کیا ہے۔“ راجہ نے پوچھا۔

”یہ عامل جوٹی ہے۔“ ریشم نے بتایا۔

”پھر تو بے کار آدمی ہے۔“ راجہ نے طنز یہ انداز

میں کہا۔

”راجہ صاحب! یہ بڑے کام کا آدمی ہے میں نے اس کے کچھ کام دیکھے ہیں اور اس کی ایک خوبی تو میں نے آپ کو بتلائی نہیں۔“

”وہ کیا ہے۔۔۔؟“ راجہ نے پوچھا۔

”یہ اپنے ہاتھ کی دلی شراب بہت اچھی بناتا ہے۔ اگر اس کے ہاتھ کی بنی ہوئی شراب کوئی پی لے تو وہ دلا جاتی شراب چھوڑ دے گا۔“ ریشم بولا۔

”چل باقی باتیں بعد میں کریں گے تو کب

اس کے ہاتھ کی شراب کا ذائقہ چکھائے گا۔۔۔؟“

راجہ سکراتے ہوئے بولا۔

”جی پرسوں آپ آجائیں آپ کو ضرور پلاؤں

گا کہ آپ ولایتی کو بھول جائیں گے۔“ بھوشن داس

”چل پہلے تیرا دعویٰ دیکھتے ہیں۔“ گیانی لال

طنز یہ بولا۔

”اور ہاں اس کے بعد یہ بھی پرکھیں گے کہ تو کس پائے کا جوٹی اور عامل ہے۔“ یہ بول کر راجہ چلا گیا۔

”ارے تو راجہ کے سامنے کچھ زیادہ نہیں بول گیا۔ ایسا نہ ہو کہ تیری بنائی ہوئی شراب اسے نشہ نہ چڑھائے اور ہم نوکری سے فارغ کر دیئے جائیں۔“ ریشم تشویش بھرے لہجے میں بولا۔

”ارے دیکھتے جاؤ تم لوگ چنانہ کرو۔“ بھوشن

داس ریشم سے بولا۔

اس کے بعد بھوشن داس نے ریشم سے نہ جانے کیا کیا چیزیں منگوائیں۔ جب چیزیں آگئیں تو اس نے بڑی محنت سے شراب تیار کی اور پھر حسب وعدہ راجہ صاحب آئے تو انہوں نے کہا۔

”بھوشن اگر میں مر گیا تو میری ساری جائیداد میرا چھوٹا سوتیلہ بھائی نورت ہڑپ کر جائے گا۔“

”راجہ صاحب! اسے چکھیں یہ شراب نہیں امرت

ہے۔ مریں آپ کے دشمن۔“ بھوشن بولا۔

بھوشن کی باتیں سن کر راجہ نے ہونٹ میکرے اور عجیب سامنہ بنایا اور ڈرتے ڈرتے شراب کو چکھا۔

اس کے بعد اس نے غنایت کئی پیگ چڑھائے

پھر بولا۔

”واہ مزہ آگیا یہ تو واقعی کام کا آدمی ہے۔“

”راجہ صاحب! واقعی اس شراب کا جواب نہیں

اور دل کرتا ہے کہ یہ روز ملے اور خوب ملے۔“ میں

”رابعہ صاحب! اس نے آپ کی کیا ہم سب کی بھی تذلیل کر دی ہے اگر یہ آپ کا بھائی نہ ہوتا تو میں اس کا منہ توڑ جواب دیتا۔“

میں نے بھی اپنے غصے کا اظہار کیا۔ ریش نے مجھے تھلا دیا کہ۔

”شیوارام اور رابعہ صاحب آپس میں واقعی ملے ہوئے ہیں۔ یہ جائیداد اور باغات کے حصہ میں نورت کے حصے میں ڈنڈی مارتے ہیں لیکن ہمیں کیا۔“

ایک رات رابعہ گیانی کو بھوشن نے اپنے ہاتھ کی بنی ہوئی شراب کافی مقدار میں پلا دی تو اس نے دھت نشہ کے عالم میں بھوشن سے کہا۔

”یہ تو پتہ چل گیا کہ تو واقعی بہت اچھی شراب بنانے والا ہے اب ذرا مجھے کوئی ثبوت دے کہ تو کتنا بڑا عامل اور جوتشی ہے۔ میں نے تجھ سے ایک بہت اہم کام لینا ہے لیکن تو مجھے اس کا ثبوت فراہم کر۔“

”یہ بکو اس کرتا ہے اگر یہ بھوشن اتنا بڑا عامل جوتشی ہوتا تو اس کی یہ فقیری حالت نہ ہوتی۔“ شیوارام نشہ کی حالت میں انگلی نہچاتے ہوئے بولا۔

یہ سن کر بھوشن کی تیوری پر پل پڑ گئے اور وہ اپنی آنکھیں سرخ کرتے ہوئے بولا۔

”میں کوئی معمولی انسان نہیں ہوں۔ میرے پاس ایک ایسی شکتی ہے جس کی مدد سے میں کسی کو مکمل طور پر تباہ کر سکتا ہوں اور کسی دل پسند چیز کو اپنی جانب متوجہ کر سکتا ہوں۔“

”ارے یہ کیسا بھاشن مار رہا ہے۔“ میں نے بھی شیوارام کی طرف منہ کر کے کہا۔

”تو چپ کر پٹیر! تو کیا جانے میری شکتی کے

نے کہا۔ بھوشن واقعی اپنے دعویٰ میں کھرا اترا۔

ادھر رابعہ گیانی لال کے لیوں کو اس شراب کا ایسا چسکا لگا کہ وہ اس کا دیوانہ ہو گیا اور اس کی تعریف میں زمین آسمان ملادیتے۔۔۔۔۔ بھوشن اس سے بولا۔

”بھوشن! تو اور کہیں نہیں جائے گا اس جگہ میری سرپرستی میں اپنا ڈیرہ بجالائے میں تیرا ہر طرح کا خیال رکھوں گا۔“

ایک دن رابعہ گیانی اور ان کے چھوٹے بھائی نورت لال کے درمیان جائیداد کے تنازعہ پر کچھ لڑائی ہو گئی۔ بات آپس میں دست و گریبان تک جا پہنچی۔ نورت لال نے گیانی لال کو دھمکی دی کہ۔

”تم نے میرے حصے کی جائیداد کو دوبارہ کھا ہے اور مجھے حصہ بھی بہت کم ملتا ہے۔ میں جب وکیل بنوں گا تو تم پر دعویٰ کروں گا۔“

”چل۔۔۔۔۔ چل جو کرنا ہے کر لے۔“ گیانی لال نے کہا۔

اوپر سے گیانی لال کی جتنی اور ان کا بچہ بھی آ گیا۔ ”دیکھو بھابھی! یہ تمہارا شوہر ان چوڑھے چھارے تھرڈ کلاس لوگوں سے ملتا ہے اور یہ اوچھار میٹس ان کے لئے فاحشہ عورتیں لاتا ہے۔ انہیں اپنے پرکھوں کی شان و شوکت اور اپنے بچے تک کا خیال نہیں ہے۔“

گیانی لال کی جتنی نے بچ میں پڑ کر دونوں بھائیوں کو خاموش کر دیا۔ پھر گیانی لال بولا۔

”میری مرضی میں جس سے ملوں۔۔۔۔۔ تو کون ہوتا ہے میری ذاتی زندگی میں دخل دینے والا۔ یہ چوڑھے چھارے نہیں میرے مخلص دوست ہیں۔“ شیوارام نے غصے سے کہا۔

مجھے پتہ ہے کہ اگر میں جھوٹ بولوں گا تو آپ کی نظر میں ذلیل ہو جاؤں گا۔“

رابعہ گیانی لال سوچنے لگا اور بولا۔

”میں تو صرف ثبوت دیکھنا چاہتا ہوں اور بغیر ثبوت کے ایسی باتوں پر یقین نہیں کر سکتا اور اگر تجھ میں یا تیری اس ہڈی میں کوئی شکتی ہے تو اس کا ثبوت ہمارے سامنے پیش کر کیونکہ ہاتھ کے ہاتھ تیری شکتی کا بھانڈا پھوٹ جائے اور اگر تو اپنی باتوں کو سچ ثابت نہیں کر سکا تو یاد رکھ تیرا حشر نشر کر دوں گا..... چل جلدی کر۔“ یہ سن کر بھوشن داس تھملا گیا اور بولا۔

”ٹھیک ہے آپ کی بات میری سر آنکھوں پر آپ لوگ دل تمام کر بیٹھ جائیں۔ اگر کوئی انہونی چیز نظر آئے تو بالکل ساکت بیٹھے رہنا شہر شراب یا چنچ و پکار سے باز رہنا ورنہ کسی کا کوئی بھی نقصان ہو سکتا ہے اور اگر کسی کا دل کام کرنا چھوڑ دے تو مجھے الزام نہ دینا اور ان ساری باتوں کے ذمہ دار رابعہ صاحب آپ ہوں گے..... لیجئے میں اپنا کام شروع کرنے جا رہا ہوں۔“

میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ یہ بوڑھا بھوشن داس واقعی کچھ کر دکھائے گا کیونکہ وہ بڑے وثوق سے کہہ رہا تھا۔ اس نے اپنے سامنے ہڈی پر اپنا تھوڑا سا تھوک لگایا اور اپنی جیب سے ماچس نکال کر ایک تیلی جلائی اور اس کا شعلہ جب ہڈی کے کونے میں لگایا تو اس لمحے ایک نقطہ سا پہلے بنا پھر وہ آہستہ آہستہ بڑا ہوتا گیا اور پھر اس شعلے میں ایک بہت ہی خوفناک ہیبت ناک حیرت انگیز تحریر انگیز اور مہیب بھیا نک وجود نظر آنے لگا اس کی شاہت سے یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ وجود نہ

بارے میں اور کسی کو کیا پتہ کہ میرے اس پہلے کھیلے کپڑے کے تھلے میں کیلے جو سجھپا ہوا ہے۔“ بھوشن نے کہا۔

حصہ ۱۰: اگر رابعہ گیانی نے طریقہ اندازہ میں کہا۔
”آج میں بھی دیکھوں گا کہ تھوڑے اس تھیلے میں کیا موجود ہے۔“

یہ تمام باتیں سن کر بھوشن کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور وہ اپنے تھیلے میں کچھ تلاش کرنے لگا۔ چند منٹ کے بعد تھیلے میں سے یوسیدہ سی انسانی بازو کی ایک ہڈی نکال لی اور رابعہ لال کو دکھاتے ہوئے بولا۔
”یہ ہے وہ شکتی جس کے ذریعے میں وہ کر سکتا ہوں جس کے متعلق عام آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا اور دیکھتے ہی دیکھتے کسی کی زندگی کو تہہ دبالا بھی کر سکتا ہوں۔“ رابعہ نے کہا۔

”بھوشن یہ گیدڑ بھی کی بند کرنے جانے کس قبرستان سے یہ اٹھا کر لایا ہے اور ہمیں یہ قوف بنا رہا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمیں پاگل سمجھ رہا ہے بس اتنا ہی کافی ہے کہ مجھے تیری بنائی ہوئی شراب پسند آگئی ہے اس سے آگے تو کچھ نہ بول کہیں ایسا نہ ہو کہ اس معاملے میں تیری زبان تجھے ہلکا کر دے۔“

رابعہ گیانی کی باتیں سن کر بھوشن کا چہرہ یک لخت سرخ ہو گیا اور وہ بولا۔

”رابعہ صاحب! مجھے مجبور نہ کریں کہ میں اپنے غصہ پر قابو نہ رکھ سکوں اور آپ لوگوں کے سامنے کچھ کر بیٹھوں..... کیونکہ جب تیرا کمان سے اور گولی بندوق سے نکل جاتی ہے تو یقیناً نقصان پہنچاتی ہے۔ میں گیدڑ بھی کی نہیں دے رہا بلکہ حقیقت بیان کر رہا ہوں۔“

ہے اور اگر یہ کام تو نے کر دیئے تو میں جب تک جیوں گا تیرا احسان ماننا رہوں گا اور تیری خدمت کرتا رہوں گا۔" راجہ گیانی نے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔
 "لیکن یہ بات یاد رہے کہ میرے کام کے متعلق کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو اور کان میں تجھ سے علیحدگی میں بات کروں گا۔"

اگلے دن ریشم مجھ سے کہنے لگا۔
 "تو تیرا دوست ہے۔ میں تجھے ایک ضروری بات بتانا چاہتا ہوں اور یہ بات تو نے بھول کر بھی کسی کو نہیں بتلائی ہے۔ بات یہ ہے کہ راجہ صاحب نے بھوشن کو کہا کہ میرے بھائی نورت لال کو برباد کر دے اور اس کے بدلے میں تجھے تیرے تصور سے بڑھ کر منہ مانگی رقم دیوں گا۔ نورت تباہ و برباد ہو جائے گا بلکہ پاگل ہو کر مر جائے گا اور یہ کام کرنے کے لئے بھوشن نے ہامی بھری ہے۔"

اسی دوران نورت لال وکیل بن گیا اور وکیل بنتے ہی اس نے بڑے بھائی پر مقدمہ دائر کر دیا۔ تھوڑے عرصہ بعد اس کی شادی شعلہ نامی لڑکی سے ہو گئی۔ شعلہ چکر حسن تھی اس کے جسمانی خدو خال بڑے جاذب نظر اور بھڑکیلے تھے۔ اس پر راجہ گیانی لال کی شیطانی نظریں پڑیں تو اس نے بھوشن سے کہا۔

"اب وقت آ گیا ہے کہ تو ہڈی کا کمال دکھلا کر اس شعلہ کو میرے لئے دیوانہ کر دے۔" بھوشن نے دیوانے راجہ سے کہا۔

"پیٹر کو میرے ساتھ رکھو کیونکہ تم سب میں یہ سب سے زیادہ جگرے والا آدمی ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ میرا حوصلہ بلند تھا کچھ مجھے

ہے یا مادہ..... بڑی بڑی انگارہ برساتی آنکھیں سر پر بالوں کی جگہ گنجان تعداد میں منہ کھولے لہراتے ہوئے سپولے کھلے ہوئے جڑے جس میں دونوں نوکیلے دانت نظر آ رہے تھے اور اسی کے ساتھ دو شانہ لمبی لپٹاپاتی ہوئی زبان جس پر واضح تازہ خون نظر آ رہا تھا۔ پھر اس مخلوق نے اپنی بھاری بھرکم خوفناک آواز نکالی تو میری دھوتی گیلی ہو گئی۔ ہم اپنی جگہ بالکل ساکت و جامد ہو گئے تھے کہ جیسے پتھر کا بت اپنی جگہ بے حس و حرکت رہتا ہے۔ راجہ گیانی نشہ میں ہونے کے باوجود اندر سے منہ پڑکے تھے۔ شیوا رام بے ہوش ہو گیا تھا ریشم نے اپنا منہ چھپا لیا تھا اور میری زبان پر یسویج کا نام جاری تھا۔

رات کا اندھیرا کمرے میں مسلط تھا۔ ہم چاروں کو ہوش نہ تھا۔ جب ہمیں ہوش آیا تو ہم نے دیکھا کہ بھوشن داس ہمارے چہروں پر پانی چھڑک رہا تھا۔ پندرہ بیس منٹ بعد ہمارے حواس بحال ہوئے۔ یہ سن کر کہ۔

"اب وہ بلا چلی گئی ہے۔" بھوشن داس بولا۔
 "ہاں میرے مترادف دیکھ لی اس معمولی ہڈی کی شکتی یا اور دکھاؤں اس کی شکتی.....؟"
 گیانی لال تو ابھی تک سکتے کے عالم میں تھا۔ بھوشن کی آواز سن کر بولا۔

"بھوشن! بس کڑ میں نے تیری اور اس ہڈی کی شکتی دیکھ لی اگر تو نے اور کچھ دکھایا تو میری آتما میرا شریر چھوڑ کر چلی جائے گی۔ تو واقعی بلوان شکتی کا مالک ہے۔ تیرا ہناسہنا کھانا پینا دو ادارہ بلکہ تمام اخراجات میرے ذمے ہیں۔ میرے کچھ کام ہیں جسے تو نے کرنا

نوٹوں کا لالچ تھا کیونکہ مجھے ریشٹھ نے کہا تھا کہ۔

”تو اپنی زبان بند رکھنا راجہ صاحب تجھے ابھی خاصی رقم دیں گے۔“ اب بھوشن مجھے روزانہ اپنے کمرے میں لے جاتا تھا اور کہتا تھا کہ۔

”تجھ میں اگر ہمت ہے تو اس شکتی کو بے شک دیکھ لے ورنہ اپنی آنکھیں بند رکھنا۔“

میرا کام یہ تھا کہ جب بھوشن کچھ زور زور سے پڑھتے ہوئے اس ہڈی کو ہلاتا تھا تو اس کے اور میرے سامنے ناقابل بیان بڑی خوفناک مخلوق بیولہ کی صورت میں نمودار ہوتی جسے دیکھ کر وہ خود بھی غم حال ہو جاتا تھا۔ پھر میں جب ہڈی گھماتا تو وہ چونک پڑتا اور اس کی غنودگی ختم ہو جاتی تھی بات ہے کہ میں نے اس مخلوق کو کبھی بخور نہیں دیکھا تھا نہ ہی مجھ میں ہمت تھی۔ جب وہ اپنا عمل پڑھتا تھا تو سارا کمرہ گرمی سے تپنے لگتا تھا۔

اس نے ہڈی کے ذریعہ نہ جانے کیا جادو کیا کہ نورت لال کے حق میں ہوتا ہوا عدالتی فیصلہ بدل گیا اور ایسے واقعات ہوئے کہ راجہ نورت لال نہ صرف مقدمہ ہار گیا بلکہ شعلہ جو اس کی بیوی تھی وہ راجہ گیانی لال کی طرف منتقل ہو گئی۔ بعد میں راجہ نورت لال کو بھوشن نے جادو کے ذریعے اس کی ایسی حالت کر دی تھی کہ اس نے شعلہ پر بدچٹنی کا الزام لگا کر اسے چھوڑ دیا۔ تو کچھ عرصہ بعد گیانی لال نے اس سے شادی کر لی جبکہ اس کی اپنی پہلی بیوی نے خود بھی اور اپنے بچے کو زہر دے کر زندگی کا خاتمہ کر لیا تھا۔ راجہ نورت لال کو اس کے ایک کلائنٹ نے غصہ میں آ کر گولی مار دی۔ اس کی وجہ مجھے معلوم نہ ہو سکی۔

بہت بعد میں ریشٹھ نے مجھے بتلایا کہ۔

”اس میں بھی بھوشن داس کا کمال تھا۔“

اب گیانی لال کو کوئی بھی روکنے اور ٹوکنے والا نہیں تھا۔ گیانی لال نے اپنی مرضی کے مطابق سب کچھ حاصل کر لیا تھا۔ گیانی لال کو اپنے بھائی کے حصے کی ساری جائیداد ہتھیانے کا موقع مل گیا تو گیانی لال نے مجھے اور ریشٹھ کو اس زمانہ میں جب سونا 40 سے 50 روپے تو لے تھا۔ ہم دونوں کو پندرہ پندرہ ہزار روپے دیئے۔ بعد میں شیوا رام جو اس کا خاص آدمی تھا اسے بیس ہزار روپے زبان بندی اور اس بھیا تک منصوبہ میں شمولیت کے لئے بطور انعام دیئے۔ آخر میں راجہ نے بھوشن داس سے کہا۔

”میرا آخری کام یہ ہے کہ تو میری لمبی عمر کے لئے اپنے قابو میں شکتی سے کہہ۔“ یہ سن کر بھوشن نے کہا۔

”میں آپ کا یہ کام کر تو دوں لیکن اس میں آپ کی بھلائی نہیں ہے کیونکہ لمبی عمر کے لئے ضروری ہے کہ اس شکتی کو اپنے قابو میں رکھا جائے اور وہ آپ کے لئے ممکن نہیں ہے۔“

لیکن راجہ گیانی لال نہیں مانا وہ بھوشن کے پیچھے پڑ گیا اور بولا۔

”تو میری لمبی عمر کے لئے کچھ کر۔۔۔ یا پھر اپنے قابو میں شکتی سے میری عمر طویل کرادے۔“

بالآخر اس بوڑھے بھوشن نے اس کی طویل عمر کرنے کا کوئی نہ کوئی اوپائیے کیا۔۔۔

اب راجہ کلی طور پر جائیداد باغات کا مالک تھا اس کے ساتھ ساتھ بھائی کی جوان خوبصورت بیوی

شعلہ کا دل بھی اس کے قابو میں تھا۔

رمیش اپنے آبائی شہر پٹنہ چلا گیا جبکہ میں اپنے گھر آ گیا۔

1947ء میں جب پاکستان بنا تو میں پاکستان آ گیا۔ یہاں مجھے میونسپل کمیشن میں سوئپر کی جاب ملی۔ یہاں میری شادی ہوئی اور ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام میں نے نکسن رکھا۔ میری بیٹی کینسر کے مرض میں مبتلا ہو کر مری۔ نور و سپہ مجھے گیانی لال نے دیا تھا وہ سب اکارت گیا۔ مجھے میرے گناہوں کی سزا مل گئی۔

1960ء میں جب میں اپنے آبائی شہر میسور گیا اور جب پرانے بچے دنوں کی یاد آئی تو میں نے سوچا کہ میں ذرا راجہ گیانی سے ملوں۔ میں جب اس کی حویلی میں پہنچا تو میں نے ہوکا عالم پایا۔ حویلی ویران ہو چکی تھی۔ گیٹ کے باہر سوٹا تالا میرا منہ چڑھا رہا تھا۔ میں نے حیرانی کے عالم میں یہ عجیب منظر دیکھا۔

کافی دیر تک میں نے حویلی کا جائزہ لیا اندر سے مجھے خوفناک پراسرار انداز میں شائیں شائیں کی آوازیں محسوس ہو رہی تھیں۔ میرا دل ہولنے لگا۔ میرے نگاہوں کے سامنے وہ کوٹھڑی بھی تھی جہاں میں نے ریشم شیوا رام اور اس بوڑھے عامل کے ساتھ وقت گزارا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے ماضی گھومنے لگا۔ ابھی میں ماضی کے درپچوں میں جھانک ہی رہا تھا کہ اچانک میرے کندھے پر کسی نے لرزتا ہوا ہاتھ رکھا۔ میں نے اچانک چونک کر دیکھا۔ تو میرے سامنے بھوشن داس کھڑا تھا۔ اس نے میری جانب حیرت سے دیکھا اور میں نے اسے حیرت سے دیکھا۔ میں نے پوچھا۔

”راجہ گیانی لال کہاں ہیں؟“ اس پر اس نے کہا۔

”کب کا مر کھپ گیا سالا۔ لالچی شرابی طویل عمر کا رسیا خود غرض انسان۔۔۔ اسے میں نے منع کیا تھا کہ تو نے سب کچھ حاصل کر لیا ہے لیکن طویل عمر کی تمنا نہ کر لیکن وہ نہ مانا وہ جتنا عرصہ بھی جیا بنا رہا پریشان ہی رہا۔ وہ آخر میں اتنا پاگل ہو گیا تھا کہ ہر لمحے اپنے گناہوں کے نہ صرف معافی مانگتا تھا بلکہ موت کا دلی طلب گار تھا۔ شعلہ اس سے تنگ آ کر اسے چھوڑ گئی۔ اس نے جانا ہی تھا۔ میں نے اس کے دل میں جتنا راجہ کی چاہت کا پٹرول ڈالا تھا وہ ختم ہو گیا تھا۔ اس کی چاہت نفرت میں بدل گئی تھی اور راجہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔“

اور یہ حویلی کس کے پاس ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”اس نے شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ مجھے گین کے کولے میں لگی تختی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”اسے بغور دیکھو اب یہ حویلی میری ہے۔“ میں نے دیدے پہاڑ کر دیکھا۔۔۔ جہاں جلی حروف میں لکھا تھا۔

”بھوشن داس۔“

بھوشن نے مجھے بالکل ہی نظر انداز کر دیا۔ اس نے مجھے بیٹھنے تک کا نہ پوچھا۔ میں اپنا دل موس کر واپس لوٹا۔ لیکن مجھے ایک بات سمجھ میں نہ آئی۔ وہ یہ کہ۔

”بھوشن داس کی طویل عمر کا راز کیا تھا؟“

حوہلی کا آسب

سینہ... نور رھاوی

کہ آج تم نے کیا تحقیقات کیں۔ خسرو نے بتایا تھا کہ تم آج ارجمین پور گئے تھے۔

جی ہاں۔ زماں نے کہا۔

آج وہاں جانے کے میرے دو ہی مقصد تھے۔ ایک تو میں اس آبی عمارت کو دیکھنا چاہتا تھا اور دوسرے وہاں کے دیہاتیوں سے مل کر قطب شاہ کے بارے میں ان کی رائے جاننا چاہتا تھا۔

پھر۔۔۔؟ فارحہ نے بے چینی سے پوچھا۔

وہاں بیلیس دیہات ہیں۔ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ میں ایک ہی دن میں ایک ایک گاؤں میں جا کر وہاں بھی سے گفتگو کر لیتا لیکن مجھے جتنے لوگوں سے بات کرنے کا موقع ملا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ قطب شاہ ان آسمان کے تلبے واقعی ناپسندیدہ شخصیت ہیں۔

گویا اشرف نے مجھے غلط نہیں بتایا تھا۔ فارحہ پھر بول پڑی۔

آپ اس سے تو ملے ہی ہوں گے؟

منا تو چاہتا تھا لیکن وہ اپنے گھر پر نہیں تھا۔ اس کے باپ نے بتایا کہ وہ کسی کام سے شہر گیا ہے۔

خسرو بولا۔

وہ تو یہی کہہ کر گیا تھا کہ اپنے گھر جائے گا۔

گھر تو وہ گیا ہو گا۔ فارحہ بولی۔

شام کوئی وی سے یہ خبر نشر بھی ہو گئی کہ الطاف رشید کی پوسٹ مارٹم رپورٹ سے پتا چلا تھا کہ موت سے قبل الطاف رشید کے جسم نے بے پناہ الیکٹرک شاک برداشت کئے تھے۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ ہی کی روشنی میں پولیس کے ترجمان نے بھی کہا تھا کہ اگر اتنے زیادہ الیکٹرک شاک کسی انسان کو دیئے جائیں تو وہ ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے موت کو بھی آسان سمجھ لیتا ہے لہذا تشدد کرنے والے اس سے وہ پرچہ لکھوائے میں کامیاب ہو گئے ہوں گے۔

شام کو چائے پر ارباب فارانی 'فارحہ اور خسرو اسی موضوع پر گفتگو کرتے رہے۔ انہیں بڑی شدت سے زماں آفندی کا انتظار بھی تھا۔

زماں اس وقت آیا جب وہ تینوں کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ خود زماں بھی کھانا کھا کر آیا تھا اس لیے اس نے ان تینوں کے ساتھ چائے پی۔

فارحہ نے اس سے شکایت شروع کی کہ بھائی ایسے تو نہیں ہوتے جو مہینوں تک بہن کی خبر تک نہ لیں۔

زماں ہنس کر اسے کوئی جواب دینے ہی والا تھا کہ ارباب فارانی بول پڑے۔

تم ان فضول باتوں میں نہ پرو بیٹے تم تو یہ بتاؤ



میں فارد کو اپنے ساتھ اس آبی غارت میں
لے جانا چاہتا ہوں۔ مجھے خسو سا "وہ کمرہ دیکھنا ہے
جہاں سے فارد نے کسی کے رونے کی آواز سنی
تھی۔

ہاں ہاں ضرور لے جاؤ تمہاری وجہ سے مجھے
اطمینان ہو گیا کہ فارد کبھی خطرے میں نہیں پڑ
سکتی۔ کب جاؤ گے تم؟

لیکن جب وہ اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہا ہوتا
گھر پر رکنا اس کی حماقت ہی ہوتی۔ وہ اپنے گھر
وانوں سے شہر کے کسی کام کا بہانہ کر کے گھر سے
غائب ہوا ہو گا۔

مجھے آپ سے ایک اجازت لینا ہے۔ زماں نے
اچانک ارباب فارانی سے کہا۔
کیسی اجازت؟

ابھی۔

فارحہ پر جوش ہو گئی لیکن ارباب فارانی نے کہا۔

بیٹے تم آج دن بھر کے تھکے ہوئے ہو۔

اس کی کوئی اذیت نہیں ہے۔ زماں نے اس کی بات کالتے ہوئے کہا۔

ہم لوگوں کی زندگی ایسے ہی گزرتی ہے کہ سونے کی تو کیا کھانے پینے کی مہلت بھی نہیں ملتی۔ ایک بار تو میں تین دن اور دو راتیں مسلسل جاگ چکا ہوں۔

اسی محنت کے تمہیں اتنی جلدی اتنی ترقی بھی دی ہے۔ خسرو بولا۔

فارحہ تم تو تیار ہو نا؟ زماں نے پوچھا۔

میں کیوں تیار نہیں ہوں گی زماں بھیا میرا تجسس تو مسلسل بڑھتا جا رہا ہے۔ تم بھی ہمارے ساتھ چلو نا خسرو۔

میں بھائی۔ خسرو نے کہا۔

صبح یونیورسٹی کی چھٹی نہیں ہے کہ میں رات کو جاؤں۔ تم اپنی ہوسٹل کو لے جاؤ۔

ٹھیک ہے ہم اکیسے ہی چھ بجے جائیں گے۔

یہاں سے تو تم میرے ساتھ اکیلی ہی چلو گی۔ زماں نے کہا۔

لیکن وہاں پولیس بھی ہو گی۔

تو کیا باقاعدہ ریڈ؟

ہاں۔ زماں نے کہا۔

میں چاہتا تو یہی تھا کہ آج چھپ کر اس عمارت میں داخل ہوا جائے لیکن عمارت کے گرد قطب شاہ نے اپنے آدمیوں کا پہرا لگوا دیا تھا۔

ہاں۔ فارحہ نے کہا۔

قطب شاہ صاحب نے مجھ سے بھی کہا تھا کہ وہ ایسا کریں گے تاکہ کوئی اس عمارت میں جا کر کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے۔

زماں نے ارباب فارانی سے پوچھا۔

قطب شاہ کے بارے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے؟

بھئی مجھے تو وہ ایک عام سا آدمی لگا۔ اب تم ہی بتانا سکو گے کہ وہ اچھا آدمی ہے یا نہیں۔

ان کی ایک عادت تو ایسی ہے جسے برا کہا جاسکتا ہے۔ فارحہ بولی۔

وہ تشدد کر کے خوشی حاصل کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔ میں نے پولیس کو جو بیان دیا تھا اس میں میرا یہ مشاہدہ نہیں ہے۔

وہ کیا ہے؟ زماں اس کی طرف ہنس تہن گوش ہو گیا۔

خسرو سے تو میں اس موضوع پر بات بھی کر چکی ہوں۔

فارحہ نے کہا اور پھر اس نے زماں کو بھی قطب شاہ اور خرگوشوں کے شکار کی کہانی سنادی۔ زماں بوڑھایا۔

ہو سکتا ہے یہ فطرت است اپنے باپ سے ورثے میں ملی ہو۔

کیا اس کا باپ بھی ایسا ہی تھا؟ ارباب فارانی نے چونک کر پوچھا۔

جی ہاں کچھ ایسی باتیں بھی معلوم ہوئی ہیں۔

زماں نے کہا۔ لیکن وہ بوڑھے کے بیان کو ایک پیشہ ورانہ راز سمجھتا تھا اس لیے بات اڑا دیا اور

گھڑی دیکھ کر فاراد سے ہوا۔

ہمیں اب چھنا چاہیے بارہ ساڑھے بارہ بجے
تک ہمیں وہاں پہنچنا ہے۔

ملنے۔ فاراد نے کہا۔

مجھے کوئی تیاری نہیں کرنا۔

دو منٹ بعد ہی ارباب فارانی اور خسرو نے ان
دونوں کو رخصت کیا۔

زماں کی کار جب کوٹھی کے احاطے سے نکل
رہی تھی تو فاراد ہنس کو بولی۔

یہاں میری ٹاک میں لگے ہوئے لوگ فائر نہ
کھول دیں۔

میں اس بات کی طرف سے غافل نہیں رہا
ہوں۔ زماں نے میسر کر کہا۔

یہاں میرے محکمے کے آدمی پھیلے ہوئے ہیں۔
نظر تو کوئی نہیں آ رہا۔

اگر وہ نظر آ جائیں تو انہیں میرے محکمے کے
بجائے کسی چاندو خانے سے متعلق کہا جاسکتا ہے۔

زماں نے ہنس کر کہا۔

فاراد بھی ہنس دی۔

اس عمارت کے بارے میں تمہارا کیا خیال
ہے؟ زماں نے پوچھا۔

میں اشرف کے اس خیال سے متفق ہوں کہ
بعض جرائم پیشہ افراد کسی ویران عمارت کو اپنی

شعبہ بازیوں سے آہی بٹا کر لوگوں کو اس سے
دور رہنے پر مجبور کر دیتے ہیں اور اسے اپنا ٹھکانا بنا

لیتے ہیں۔

اور اشرف کے خیال کے مطابق یہ کام قطب
شاہ کا ہے۔

اسے یہی شبہ ہے کہ اس کی مسکن حیدر
اور اس کے باپ کو اسی عمارت میں قید کیا گیا ہو گا
فاراد نے کہا۔

اگر ہم اشرف کی اس بات پر یقین کر لیں تو میرا
خیال ہے کہ قطب شاہ اس قسم کے کاموں کے
لیے اپنے ملازمین کو خود اذکامات نہیں دیتا ہو گا۔
تو پھر اور کون دے گا؟

قطب شاہ کا ایک پرانا ملازم ہے بھانوی ہے اس کا
نام۔ فاراد نے کہا۔

میں نے پولیس کو جو بیان دیا تھا اس میں بھانوی کا
ذکر بھی تھا۔

بھانوی۔ زماں بڑبڑایا۔

اس کا حدود اربعہ کیا ہے؟

فاراد نے وہی کچھ دہرایا جو قطب شاہ نے بتایا
تھا۔

بھانوی۔ زماں پھر بڑبڑایا۔

اس نام سے کسی عجیب اخلت شبہ کا تاثر
ابھرتا ہے۔

یہ شکئے ناکہ بھانوی کا محور ابھرتا ہے۔ فاراد
ہنسی۔

لیکن ایسا ہے نہیں وہ ہمیں بتیں سال کا ایک
صحت مند آدمی ہے۔ اس کا حلیہ ضرور ایسا تھا جو

مجھے اچھا نہیں لگا۔ اس کے چہرے کے نقش و نگار
بھی عام آدمیوں جیسے نہیں لیکن اس کی آنکھیں

میں اب تک نہیں بھولی۔

کیوں۔۔۔؟

بڑی موٹی موٹی آنکھیں ہیں اور ایسی جیسے خون
میں ڈوبی ہوئی ہوں۔ میں نے ایسی آنکھیں

تصویروں میں ان قالموں اور ڈاکوؤں کی دیکھی ہیں جن کو عدالتوں سے عرقید یا پھانسی کی سزائیں سنائی گئی ہیں۔

اسے بھی چیک کرنا پڑے گا۔ زمیں نے سر ہلایا اور پھر اپنی گھڑی میں وقت دیکھا۔ فارہ بولی۔
پولیس کی گاڑیاں تو ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔
اس کا بندوبست کرنے کے بعد ہی میں تمہارے سحر آیا تھا۔ زمیں نے جواب دیا۔

گیارہ بجے سے ساڑھے گیارہ بجے کے درمیان پولیس کی گاڑیاں اس عمارت سے ایک میل کے فاصلے پر رکی ہوئی ہوں گی۔ میرے محلے کے دو دو آدمی اس عمارت کے قریب موجود ہوں گے لیکن اس طرح کے قطب شاہ کے پیرے داروں کی نظر میں نہ آسکیں۔ ان کے پاس وائرلیس بھی ہے۔ اس کے ذریعے وہ پولیس کو عمارت سے آنے والی آوازوں اور روشنیوں کے جھماکوں کے بارے میں رپورٹ دیتے رہیں گے۔

فارہ سر ہلا کر کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی پھر اس نے کہا۔

میں نے جس کمرے سے رونے کی آوازیں سنی تھیں اس بارے میں آپ کو کسی قسم کا شبہ ہے؟

اگر کوئی اس عمارت کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے تو اس کمرے میں شاید کوئی قیدی ہو جو تمہاری آواز سن کر سہم گیا ہو۔

تو پھر یہ بھی ممکن ہے کہ اسی بات کو چھپانے کے لیے مجھے ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ اس کا امکان تو ہے۔

لیکن وہ لوگ یہ بھی جان چکے ہیں کہ میں بچ گئی ہوں لہذا ممکن ہے انہوں نے اس قیدی کو وہاں سے ہٹا دیا ہو۔

اس صورت میں بھی وہاں سے کوئی ایسا سراغ مل سکتا ہے جس سے اندازہ ہو جائے کہ وہاں کوئی قید تھا۔

اسی نوعیت کی باتیں کرتے ہوئے سفر کٹ گیا اور زمیں کی کار پولیس کاروں کے پاس جا رکی۔ ٹھیک ہے۔ زمیں نے پولیس افسر سے کہا۔ ایکشن بہت تیزی سے لینا ہے۔ اگر اس عمارت میں یہ شعبہ کے کرنے والے موجود ہوں تو ان میں سے کسی کو بھی بچ کر نہیں نکلنا چاہیے۔ عمارت کو چاروں طرف سے گھیرنے میں لینے کی ضرورت نہیں۔

میں سب ہدایت دے چکا ہوں جناب۔ پولیس افسر نے کہا۔
بس تو پھر روانگی۔

زمیں نے گہا اور اپنی کار کا انجن پھر اشارت کر دیا۔ اس وقت فارہ خالصے یہاں میں جٹکا ہو چکی تھی۔

ایکشن بہت تیزی سے لیا گیا۔ پولیس کی ورویاء دیکھ کر قطب شاہ کے ملازم پیرے دار انہیں روکنے کی ہمت نہیں کر سکے۔ سرعت کے ساتھ عمارت کے گرد محاصرہ قائم ہوا اور سامنے کے دروازے سے پولیس عمارت میں داخل بھی ہو گئی۔ آگے آگے زمیں اور ایک پولیس افسر کے ساتھ فارہ بھی تھی۔

روشنی کے جھماکے کیونکہ اوپری منزل کے کمروں میں ہو رہے تھے جنہیں ان کی کھڑکیوں سے دیکھا جاسکتا تھا اس لیے زماں فارحہ کے ساتھ کچھ پولیس والوں کو لے کر تیزی سے زینے طے کرنے لگا۔

پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق عمارت میں داخل ہونے والی پولیس کی تین چوتھائی نفری عمارت کے نچلے حصے ہی میں پھیل گئی تھی۔ ان سب کے پاس راتھکوں کے ساتھ تیز روشنی کی بڑی ٹارپیں بھی تھیں جن کی روشنی میں فارحہ کو پولیس والوں کے چہروں پر خوف زدگی کے تاثرات دکھائی دیئے تھے کیونکہ عمارت کے مختلف حصوں سے مختلف نوعیت کی آوازیں اس وقت بھی سنائی دے رہی تھیں۔ رونے کی آوازیں، مسکیوں کی آوازیں، چیخوں کی آوازیں، ٹھنڈے دھڑوں کی آوازیں۔

فارحہ اس وقت بیجان میں تو تھی لیکن اسے خوف نہیں محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ وہ اس وقت اکیلی نہیں تھی۔

پولیس اوپری منزل کے چاروں کمروں میں پھیلی گئی۔ زماں اور فارحہ کے ساتھ چار مسلح کانسٹیبل ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ زماں کے ہاتھ میں اس وقت واک ٹانکی بھی تھا جس پر وہ دوسرے پولیس افسروں سے رابطے میں تھا۔

کمرہ چار ٹارپوں کی روشنی میں صاف نظر آ رہا تھا۔

یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔ زماں بڑبڑایا۔
فارحہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھ

رہی تھی اور چاروں کانسٹیبلوں کی سوالیہ نظریں زماں کے چہرے پر تھیں۔

زماں واک ٹانکی پر دوسرے پولیس افسران سے رپورٹ لینے لگا۔ اوپری منزل پر آنے والی پارٹی کے ان لوگوں کو بھی کوئی دکھائی نہیں دیا تھا جو باقی کمروں میں گئے تھے اور پگلی منزل سے اطلاع ملی تھی کہ اب آوازیں سنائی دینا بھی بند ہو گئی تھیں۔ عمارت میں بالکل سناٹا چھا چکا ہے۔

زماں فارحہ کی آنکھوں میں دیکھا ہوا بہت بڑا لیکن اس کا اندازہ ایسا نہیں تھا جیسے اس نے یہ بات فارحہ سے کہی ہو۔

روشنی کے جھماکے بھی بند ہو گئے ہیں۔ فارحہ نے دھیرے سے کہا۔

زماں کے چہرے سے غور و فکر کا اظہار ہو رہا تھا اور اس کی نگاہیں چاروں طرف چکرارہی تھیں۔ وہ یہ فیصلہ کرنے سے قاصر نظر آ رہا تھا کہ اس کا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے۔

اچانک کانسٹیبلوں کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔ فارحہ بھی اچھل پڑی کیونکہ اس وقت اچانک کمرے میں روشنی مست تیز جھماکا پھر ہوا تھا۔ ان سب کی آنکھوں میں خیرہ کن بجلی سی کوند گئی تھی۔

اس وقت فارحہ کے دل کی دھڑکنیں بھی تیز ہو گئیں۔ اس نے زماں کا ایک بازو بڑی سختی سے پکڑ لیا۔

زماں واک ٹانکی پر دوسرے پولیس افسران سے پھر باتیں کرنے لگا تھا۔ معلوم ہوا کہ دوسرے کمروں میں بھی روشنی کے جھماکے ہوئے تھے اور

ٹہلی منزل پر آوازیں پھر سنائی دینے لگی تھیں مگر اب ان میں پہلے جیسا تسلسل نہیں رہا تھا وقت آ گئے تھے۔

گھبراؤ نہیں فار۔

زماں نے اپنے بازو پر جما ہوا فار۔ کا ہاتھ تھپکا۔ تم تو بہت بہادر لڑکی ہو۔

میں گھبرا نہیں رہی ہوں زماں بھیا لیکن۔ فار۔ کا ہاتھ اوچھوڑا رہ گیا۔ روشنی کا جھماکا پھر ہوا۔

آئندہ پندرہ منٹ میں یہ بات واضح ہوگئی۔ اس عمارت کے واقعاتی پراسرار معمولات میں بس اتنا فرق آیا تھا کہ روشنی کے جھماکے پہلے جیسے تسلسل سے نہیں ہو رہے تھے اور آوازیں بھی مستقل سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ کبھی کسی طرف سے سسکیاں سنائی دیتیں، کبھی کسی طرف سے رونے یا چیخنے کی آواز آتی اور کبھی کسی طرف سے تشہیروں کی جھنکار سنائی دیتی۔

سوال۔ کانشیلوں اور دو سب انسپکٹروں کو اوپری منزل کے کمروں میں پھوڑ کر زماں، فار۔ کے ساتھ نیچے آگیا۔

اب تک ان لوگوں میں سے کسی کو نہ تو کوئی خوف ناک چیز دکھائی دی تھی اور نہ انہیں کسی قسم کا نقصان پہنچا تھا۔

یہاں کا آسیب یا رو میں خاصی پراسن معلوم ہوتی ہیں۔

زماں دھیرے سے ہنس۔ شاید وہ اس طرح ماحول کا تاؤ کم کرنا چاہتا تھا لیکن اسے فوری طور پر اپنا یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکا۔ ابھی کے چہروں

پر غمی کہانی 40 جون 2014ء

پر متحمران سنجیدگی قائم رہی۔

زماں نے تین مختلف جگہوں پر چاک سے نشانات لگائے۔ یہ وہ مقامات تھے جہاں سے کسی نہ کسی قسم کی آوازیں سنائی دز تھیں۔

گجڑیوں سے کدال منگوائیں۔ زماں نے ایک پولیس افسر سے کہا۔

پولیس آفیسر اپنی واک ٹاکی پر کسی کو کدالوں کے لیے ہدایت دینے لگا۔ فار۔ بولی۔

کیا آپ ان دیواروں کو کھدوانا چاہتے ہیں زماں بھیا۔

ہاں۔ زماں نے کہا۔ اگر ان دیواروں میں اسپیکر چھپے ہوئے ہیں تو ان کا پتا اسی طرح لگا جاسکتا ہے۔

آوازیں تو اور جگہوں سے بھی سنائی دے رہی ہیں۔

اگر ان تین جگہوں۔ اسپیکر برآمد ہو گئے تو میں ساری عمارت ہی کھدواؤں گا۔

اسی وقت واک ٹاکی پر کسی نے زماں کو اطلاع دی کہ قطب شاہ آگیا ہے اور دروازے کے قریب موجود ہے۔ اسے پولیس نے اندر داخل نہیں ہونے دیا تھا۔

میں خود باہر آ کر اس سے بات کرتا ہوں۔ زماں نے جواب میں کہا۔

قطب شاہ کو اس کے ملازمین ہی نے پولیس ریڈ کی اطلاع دی ہوگی۔ فار۔ بولی۔

ظاہر ہے۔ زماں نے کہا۔ لیکن یہ اچھا ہی ہوا کہ وہ آگیا۔ یہ عمارت اس کی ملکیت ہے اور میں یہاں کھدائی کروانا چاہتا

ان دیواروں میں اسپیکرز لگے ہوئے ہیں تو انہیں
ٹوٹنا پھوٹنا نہیں چاہیے۔ اس طرح کھدائی میں دیر
تو لگے گی لیکن یہ ضروری ہے۔
بستر ہے۔

فارحہ نے زماں سے کہا۔
پولیس کی گاڑیوں میں کد ایس بھی لائی گئیں
تھیں؟

ہاں۔ زماں نے کہا۔
یہ بات میرے پروگرام میں شامل تھی کہ ان
مقامات کی کھدائی کرواؤں گا جہاں سے آوازیں
سنائی دیں گی۔

اور۔۔۔۔ روشنی کے وہ جھماکے؟
ان کا جب بھی دیکھنا ہو گا۔ پہلے تم ذرا مجھے اس
کمرے تک لے چلو جہاں تمہیں کسی کے رونے
کی آواز سنائی دی تھی۔
چلئے۔

فارحہ 'زماں کو اس کمرے کی طرف لے جانے
لگی۔ زماں نے واکي ٹاکی پر اوپری منزل کے کسی
پولیس افسر سے بات کی۔ پتا چلا کہ وقفے وقفے
سے روشنی کے جھماکے جاری تھے۔ اسی طرح ٹہلی
منزل پر وہ آوازیں بھی وقفے وقفے سے سنائی دے
رہی تھیں۔ اس پر اسرار ماحول میں فارحہ کو
پولیس کی تمام سرگرمیاں اور نقل و حرکت بڑی
عجیب سی لگ رہی تھی لیکن اس نے یہ بھی
محسوس کیا تھا کہ اب پولیس والے پہلے کی طرح
زیادہ خوف۔ زدہ نظر نہیں آ رہے تھے۔

فارحہ نے زماں کو ایک کمرے کے دروازے پر
لے جا کر کھڑا کر دیا۔

ہوں۔ اب رسا اس سے اجازت بھی لے لوں
گا۔ تم یہیں رکو میں اس سے مل کر آتا ہوں۔

فارحہ اس کے ساتھ جانا چاہتی تھی لیکن اس
خیال سے چپ رہی کہ زماں نے کسی مصلحت سے
ہی اس کو اپنے ساتھ لے جانا مناسب نہیں سمجھا
ہو گا۔

وہ وہاں اکیلی بھی نہیں تھی اور پولیس والے
بھی موجود تھے۔

زماں کی واپسی میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ واپس
آکر اس نے فارحہ کو بتایا۔

اس نے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کیا کہ
پولیس اس کی اجازت کے بغیر اس عمارت میں
تھیں۔ وہ بس تشویش کا اظہار کر رہا تھا کہ عمارت
کا آسیب پولیس کے لیے کسی نقصان کا سبب نہ
بن جائے۔ میں نے اس سے چند جگہوں کی کھدائی
کی اجازت بھی لے لی ہے اور اس سے درخواست
کی ہے کہ جب تک پولیس آپریشن جاری ہے وہ
اس عمارت سے دور ہی رہے بلکہ اپنی حویلی واپس
چلا جائے۔

تو کیا رہ؟

ہاں وہ چلا گیا۔

زماں نے فارحہ کی بات کانتے ہوئے کہا پھر اس
نے پولیس افسر سے پوچھا۔

کد ایس آگئیں؟

جی ہاں سر۔

جہاں میں نے نشان لگوائے ہیں وہاں کی
کھدائی شروع کرا دیں لیکن اس بات کا خیال رکھنا
ہو گا کہ کد ایس زیادہ زور سے نہ چلائی جائے۔ اگر

یہ ہے وہ کمرہ۔ وہ بولی۔

زماں نے دروازے کو دھکا دیا۔ وہ اندر سے بند نہیں تھا لیکن اس کے کھلنے سے چرچاہٹ کی خاصی تیز آواز ہوئی۔ زماں نے نارچ روشن کرتے ہوئے کمرے میں قدم رکھا۔ اس کے پیچھے فارحہ بھی کمرے میں داخل ہوئی۔

کمرے میں کسی قسم کا سامان نہیں تھا۔ فرش گرد سے اتنا ہوا تھا۔ میلی چھت اور دیواروں پر مکڑی کے جالے لگے ہوئے تھے۔ گرد سے اٹے ہوئے فرش پر صرف ان غیر معمولی قدموں کے نشانات دکھائی دیتے جو فارحہ پہلے بھی دیکھ چکی تھی۔

سنانے میں دور کسی گاؤں سے بھرکی اذان کی آواز آئی جس کے ساتھ یہ اس عمارت میں پر اسرار آوازوں کا سلسلہ بند ہو گیا اور جھماکے بھی رک گئے۔

جن مقامات پر زماں نے نشانات لگائے تھے وہاں کی کھدائی بھی اس حد تک ہو چکی تھی کہ آریار بڑے بڑے سوراخ ہو گئے تھے لیکن اسپیکرز یا کسی بھی قسم کی کوئی چیز نہیں ملی تھی۔

فارحہ نے زماں کے چہرے پر متحکمان اور مایوسی کے آثار دیکھے تو بول پڑی۔

اب آپ خالصہ تھکے ہوئے نظر آ رہے ہیں بھیا۔

نہیں فارحہ۔ زماں بولا۔

وہ دراصل جب میں کوئی کام کرتا ہوں اور میری توقع پوری نہیں ہوتی تو دیکھنے والوں کو یہی

محسوس ہوتا ہے کہ میں تھک گیا ہوں۔

اب تو یہی ثابت ہوا ہے بھیا کہ یہ عمارت واقعی آسیب زدہ ہے مگر یہ آسیب ہم انسانوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچاتا چاہتا۔

اب جبکہ ہم اکیسویں صدی میں قدم رکھنے والے ہیں ایسی باتوں پر یقین کر لینا مستحکم خیال لگتا ہے۔

میں اس قسم کے معاملوں میں داخل مل یقین سی تھی لیکن اب تو ماننا پڑے گا کہ کچھ ایسی ماورائی چیزیں ہیں ضرور جن پر عقل کی گرفت نہیں ہو پاتی۔ ساری دنیا میں ہی کہیں نہ کہیں ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں جن کی خبریں بھی شائع ہوئی ہیں اور یہ اعتراف بھی کرنا ہی پڑے گا کہ سائنس کے میدان میں مغرب ہم سے کبھی زیادہ آگے ہے لیکن وہ لوگ بھی ان واقعات کی کوئی سائنسی توجیہ پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں۔

زماں کچھ نہیں بولا۔

اب کیا کرنا ہے سر؟ ایک پولیس افسر نے پوچھا۔

واپس۔

زماں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اس کے لمبے میں بڑی مایوسی تھی پھر اس نے فارحہ سے کہا۔

تمہارے یہ سب خیالات درست لیکن قدموں کے وہ عجیب سے نشان میرے ذہن میں نقش بن کر رہ گئے ہیں۔ آسیب کموں یا روہیں وہ مادی تو نہیں ہوں گی ناکہ ان کے قدموں کے نشانات بن جائیں اور وہ بھی چند مقامات پر۔

ایک نقش میرے ذہن میں بھی ہے۔

فاردہ نے اس وقت کہا جب وہ زماں کے ساتھ اس کی کار کی طرف بڑھ رہی تھی۔

میرا کیمرو ان نشانات کی تصویریں کھینچے میں کیوں ناکام رہا۔

یہ سارا معاملہ مختلف پہلوؤں سے مختلف انداز میں اُبھرا ہوا ہے۔ تم گھر چل کر اپنا وہ کیمرو مجھے

دے دینا۔

ہاں لے لیجئے گا۔

زماں نے کیمرو کے بارے میں دو تین سوال اور بھی کئے۔ فاردہ جواب دیتے ہوئے اس کے

ساتھ کار میں بیٹھ گئی۔ پولیس والے بھی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ رہے تھے۔ زماں اپنی کار ان سے

پہلے ہی حرکت میں لے آیا۔

بارش کے کچھ آثار دکھائی دے رہے ہیں زماں بھیا۔

ہاں۔ زماں نے کہا۔

اسی لیے میں نے کار کی رفتار اتنی زیادہ بڑھا رکھی ہے ہم بارش کے آغاز سے پہلے ہی شہر یا شہر کے قریب پہنچ جائیں تو اچھا ہے۔

جب وہ شہر پہنچے تو صبح ہو چکی تھی لیکن مطلع

ابر آور ہونے کی وجہ سے شام کا سماں بندھا ہوا تھا۔

بارش کا آغاز اس وقت ہوا جب وہ گھر میں داخل ہو چکے تھے۔ خسرہ ابھی بیدار نہیں تھا

لیکن ارباب فارانی گاؤں پہنچے برآمدے میں رہے تھے۔

تو بھائی آؤ۔

وہ انہیں دیکھتے ہی بولے۔

میں تو اتنا پریشان رہا ہوں کہ رات بھر سے نیند نہیں آئی۔

مجھے کچھ اندازہ تھا اس گا۔ زماں نے مسکرا کر کہا۔ پھر فاردہ سے بولا۔

تم مجھے اپنا کیمرو لاؤ۔ مجھے جلد از جلد اپنے دفتر پہنچنا ہے۔

ثابت تو کرتے جاؤ بیٹے ممکن ہے اتنی دیر میں بارش بھی رک جائے۔

بادلوں کے تیور بتا رہے ہیں کہ بارش دیر تک ہوگی۔

فاردہ کیمرو لینے کے لیے اندر جا چکی تھی۔ ارباب فارانی نے پوچھا۔

تمہاری یہ رات کچھ کار آمد بھی رہی؟ اگر اسے کار آمد نہ کہا جاسکے تو بھی میں اسے

بے کار تو بہر حال نہیں کہہ سکتا۔

نتیجہ کیا نکلا؟

خاصی باتیں ہیں میں نے بتانا شروع کیں تو مجھے دیر ہو جائے گی۔ فاردہ سے آپ کو سب کچھ

معلوم ہو ہی جائے گا۔ کیا خسرہ ابھی نہیں جاگا۔ وہ کبھی بھی تھر خیز نہیں رہا۔

فاردہ کیمرو لے آئی تو زماں نے وہ اس سے لے کر اپنے شانے سے لٹکایا اور رخصت ہو گیا۔

(جاری ہے)



میر نے دیکھا کہ رفتہ رفتہ اس کے چہرے سے گوشت غائب ہونا شروع ہو گیا ہے اور چند ہی لمحے بعد میرے سامنے ایک ایسا چہرہ تھا جسے دیکھ کر میری جینج نکل گئی

ہاں تم مرچکے ہو.....؟

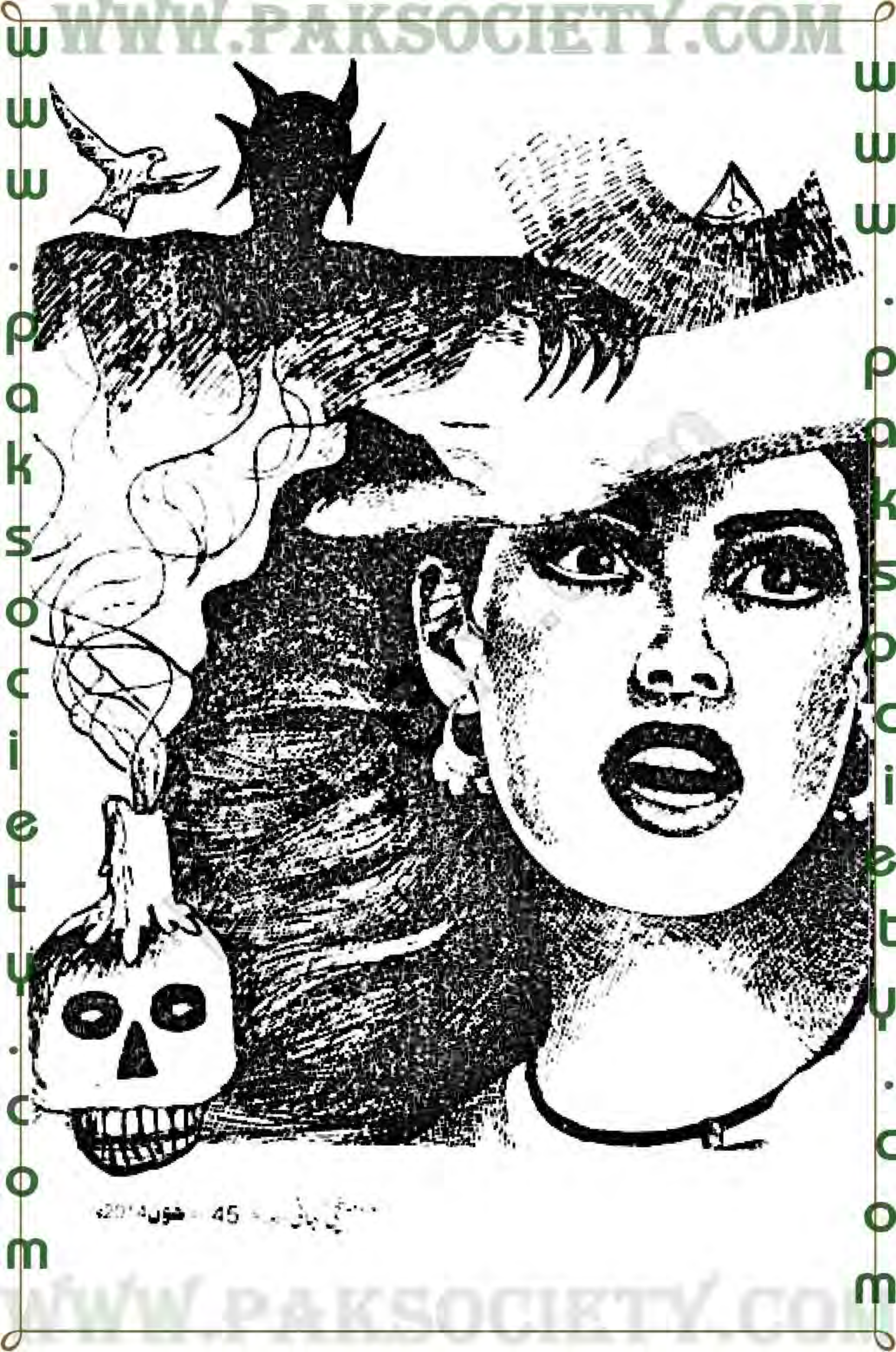
سجھ..... مس کران

سو پا چلو یہیں اتر لیا جائے مگر یہاں تو کئی جاننے والوں کے ملنے کا امکان ہے پھر..... میں سوچتا رہا بس ریگل کے اسٹاپ تک پہنچ چکی تھی۔ میں اترنے لگا بابو جی! ٹکٹ کنڈیکٹر کی آواز سنائی دی۔

ارے ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا تھا یہ کہہ کر میں نے جلدی سے ٹکٹ کے پیسے کنڈیکٹر کے ہاتھ پر رکھے اور تیزی سے اتر گیا۔ میں دانستہ کیفے ٹیریا والی فٹ پاتھ سے تیز تیز گزر رہا تھا کہ کہیں کوئی واقف کار نہ مل جائے۔ میں کیفے ٹیریا کے برابر والی گلی میں ٹھس

کبھی کبھی نہ معلوم کیوں یہ جی چاہتا ہے کہ آدمی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کہیں اور نکل جائے تھا بالکل تنہا جہاں کوئی اسے پہچانے والا بھی نہ ہو۔ آج کچھ میری کیفیت بھی ایسی ہی تھی نہ معلوم کیوں جی بو جھل بو جھل سا تھا۔ ہر چند کہ بظاہر کوئی ایسی بات نہیں تھی جو میری اُداسی کا سبب ہو۔

اس وقت رات کے تقریباً ساڑھے دس بجے تھے۔ میں ادھر سے نکلا اور یوں ہی بے مقصد ایک بس میں بیٹھ گیا۔ صدمہ آیا تو مجھے کچھ ہوش آیا میں نے



گیا۔ اور مسجد خضر کے سامنے سے ہوتا ہوا مینگل روڈ کی طرف نکل گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس وقت یہ علاقہ شورغل سے پاک ہو گا اور اس وقت میں کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھا میں نے اپنی منزل متعین کر لی تھی۔ میں پولو گراؤنڈ کی طرف جانا چاہتا تھا اس وقت وہاں اکاڈکا کار گزرنے کے علاوہ قطعی سکون تھا میں اب پریزیڈنٹ ہاؤس کے سامنے پہنچ چکا تھا اس وقت یہاں سناٹا تھا۔ مجھے معلوم کیوں مجھے یہاں پہنچ کر کچھ خوف سا محسوس ہوا میں اس سڑک پر بالکل تنہا تھا۔ میں نہ جانے کیوں اپنے پیروں کی پاپ ہی سے بار بار چونک پڑتا تھا۔ میری کیفیت اس وقت کچھ عجیب سی تھی۔ دل چاہا کہ فوراً گھر لوٹ جاؤں۔ آخر یہ وحشت کیا میں خواہ تو اتنی رات گئے یہاں تنہا بھٹک رہا ہوں اور وہ بھی بے مقصد میں نے سوچا اور ابھی میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ کسی نے اپنا تک پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں ایک دم اچھل پڑا پیچھے مڑ کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ پہلی نظر میں اسے دیکھ کر مجھے یقین ہی نہ آیا کہ وہ ایلن تھا۔ میرا ایک ویسی عیسائی دوست۔ یہاں یہ کہاں سے آ گیا۔ میں نے سوچا اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا وہ بول پڑا۔

”کیوں! پہچانتے نہیں؟“

اس کی آواز میں ایک عجیب سوئی سوئی سی کیفیت تھی جیسے وہ نیند میں بول رہا ہو۔ میں نے اس کی بات کا جواب دیا۔

”میں تمہیں اچھی طرح پہچان گیا ہوں ایلن۔ مگر میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔“

ہاں! ہاں! کیوں! وہ یوں لگتا تھا جیسے کہنا چاہتے ہو کہ میں اتنے عرصے کہاں رہا۔؟ کیوں؟ اس نے پوچھا۔

”ہاں بات تو یہی ہے تم شاید آج پورے پانچ سال بعد نظر آئے ہو آخر تھے کہاں۔۔۔۔۔؟“

یہ ایک لمبی کہانی ہے اور تم تو جانتے ہو کہ میں لمبی باتیں صرف شراب کی میز پر کرتا ہوں۔ کیوں کیا خیال ہے۔ وہ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرایا۔

ہوں! تو ابھی تمہاری عادتیں نہیں بدلیں۔ میں نے کہا۔ مگر پیارے میں تو شراب قطعی ترک کر چکا ہوں بہر حال تم اتنے دن بعد ملے ہو تو اس خوشی میں صرف تمہارا ساتھ ضرور دے سکتا ہوں۔ وہ بھی بیٹھنے کی حد تک میں عہد کر چکا ہوں کہ اب کبھی شراب نہیں پیوں گا۔

ٹھیک ہے تم نہ چینا۔ تم پہلے بھی کون سی اتنی پیتے تھے آؤ چلیں۔ شاید سرتاج اب تک کھلا ہو۔ اور تم تو وہاں کے مستقل کاہک تھے کسی زمانے میں اگر بند بھی ہو گا تو تمہارے لیے دروازہ کھل ہی جائے گا۔ اس کی ان باتوں نے مجھے میرے ناشی میں دھکیل دیا۔ اور نہ جانے ہم نے کب ٹیکسی کی اور کب ہم وہ ٹوں اس میں بیٹھ کر چل دیئے۔

ایلن اور میں کسی زمانے میں ہم پیالہ ہم نوالہ تھے اب سے پانچ سال پہلے وہ اپنا تک غائب ہو گیا تھا کسی کو علم نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے وہ جینکب اسٹن میں رہتا تھا۔ اس کی غیر موجودگی نے اس کے پوزے میں ماں باپ کو غمگین کر دیا تھا۔ کچھ دنوں میں اس کی تلاش میں اس کے گھر آتا جاتا رہا مگر جب اس کی

گی یا جینا۔ جب میں ذرا پیسے کم میں ورنا سا کاج چلتی
بہر حال بولو۔ اس نے میری بات سن کر کہا۔

”جو چاہے منگا لو۔“

بیرا منتظر تھا۔ اس نے پھر مجھ سے پوچھا۔

”ہاں صاحب کیا اوں؟“

ایسا کرو کہ ایک بوتل کیرو دسکی لے آؤ۔ پیرا
آرڈر لے کر چلا گیا تو میں نے ایلن کو مخاطب کر کے
کہا۔

”ہاں بھی اب شروع ہو جاؤ۔“

پہلے شراب تو پینے دو۔ اس نے جواب دیا۔ پیرا
شراب کی بوتل اور ایک گلاس رکھ گیا۔ میں نے سوچا
کمال ہے۔ بیرے کو کیسے معلوم ہو گیا کہ میں شراب
چنا ترک کر چکا ہوں ممکن ہے اس نے سوچا ہو کہ میں
اسے عرصے شائد اسی لیے نہیں آسکا کہ شراب ترک کر
چکا ہوں۔ میں نے بیرے کو پھر بلایا اور کہا۔

”ایسا کرو کہ میرے لیے ایک سیون اپ لے
لاؤ۔“

وہ میری بات سن کر بولا۔

”تو سوڈا واپس لے جاؤں۔“

نہیں نہیں سوڈا نہیں رہنے دو سیون اپ
لے آؤ۔ میں نے کہا۔

بہتر ہے بیرا واپس چلا گیا اور کچھ دیر بعد ہی
جب سیون اپ لے آیا تو میں نے اسے گلاس اور
لانے کے لیے کہا۔ جب گلاس بھی آ گیا تو میں نے
اپنے آگے سیون اپ گلاس میں اٹھیل لی اور خود اپنے
باتھ سے ایلن کے لیے پیگ بنانے لگا۔ پیگ بنا کر
میں نے اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ لو پیو! میں

طرف سے قطعی نا اُمید ہو گیا تو میں نے صبر کر لیا۔ وہ
ایک اچھا اور وفادار دوست تھا۔ مجھ سے اس کا کوئی راز
چھپا ہوا نہیں تھا اور وہ بھی میرے ہر راز سے آگاہ تھا۔
اس کے عائب ہونے سے پہلے میرے علم میں تھا ایک
لڑکی سے اس کا عاشقہ چل رہا تھا۔

ظاہر ہے کہ یہ کوئی ایسی غیر معمولی بات نہیں تھی
کہ وہ خود نشی کر لیتا یا شہر ہی چھوڑ جاتا۔ مجھے اس کے
عائب ہونے کے بعد پہلے پہل یہی گمان ہوا تھا مگر
بعد میں خود ہی میں نے اپنے اس خیال کی تردید کر دی
تھی اس لیے کہ مجھے وہ اپنے عشق میں اتنا سنجیدہ نظر
نہیں آتا تھا۔ اس نے جب بھی اس لڑکی کا تذکرہ کیا
بس یونہی ہی سا جس سے یہ پتہ چلتا تھا کہ وہ اس سے
محبت کرتا ہے مگر یہ نہیں کہ اس کے بغیر وہ زندہ۔ آج
پانچ سال بعد میرے اس خیال کی تائید ہو گئی تھی نہ
معلوم مجھے کیوں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ زندہ ہے اور
وہ واقعی زندہ تھا اس کا ثبوت یہ کہ وہ اس وقت میرے
امراہ سفر کر رہا تھا۔

ٹیکس ایک جھٹکے کے ساتھ زکی اور میرے
خیالات کا شیزاہ بکھر گیا۔ اُترو! وہ بولا۔ اور میں بے
خیالی میں ٹیکسی سے اُترتے اُترتے بولا بہت جلدی
آگئے اس کے بعد میں نے ٹیکسی کا کرایہ ادا کیا ہم
دونوں جلدی جلدی سرتاج کی سیز حیاں طے کر رہے
تھے میں ایک طویل عرصے کے بعد یہاں آیا تھا لیکن
چند پرانے پیروں کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ
دیکھ کر سمجھ گیا کہ مجھے پہچان لیا گیا ہے۔ ہم نے ایک
میز کا انتخاب کیا اور بیٹھ گئے۔ ہمارے بیٹھتے ہی بیرا
آ گیا۔ جی صاحب! کیوں بھی کیا پیو گے؟ کیرو چلے

بھی تمہارا ساتھ دے رہا ہوں۔ مگر میں سیون اپ میوں گا۔ یہ پورا جیک تمہیں بیٹا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ تمہارے لیے زیادہ نہیں کیوں؟ میں نے ایلن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا میں نے اپنا گلاس اٹھایا اور اسے سب کر کے رکھ دیا اس نے بھی ایک ہلکی سی چٹکی لے کر اپنا گلاس میز پر رکھ دیا۔ تمہاری مسلسل خاموشی اب کھلنے لگی ہے اب بولو نہ۔ میں نے کہا۔

ہاں میں تمہیں یہی وعدہ کر کے ساتھ لایا ہوں کہ تمہیں اپنی پانچ سالہ فیہ موجودگی کے بارے میں بتاؤں۔ ہاں تو سنو ایسے تو تمہارے علم میں ہی تھا کہ اب سے پانچ سال پہلے میرا ایک لڑکی کے ساتھ عشق تھا اور شاید تمہیں یہ بھی یاد ہو کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ میں مذہب پر یوں بھی اکتفا نہیں رکھتا اس لیے مجھے اپنا مذہب تبدیل کر دینے میں بھی کوئی تامل نہیں اس لیے اگر میری محبوبہ کے والدین نے یہ شرط لگائی کہ مجھے مسلمان ہونا پڑے گا تو میں ہو جاؤں گا۔ اور پھر میں نے نکلت کے کہنے پر اپنا مذہب تبدیل کر لیا اور اپنی تمام عادات ترک کر دیں اس لیے کہ اس کی شادی مجھ جیسے آدمی منشی سے نہ کر دیں۔ لیکن وہ ہر قیمت پر مجھ سے شادی کرنا چاہتی تھی مجھے اس کے عشق کی صداقت کا اندازہ اس وقت ہوا جب اس نے یہ پیشکش کی کہ۔

”ہم دونوں کہیں کسی اور شہر میں جا کر شادی کر لیں اور وہیں رہنے لگیں۔“

مجھے اس سے اتنی امید نہیں تھی کہ وہ میرے لیے اتنی بڑی قربانی دے سکتی ہے کہ اپنے والدین تک کو پھوڑنے پر آمادہ ہو جائے گی میرے دل پر اس کی

بات نے بہت اثر کیا۔ اور اس اثر کا نتیجہ جلد ہی ظاہر ہو گیا میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں اسے لے کر کسی اور شہر چلا جاؤں۔ لیکن میری راہ میں اگرز کاوٹ ہے۔ تو میرے بوڑھے ماں باپ جن کے بڑھاپے کا واحد سہارا صرف میں تھا۔ میرے ارادے میں کچھ اغزش پیدا ہوئی مگر جب میں نے ایک لڑکی کی بہت کا مقابلہ اپنے آپ سے کیا تو مجھے خود اپنے وجود سے شرم سی محسوس ہوئی میں نے سوچا کہ اگر وہ میرے لیے سب کچھ چھوڑنے پر تیار ہے تو میں کیوں اس بزدلی کا ثبوت دوں۔

اور پھر ایک رات میں اور وہ چپکے سے اس شہر کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئے۔ میں اسے لے کر لاہور چلا گیا وہاں جا کر سب سے پہلے میں نے ملازمت کی کوشش کی جس میں اتفاق سے بہت جلد کامیاب ہو گیا۔ پھر سب سے پہلا کام جو میں نے کیا وہ یہ تھا کہ نجمہ سے شادی کر لی۔ اس کا اصل نام نکبت تھا مگر میں نے احتیاط کے طور پر اس کا نام بدل دیا اور اب میں بھی ایلن کی بجائے محمد بن چکا تھا۔

لیکن ابھی ہماری شادی کو مشکل سے تین مہینے ہی گزرے تھے کہ ایک حادثے نے میری زندگی تہہ بالا کر دی نجمہ ہر روز دفتر جاتے وقت زینے تک مجھے الوداع کہتے آتی تھی۔ میں اب اسے دل و جان سے چاہنے لگا ام دونوں نے ساتھ بیٹھے اور ساتھ مرنے کا عہد کیا تھا۔ میں نے جیسا کہ تمہیں ابھی بتایا کہ وہ دفتر جاتے وقت ہر روز مجھے زینے تک چھوڑنے آتی تھی۔ تو وہ ایک ایسا ہی بد نصیب دن تھا۔ میں نے جاتے جاتے اسے آواز دی کہ نجمہ میں دفتر جا رہا ہوں۔ وہ

جان دے دی۔ میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا۔ میں مر چکا تھا۔ امین کہے ہمارا تھا۔

کیا؟ میں ناچیل پڑا۔ کیا تم مر چکے ہو؟
ہاں میرے دوست میں مر چکا ہوں آج سے پانچ سال پہلے یہ دیکھو میرے سر سے اب تک خون بہہ رہا ہے۔ اس نے کہا۔ میں نے اس کے پیرے کی طرف دیکھا تو اس کے سر سے واقعی خون بہہ رہا تھا جس سے اس کا چہرہ بڑا ہلکا سا نظر آ رہا تھا اور پھر میں نے دیکھا کہ رفتہ رفتہ اس کے پیرے سے گوشت غائب ہونا شروع ہو گیا۔ اور پندھ لسنے ہی میں میرے سامنے ایک ایسا چہرہ تھا جس پر برائے نام بھی گوشت نہیں تھا ہاں سرف ہڈیاں تھیں لیکن کچھ پڑی سے اب بھی خون بہہ رہا تھا۔ میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اور اس کے ساتھ ہی میری منہ سے چیخ نکلی گئی اور میں بے ہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میرے چاروں طرف بار کے پیرے کھڑے تھے۔ انہوں نے غالباً مجھے ہوش میں لانے کے لیے میرے منہ پر پانی کے پھینٹے بھی مارے تھے اس لیے کہ مجھے اپنا چہرہ بھیگا ہوا محسوس ہو رہا تھا میں کچھ دیر حیرت سے ان سب کو دیکھتا رہا اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا ان میں سے ایک یہ ابوال۔

”کیا ہو صاحب! آپ فکر یا ایک ایڑھ کھنٹے سے یہاں اکیلے بیٹھے تھے۔ آپ نے شراب بھی نہیں پی پھر بھی ایک دم چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے آپ کو کیا ہو گیا تھا۔ صاحب“

ہا

اس وقت کچن میں تھی میری آواز سن کر وہ فوراً کچن سے نکلی۔ میں نے تک پہنچ چکا تھا۔ وہ تیز تیز میری طرف بڑھی اس کا الواعی سلام ہر روز مجھے دن بھر کام کرنے کے لیے تازہ دم رکھتا تھا۔ وہ اس وقت نیلی ساڑھی میں بہت حسین لگ رہی تھی۔ وہ جلدی سے نہینے کی طرف بڑھی۔ اپنا تک اس کا پیچ ساڑھی میں اُلجھ گیا اور وہ آوندے منہ نہینے پر سے لڑھکتی ہوئی نہینے جا گری یہ سب کچھ سرف پندھ لسنوں میں ہو گیا میں تیزی سے نہینے آگیا تھا اس تک پہنچا اس کا پیرہ خون میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے اس کا سر اپنی آنکھوں میں رکھ لیا اور گلو کیر آواز میں بولا۔

”یہ کیا ہوا عفت؟ یہ؟ یہ؟ یہ میری آواز بھرا کئی اس کی آنکھیں بند تھیں۔“
اس نے میری آواز سن کر ایک نظر میری طرف دیکھا مسکراتی اور بہت خیریت سی آواز میں بولی۔

”میری جان میں دوسری دنیا میں تمہارا انتظار کرونگی۔“

نہیں نہیں عفت ہم نے تو ساتھ جینے ساتھ مرنے کا عہد کیا تھا مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔

عفت عفت تک تک ن
اس کا سر ایک طرف ڈھلک چکا تھا۔ وہ مر چکی تھی۔ عفت مجھے تنہا چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ میرے کانوں میں اس کے آخری الفاظ گونج رہے تھے۔

میری جان! میں دوسری دنیا میں تمہارا انتظار کرونگی۔ انتظار کرونگی۔ میں چیخا نہیں نہیں انتظار کرنا پڑے گا۔ میں آ رہا ہوں پھر مجھے یاد نہیں کہ میں نے کس طرح نہینے کی میز میوں پر ہی تڑپ تڑپ کر

پیرا پیراں حویلی

سیر..... واجد نگینوئی

رات کو جنگلی کیدڑ ضرور چہل قدمی کر لیا کرتے تھے اور کبھی کبھی موڑ میں آکر غشب کی آوازیں نکالتے کہہ دیتے ہوئے۔ بچے چونک کر اپنی ماؤں کی چھاتیوں سے چمٹ جاتے اور بڑے غینہ میں لاجول والا قوہ کہنے لگتے۔

کیدڑوں کی ان سریلی تانوی کا اثر نہ صرف انسانوں ہی پر ہوتا بلکہ شہر کے آوارہ کتے بھی ان سریلی تانوں کا جواب دیتے اور اس وقت ان موسیقاروں کو ایساؤٹ ٹرن ہو کر کونیک مارچ کہنے کے علاوہ اپنے بچاؤ کے لئے کوئی صورت نظر نہ آتی اور جب یہ حقیقت جان سمن کے ان پرستاروں پر عیاں ہو جاتی کہ ”جب کیدڑ کی موت آتی ہے تو شہر کا رخ کرتا ہے۔“

آٹا بیج سے یہ سڑک خالی خالی تھی جس کی نام نہاد کارخانے کی ہمنسی بھی تھی جو اتوار کو بند ہوتا تھا۔ میونسپل کارپوریشن نے نہ جانے کس مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے جہاں تک آبادی تھی بجلی کے کھمبے نصب کرادیئے تھے۔ سڑک کے ایک کنارے پر کھڑے ہو کر دیکھنے سے بجلی کے بلب قہقہوں کا ایک ایسا بار معلوم دیتے جن کی ایک لڑی ٹوٹ گئی ہو۔

بجلی کی روشنی میں شاہراہ بڑی پر اسرار نظر آرہی تھی۔ حسب معمول آج بھی شاہراہ پر آمدورفت ہونے لگی کہ اچانک ایک کار کی ہیڈ لائٹس سڑک پر

نصف شب سے زیادہ گزر چکی ہوگی۔ اس وقت دینے بھی شاہراہوں کو سسٹان ہونا چاہئے تھا۔ وہ بھی سردیوں کی شب جبکہ شاہراہیں سرشام ہی راگبیروں سے خروم ہو چکی ہیں تو پھر بھلا کسی مائی کے اہل میں اتنی سکت کہاں کہ ان دیوان شاہراہوں پر لیفٹ رائٹ کر سکے۔ عام لوگوں کی تو خیر بات اور کسی ہے ان کے محافظ یعنی کہ پہرے دار پولیس میں تک کسی سائبان یا آڑنی جگہ میں کھڑے ہو کر بیٹھتی یا سگریٹ پینے کا شغل کرتے تھے۔

انڈیا کے صوبے یوپی کے ضلع بجنور کے مشہور شہر غمینہ کے باہر شمال کی سمت کو جانے والی شاہراہ نقوی نمینہ شہر سے ایک حیدوا کا کام کرتی تھی۔ جس کے ایک طرف آبادی تھی اور دوسری طرف کھیتوں کا پھیلا ہوا ایک لامتناہی سلسلہ غمینہ کے نواب سید زاہد سمن نقوی کے نام سے یہ شاہراہ منسوب تھی اس شاہراہ کا زیادہ تر استعمال غازی کے کھٹے چنے کے تنکے بنائے والے سارے گاڑیوں کا رہتا تھا۔ جس کے ٹرک پر سارے بنگالے سے ٹھریاں بھر کر لاتے تھے۔ اس کے بعد اس کا فائدہ قرب و جوار کے دیہاتیوں کو تھا جو کہ اپنی ٹیل گاڑیوں میں گنا ”گنا“ خلد یا دیگر اشیاء لاکر غمینہ شہر لاتے۔ اس کے علاوہ شہری بھی اکاؤٹا نظر آجاتے تھے لیکن خاص بات یہ تھی کہ شاہراہ کا استعمال زیادہ تر دن ہی کو ہوتا تھا البتہ



کے دامن اور با میں بھی کچھ فاصلے تک کھیتوں میں یہ
رہی تھی۔ اندھیرے کے باسیوں نے قریب ہی
بھاریوں کے ایک جھنڈی میں پناہ لینے میں حافیت

پھیلنے سے نیدروں میں انتشار پیدا ہو گیا اور شاید یہ
ان کے لئے پہلا اتفاق تھا کہ اتنی رات نیتنے کے بعد
بھی ان کو اس جگہ سے دوچار ہونا پڑا۔
کار کی آنکھوں کو چند صیادینے والی روشنی سرخ

اور پرندوں نے اپنے شور سے ماحول کو بڑا خطرناک اور ہیبت ناک بنا دیا اور اس شور و غل میں کاروں کے چلنے کی گڑ گڑاہٹ دب کر رہ گئی۔ اب تک کے رویے سے صاف ظاہر تھا کہ کار والوں کو اپنے پیچھے آنے والی تیسری کار سے کوئی خدشہ نہ تھا۔ جن سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ یہ ان کی اپنی ہی کار رہی ہو گی۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگر ان کا بس ہوتا تو وہ کاروں کو چھوڑ کر تیز چلاتے۔ کاروں کی رفتار میں کوئی فرق نہیں آیا تھا کہ اچانک تعاقب کرنے والوں کے منہ سے ایک بھیانک خوفناک چیخ نکل گئی۔

اگلی کار الٹ گئی تھی۔ کار کے انجن کے زیادہ گرم ہو جانے کی وجہ سے کار میں آگ لگ گئی اور ڈرائی ویر میں شعلے بلند ہو رہے تھے۔ اگر تعاقب کرنے والے کی کار نے ذرا بھی کوتاہی سے کام لیا ہوتا تو ان کا بھی یہی مشر ہوتا۔

تیسری کار تو کچھ قاصدے پر تھی۔ جسے بریک لگانے میں اچھا کچھ موقع ملا۔ دوسری کار والوں نے تھکے ہوئے کھانڑیوں کی طرح کار کا گیٹ کھولا اور چلتی ہوئی کار کو عجیب انداز سے دیکھتے ہوئے پاس کے ایک نیلے پر چڑھ گئے۔ کچھ ہی دیر میں تیسری کار میں بیٹھے ہوئے افراد بھی ان میں شامل ہو گئے۔

اس غیر متوقع حادثے نے ان سب کو دماغی طور پر مفلوج کر دیا۔ ان پر سکتے کا عالم طاری تھا۔ ان میں سے کچھ بچھے بچھے دل اور نڈھال جسموں سے نیلے پتھیل کی طرح اُگی ہوئی گھاس پر لیٹ گئے اور پتھر بیٹھ کر شعلہ زار کا تماشا دیکھنے لگے۔ لیکن اسی سب کے چہروں سے عیاں تھی۔ البتہ نیلے پر صرف

بچھتی اور پند ہی منٹوں میں کار فراسے بھرتی ہوئی نکل گئی۔ اب شاید بچارے گیدڑ جھانڑیوں سے باہر آنے کے لئے سوچ رہے ہوں۔

کہ فوراً ہی ایک دوسری کار کی ہیلڈ لائٹس کو دیکھ کر ان کو اپنا ارادہ چھوڑ کے لئے ملتوی کرنا پڑا۔ پھر ایک نہ شدہ شدہ بلکہ تین گاڑیوں کے گزرنے تک انہیں صبر سے کام لینا پڑا۔ تیسری گاڑی کے گزرنے پر سیدوں میں ایک نرس سرائیکی کی حالت پیدا ہو گئی اور تین گاڑیوں کے گزرنے کے بعد بھاگتے ہوئے کیونہ لگاؤ خدشہ جانے کیوں شاہراہ کے چائے کھتوں کی طرف ہو گیا کیونکہ شہری آبادی سے گزرنے کے بعد اچانک پہلی کار کا تعاقب کرنے والی دوسری کار کی دائیں جانب کی کھڑکی سے ایک ہاتھ باہر نکلا اور لگاتار دو تین قاتراگلی کار چھوئے۔

باخات میں سے چھڑ پڑا کر پتھ پرندے شور مچا کر اپنی جگہ سے اڑ گئے ممکن ہے کہ قاتر کرنے والے کا ارادہ اگلی کار کے پیروں کو بے کار کرنا رہا ہو لیکن کاروں کی اس برق رفتاری کی وجہ سے قاتر کرنے والے کو بڑی مایوسی رہی اور اس کی اس نا کامیابی کا منہ چھانسنے کے لئے پہلی کار میں سے جوانی غار ہوئے گئے اور ایک بار تو بڑی خیریت یہ ہوئی کہ ایک کوئی دوسری کار نے بائیں طرف کاؤنڈا سکرین توڑتی ہوئی کار کے نیلے میں جا بھونکی۔

اگر تعاقب کرنے والی کار کے ڈرائیور نے اپنی کار میں فوراً نیچے کی طرف نہ بھٹائی ہوتی تو کوئی سے شیشہ ضرور اس کی آٹکھوں کو نشانہ بنالیتا۔

ان لگاتار فکروں کی وجہ سے جنگل کے درندوں

ایک سذول جسم کا ایک نوجوان ضرور ایسا کھڑا تھا۔ جس کے چہرے پر پراسرار مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ انسپکٹر واجد تہل ہو کر جب ٹکینہ شہر پہنچا تو انجینی شہر میں سب سے زیادہ پریشانی کا باعث اس کے لئے رہائش کا مسئلہ بن گیا جو کسی طرح دوسرے کم نہ تھا۔ حالانکہ ٹکینہ شہر کا شمار کسی پہلو سے بھی ملک کے صف اول کے شہروں میں نہیں کیا جاسکتا نہ صنعتی اعتبار سے اور نہ تجارتی اعتبار سے ہی۔

ٹکینہ شہر کی آبادی صرف پچاس ہزار نفوس ہونے پر بھی یہاں مکانات کی انتہائی قلت تھی جس کی سب سے اہم وجہ وہ مہاجرین تھے جنہوں نے سرکار ہند سے اپنے معاوضہ کا نقد روپیہ نہ ملنے کی صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے کسٹوڈین Custodiam محکمے میں آئے ہوئے مکانات کو ہی لینا غنیمت سمجھا اور ادھر ادھر دیرانوں میں کچھ خستہ حالت میں مکانات رہ گئے تھے تو ان بیچارے پناہ گزینوں نے جس کے پاس کسی وجہ سے اپنی چھوڑی ہوئی جائیداد کا کھل ثبوت Complete Proof نہیں تھا۔ خانہ بدوشی کی حالت میں بھاگتے بھوت کی لنگوٹی ہی کے مصداق اسی کو مال غنیمت بانا۔

واجدی 'آئی ڈی انسپکٹر تھا اور ابھی تک کتورا تھا۔ ایک صرف ایک ضعیف ماں سیدہ کثیر نقوی زوجہ سید زاہد حسین نقوی تھی اور ایک بوزھی خادمہ زینت خانم میں تھیں۔ بڑی ہمشیر سیدہ اقبال فاطمہ قصب منڈ اور ضلع جنور یو پی انڈیا کے گئے سوسائٹی کے سر وازر اور زمیندار سیدناظر علی ترمذی کے صاحبزادے سید قیصر علی ترمذی کے ڈی اے ملازم کے ہمراہ منڈ شاہ والانت سے طبرکالونی کراچی جا چکی تھی اور بڑی

ہمشیرہ سے چھوٹے بھائی سید ساجد حسین نقوی آفیسر کراچی اسٹیل مل بھی پاکستان ہجرت کر چکے تھے۔ جہاں ان کی بیگم شہنشاہی عرفہ ہوا اپنے بچوں شہناز رعنا شہوار شانی اور بسطین حسین کے ساتھ خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

سی آئی ڈی انسپکٹر واجد کی لمبی چوڑی گریہستی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ انسپکٹر واجد بڑا ذہین اور دلیر واقع ہوا تھا۔ خفیہ پولیس کی ملازمت کا اسے بچپن ہی سے بڑا شوق تھا۔ اس شوق میں کافی حد تک دخل ان جاسوسی کتابوں کو رہا ہے۔ جو امتحان کی راتوں میں بھی پیچھا نہیں چھوڑتی تھیں لیکن علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کرنے کے باوجود بھی مقابلے کے امتحان میں کامیابی نظر نہ آئی تو صرف اپنے شوق کی تسکین کے لئے معمولی انگریز ہونے پر ہی اکتفا کیا لیکن جذبے کی گمن اور معاملہ فہم ہونے کے باعث چند سالوں ہی میں ترقی کر کے انسپکٹر کے عہدے تک پہنچا۔

والدہ سیدہ کثیرہ بیگم دختر اللہ بیگم کے اصرار پر علی منزل حکیمان غوث پاس روڈ کورنگی نمبر 4 کراچی کی رہائشی ناظمہ بیگم سے شادی کر لی۔

انسپکٹر واجد کی پریشانیوں سے متاثر ہو کر کوتوالی انچارج نے ایک مقامی زمیندار سید قاسم حسین زیدی سے اس کا تعارف کرایا اور زمیندار صاحب کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ اپنے مکان یعنی حویلی کا بالائی حصہ جو ایک عرصہ سے مقفل تھا انسپکٹر واجد کو وہاں کسی مصلحت کو سمجھتے ہوئے دیدیں اور زمیندار سید قاسم حسین زیدی صاحب بھی جلد ہی تیار ہو گئے اور وہ بھی بغیر کسی ٹرائے کے اس قدر آسانی سے رہائش کا

بندوبست ہو جانے پر انپیکٹر واجد کو تعجب بھی ہوا اور ایک طرح سے خوشی بھی کہ بغیر کرائے کے آرام دہ Comfortable مکان مل گیا۔

مکان کیا تھا اچھا خاصہ قلعہ Fort تھا جس نے کم از کم کئی فرلانگ کے قریب جگہ گھیر رکھی تھی۔ اس کی فصیلوں پر قدیم شاہی قلعوں کی طرح سنگینوں کے لئے سوراخ اور کہیں کہیں توپوں کے دہانے سے بنے ہوئے تھے اور یہ حقیقت بھی تھی کہ یہ سوراخ فصیلوں میں اس خوبصورتی سے بنائے گئے تھے کہ عمارت کی بنیاد سے لے کر اوپر حد نگاہ تک دشمن کی فوجوں Soldiers of enemy کو گولی Bullet کا نشانہ Victom بنی انہی طرح بنایا جاسکتا تھا اور لطف یہ کہ دشمن اندرون قلعہ بیٹھے ہوئے انسانوں یا سنگینوں کا بازو تک نہیں لے سکتا تھا۔

عمارت سے تاریخی روایات وابستہ تھیں کہتے ہیں کہ 1857ء کی جنگ آزادی War of freedom سے قبل یہ ماڑی خان کا فوجی قلعہ تھا لیکن شکست ہونے پر انگریزوں کے ہاتھ لگا اور انگریزوں نے اس کا کوئی اور مصارف نہ دیکھ کر اس میں سرکاری شناخت کھول دیا۔ جو شہر سے تھوڑے فاصلے پر ہونے کی وجہ سے زیادہ کامیابی سے نہ چل سکا اور مجبور ہو کر سرکار نے موجود زمیندار کے بزرگوں کو فروخت کر دیا لیکن شناخت قائم ہونے کی وجہ سے یہ عمارت پرانا اسپتال کے نام سے موسوم ہو گئی پرانا اسپتال کی تاریخی روایات نے اتنی شہرت نہ پائی تھی جتنی کہ ان کے واقعات نے جو اسپتال قائم ہونے پر رونما ہوئے۔

گواہ تانبہ کہ ابتدا میں جاگیردار صاحب کے

علازمین اور اس کے بعد میں متفرق حضرات جنہوں نے بھی اس عمارت کے بالائی حصے میں سکونت اختیار کی یا تو صبح کو مردہ حالت میں پائے گئے یا نیم پاگل ہو کر عمارت میں رہائش ترک کرنے پر مجبور ہوئے۔ ان حالات نے عمارت کو آسیب زدہ قرار دے دیا اور آنے جانے والے راہگیر رات تو رات دن کو بھی پاس سے گزرتے ہوئے جھپکنے لگے تھے۔

پرانا اسپتال کی عمارت کی طرح اس کے عقب میں بنا ہوا مقبرہ بھی نمایاں خصوصیات کا حامل تھا۔ جس کے متعلق مشہور تھا کہ اس عمارت کے تعمیر ہونے سے پہلے یہاں کسی جلالی پیر کا مزار تھا لوگوں میں اس کے متعلق بھی عجیب عجیب توہمات تھے۔

پرانا اسپتال کی بالائی منزل میں ہونے والے واقعات کے متعلق روایتیں تھیں۔ کچھ آدمیوں کا خیال تھا کہ ان حادثات کی وجہ جلالی پیر جی کی بے ادبی واقع ہوتا ہے اور دوسرے خیالات اس سے متعلق تھے ان کا کہنا تھا کہ پیر جی کا اس میں کوئی قصور نہیں وہ بڑھک بھلا کیوں کسی کو ستانے لگے۔ یہ تو صرف ان غلیظ روایوں کی شرارت ہے۔ جنہوں نے اسپتال میں زیر علاج انسانوں کی موت واقع ہو جانے کی وجہ سے اسپتال کو اپنا مسکن بنا لیا تھا۔ کیونکہ ایک طرح سے تک بالائی منزل میں روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اس لئے یہ غلیظ روایتیں مستعمل طور پر اس مقام پر رہنے لگیں۔

پرانا اسپتال کے قرب و جوار میں جو دہقانوں کے کھیت تھے۔ وہ پیر جی کو خوش کرنے اور اپنے بیوی بچوں کو جو کہ سختی سے منع کرنے کے باوجود بھی وقت بے وقت وہاں آنکلتے۔ پیر جی کے عتاب

سے بچانے کے لئے ہر جمعرات کو چراغ جلاتا اور سال کے سال مزار پر چونا سفیدی کرنا نہیں بھولتے تھے۔

ان تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود بھی کبھی نہ کبھی پیر جی کا عتاب نازل ہوتا ہی رہتا تھا۔ جو اس صورت میں ہوتا کہ ہل چلاتے چلاتے اکا و کا کوئی کسان اچانک براسرار طور پر بے ہوش ہو جاتا اور ہوش میں آ جانے پر کبھی کبھی باتیں کرتا اور ایسا واقعہ ہو جانے پر پیر جی کی نیاز کرانی پڑتی تھی۔ تب کہیں جا کر پیر جی کا جلال حادثہ زدہ کسان پر سے کم ہوتا۔

سی آئی ڈی انسپکٹر واجد کو بھی پرانا اسپتال میں قفل ہوتے وقت مختلف کہانیاں مختلف حضرات کی زبان سننی پڑیں۔

اور دبے دبے لفظوں میں اس غلامت میں رہائش نہ کرنے کا مشورہ بھی دیا گیا لیکن سی آئی ڈی انسپکٹر واجد کے خیال میں یہ تمام کہانیاں بے بنیاد اور من گھڑت ہونے کے علاوہ تو بات پر مبنی تھیں۔

سی آئی ڈی انسپکٹر واجد کو پہلی ہی ملاقات میں اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ زمیندار سید قاسم حسین زیدی صاحب طبیعت اور مزاج کے ذرا چڑچڑے واقع ہوئے تھے۔ شاید ان کے اس چڑچڑے پن میں زمینداری کے خاتمے Abolition of Land کا دخل رہا ہو لیکن دل کے بہت صاف گو واقع ہوئے تھے اور خاص طور پر یہ رویہ بھی زمیندار سید قاسم حسین زیدی صاحب کا ان ہی لوگوں کے ساتھ تھا جو زمین کی قبضگی سے قبل ان کی رعیت خیال کئے جاتے تھے لیکن اب آئے دن ان کی زمینوں اور بچے بچے مکانات کو تھپتھپاتے رہتے تھے۔

نواب صاحب کی عمر اگرچہ پچاس پچھن سال کے لگ بھگ تھی لیکن ان کا سب سے بڑا لڑکا اسد ابھی صرف دس سال کا تھا اور اس سے تین اور بھوٹے قیصر 'انور' اور 'ہلو' تھے۔ شروع میں سی آئی ڈی انسپکٹر واجد کا خیال تھا کہ شاید اس کی وجہ پہلی بیوی سے اولاد نہ ہونے پر دوسری یا تیسری شادی رہی ہو لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ نواب سید قاسم حسین زیدی صاحب نے شادی تو ایک ہی کی ہے۔ لیکن اولاد جیسی نعمت شادی کے پندرہ سولہ سال گزرنے پر حاصل ہوئی۔

نواب سید قاسم حسین زیدی صاحب کو وہ دن ابھی تک اچھی طرح سے یاد تھا جس دن ان کے یہاں پہلا لڑکا اسد پیدا ہوا اور شاید اتنی زیادہ خوشی ان کو زندگی بھر میں بھی نہ ہوئی تھی۔ انہوں نے اس دن کی خوشی میں بے دریغ روپیہ خرچ کیا تھا۔ بالکل پانی کی طرح اور پھر تو قدرت ان پر اس درجہ مہربان ہوئی کہ ایک کی جگہ چار لڑکوں کی خوشیاں دیکھنی نصیب ہوئیں۔

پرانے اسپتال کا بالائی حصہ دو بڑے کمروں اور تین چھوٹی چھوٹی کونٹریوں پر مشتمل تھا جو سی آئی ڈی انسپکٹر واجد کی ضروریات کے لئے کافی تھا۔ ہاں کمرے میں دیواروں پر ہرنوں کے سیٹنگ اور شیر کی تصاویر Hunting Picture آویزاں تھیں جن سے اب بھی نواب سید قاسم حسین زیدی صاحب کے جاکیر داری کے وقت کی شان و شوکت اور رعیت چمکتی تھی۔ کمرے میں کچھ پرانی الماریاں اور میزیں بھی موجود تھیں۔ میزوں پر میز پوش کی بجائے شیروں Lions کی کھالوں کو جگہ دی گئی

تھی۔

بڑے کمرے کے ہال کی ان میزوں پر نیم دستہ حالت میں تمام طبقے وغیرہ گروہ آلود رکھے ہوئے تھے۔ کمرے کے فرش پر چاندنی پتھی ہوئی تھی۔ چاندنی کے پتھرست کو قالین Carpet نے پھیلا رکھا تھا۔ پتھی ہی نظر میں کمرے کا جائزہ لینے سے یہ اندازہ آسانی سے کیا جاسکتا تھا۔ کہ یہ کمرہ ڈرائنگ روم کے طور پر استعمال کیا جاسکتا تھا اور کیا جائزہ ہوا اور ساز و سوز کی منقشیں یہیں گرم ہوتی ہوں گی۔ اس ہال کمرے میں سب سے خاص بات یہ تھی کہ اس کے وسط میں تین کھڑکیاں تھیں جو صدر دروازے سے Main gate کے اوپر کھلتی تھیں اور دن کے وقت ہوا اور روشنی کا واسطہ ذرا دیتیں۔

یوں تو ہال کمرے میں تین دروازے بھی موجود تھے لیکن سامنے کی مہلت پر چنگ Kite اڑانے یا دوسری شہادتیں کرنے کے خوف سے ان دروازوں کو دن میں بند رکھا جاتا تھا۔

سب سے اچھپ بات یہ تھی کہ کمرے میں بیٹھا ہوا شخص دور تک کی چیزوں کو صاف طور پر دیکھ سکتا تھا جبکہ اسے خود کو دور تو دور پاس سے بھی بخوبی نہیں دیکھا جاسکتا تھا اور کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر دیکھنے سے کھلی ہوئی کھڑکیاں تو معلوم دیتی تھیں لیکن اندرونی حصوں میں تاریکی کے سوا کچھ نظر نہ پڑتا تھا ہال کمرے کے دائیں بائیں دو چھوٹی کونٹھریاں تھیں اور بائیں کونٹھری کی راہداری سے گزرنے پر دوسرا بڑا کمرہ آتا تھا۔ جس میں کھڑکیاں تو نہ تھیں۔

البتہ روشندان اور چار دروازے تھے اور یہ دروازے عمارت کے پچھلے Lawn کے اوپری بنی ہوئی

بالکونی پر کھلتے تھے۔

بالکونی کے اگلے جھکے ہوئے کناروں پر بہت خوبصورتی کے ساتھ بانسوں کی ایک باڑ جالی نما بنائی گئی تھی۔ جس سے بالکونی سے گزرنے یا پھسلنے کا کوئی خدشہ نہیں رہا تھا۔ ہو سکتا ہے نواب سید قاسم حسین صاحب نے اپنے شریر بچوں کے خوف سے یہ احتیاطی تدابیر اختیار کی ہوں۔ اس کمرے کے چاروں دروازے عمارت کے بڑے داران کے ٹھیک سامنے کھلتے تھے اگر کوئی دروازوں کے پاس کھڑا ہو جائے تو صحن بالکل صاف نظر آتا تھا۔

دوسرے بڑے کمرے سے ملحقہ تیسری چھوٹی کونٹھری تھی۔ اس کے دروازے میں ایک بڑا قفل نصب تھا جو کافی زنگ آلود تھا۔ شاید کہ موجودہ نواب سید قاسم حسین صاحب کے زمانے سے پہلے یہ قفل لگایا گیا تھا اور کوئی خاص ضرورت پیش نہ آنے کی وجہ سے اس کے کھولنے کی نوبت پیش نہ آئی تھی۔ البتہ نواب صاحب کا خیال تھا کہ اس کونٹھری میں کچھ ماڑے خاں کا اور کچھ ان کے بزرگوں کا جنگلی اسلحہ ضرور ہو گا۔ اس کونٹھری میں سوائے اس قفل شدہ دروازے کے اور کوئی کھڑکی یا روشندان نہیں تھا۔ دروازہ پر دھول کی ایک سوئی جبہ جم گئی تھی۔ جس میں مکڑیوں Spiders کے جالوں کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔

• سی آئی ڈی انسپکٹر واجد نے اپنے محلے کے اردلی کی مدد سے اپنا ہلکا پھلکا سامان اور کچھ ربائشی زیبائشی اشیاء ہال کمرے میں قرینے سے سجائیں اور اسی کو اپنی خواب گاہ بنایا دوسرا متفرق سامان دوسرے بڑے کمرے میں لگولیا۔ غرض یہ کہ دو بڑے کمرے

اور اسے درمیان کی ایک چھوٹی کوٹھری میں سی آئی ڈی انسپکٹر واجد کا کل سامان آگیا۔ بڑے ہال کے دائیں طرف والی چھوٹی کوٹھری میں نواب سید قاسم حسین زیدی صاحب کی بکھری ہوئی چیزیں یکجا کر دی گئیں اور کوٹھری کی کنڈی لگا دی گئی۔

آج اس فی حویلی میں سی آئی ڈی انسپکٹر واجد کی پہلی شب تھی۔ غیند کے ساتھ ساتھ اس پر کچھ تھکن کا غلبہ بھی طاری تھا۔ اپنی پرانی عادت کے مطابق سی آئی ڈی انسپکٹر واجد نے جاسوسی، **Detective Novel** اٹھایا اور پڑھتے پڑھتے غیند کی آغوش میں پھنسی گیا۔

اچانک **Suddenly** کسی کھٹکے کی آواز سے اس کی غیند میں خلل **Disturbance** واقع ہوا۔ سی آئی ڈی انسپکٹر واجد حسین نقوی اپنے پیشے کی مناسبت سے کافی چوکنا ہو کر سوتا تھا اور کسی ہلکے سے بھی شور یا غیر متوقع بات ہونے پر آنکھ کھل جائے میں اسے مہارت حاصل تھی۔ دوسری بات سب سے اہم یہ تھی کہ اسے اپنے اوپر پورا پورا قابو **Control** تھا۔

سی آئی ڈی انسپکٹر واجد حسین نقوی نے بغیر کسی کمرے کے اپنی اوجھل آنکھوں سے کمرے کا جائزہ لیا۔ چاندنی چاند **Moon** کی چٹکی ہوئی تھی۔ اور چاند کی مدھم مدھم روشنی **Dim Light** تینوں کمرے کیوں **Windows** سے ہو کر کمرے میں پھیل رہی تھی۔

سب سے پہلی سی آئی ڈی انسپکٹر واجد کی نگاہ اپنی ماہ سیدہ خیر نقوی پر گئی اور وہاں سے خادمہ زینب کو منو لیتی ہوئی جو کہ بڑے گہرے گہرے خراٹے لے

رہی تھی۔ دائیں کوٹھری تک جا پہنچی۔ سید واجد حسین نقوی سی آئی ڈی انسپکٹر کے تعجب کی انتہا نہ رہی جبکہ انسپکٹر واجد نے دیکھا کہ برابر کی دائیں کوٹھری کی کنڈی گری ہوئی تھی۔ اور اس میں لرزش بھی تھی۔ انسپکٹر واجد کو اچھی طرح یاد تھا کہ اس نے دن میں کنڈی لگا دی تھی۔

ابھی سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے ہلکے ہلکے قدموں کی چاپ **Slowly Steping offeet** سنائی دی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بہت محتاط ہو کر **CareFull** چل رہا ہو۔ اس کے دل میں ایک وہم و شک نے سر ابھارا اور جب واجد کی نظر بے خیالی میں سامنے کے مین دروازوں **Main doors** پر پڑی جو کہ کھلا ہوا تھا۔ تو واجد کے اس وہم و شک میں پختگی پیدا ہو گئی۔

اور کچھ ہی دیر بعد سنائی دینے والی مدھم آواز میں نقری قہقہوں کا اور اضافہ ہو گیا۔

سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی نے ہاتھ بڑھا کر پاس کی چھوٹی میز کے اوپر سے رسٹ واچ **Wrist watch** اٹھائی۔ تقریباً دو بجے کا عمل ہو گا، وہاں میں خٹکی پیدا ہو چکی تھی اس گہمی خاموشی اور چاندنی نے فضا میں ایک حسین اعتراض پیدا کر دیا تھا اگرچہ ماحول میں ایک بھیانک پن اور سیبت نامی چھائی ہوئی تھی لیکن نہ جانے کیوں سی آئی ڈی انسپکٹر واجد پر محسن اور سستی سی مسابا تھی۔

اچانک کچھ سو پکری آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی نے اپنی تاریخ اٹھائی اور تیزی سے ایک برست میں کوٹھری کے سامنے جا پہنچا۔ اس خوف

سے کہ ماں سیدہ کنیز چٹھنی یا ملازمہ زلیخا کی خیند میں خلل واقع نہ ہو۔ کوٹھڑی کے کواڑوں کو ہلکے سے دھکا دے کر کھول دیا اور مارچ کی روشنی میں کوٹھڑی میں پڑی ہوئی بے ترتیب اشیاء کا جائزہ لینا شروع کر دیا

Searching the spreading
articles وہاں اس قسم کی کوئی بھی علامت نمایاں نہیں تھی جس سے کسی کی موجودگی کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جاسکتی تھی۔

اچانک کچھ سوچکر سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی پلٹ پڑا اور ہال کمرے کے زنجیر کھلے ہوئے دروازے سے تیزی سے باہر نکل گیا اب واجد کے اندر سویا ہوا جاسوس بیدار ہو چکا تھا انسپکٹر واجد نے بڑی پھرتی کے ساتھ چھت کا کونا کونا چھان مارا اور حد یہ کہ بالائی منزل کی چھت تک کو دیکھ ڈالا لیکن کہیں کسی قسم کے نشانات یا کسی اور علامت کا شائبہ تک نہ تھا۔ اس بھاگ دوڑ میں خیند کا شمار تو کوسوں دور بھاگ چکا تھا۔ لیکن کچھ شخص اور انجمن کے آثار نظر پیرے پر نمایاں ہو گئے تھے۔

سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی نے خرواب اپنے سلوٹس میں پڑے ہوئے ہاتھ پر گرا دیا۔ واجد نے سوچا ہو سکتا ہے کہ کسی ضرورت کے تحت ضعیف علامتہ زلیخا نے کوٹھڑی اور ہال سے دروازے کو کھولا ہو اور پھر کنڈی نہ اگا کر ویسے ہی کواڑ بجھ دینے ہوں اور قہرمان نیز فترتی قہقہوں کی آوازیں سننا محض ایک مہم ہو۔ ہو سکتا ہے بلی کو خواب میں چیخندوں کے مسداق یہ سب چھان کے دماغ کا فتور ہو جو کہ ہر وقت ہر افرامانی میں گرفتار رہتا ہے۔ حالانکہ واجد کا دل اس بات پر ہنسے کے لئے آمادہ نہیں ہو رہا تھا

لیکن پھر بھی وہ اس واقعہ کو کوئی خاص اہمیت نہیں دینا چاہ رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ اس کے دماغ Mind پر اس حویلی کے بارے میں سنائی باتوں کا غلبہ ہو گیا ہو اور کسی بلی یا چوہے کے آوارہ گردی کرنے کی وجہ سے اس کی خیند میں خلل واقع ہو گیا ہو اور یہ کرشمہ صرف بلی اور چوہے کا ہی مرہون منت ہو جس کو لاشعوری طور پر اس کے دماغ نے قدموں کی چاپ اور فترتی قہقہوں کی آواز میں تبدیل کر دیا ہو اور اور نہ جانے کب اس کی آنکھیں پھر لگ گئی۔

”آپ سے کوئی صاحب ملنا چاہتے ہیں“
 نواب سید قاسم حسین زیدی صاحب کے ملازم عزیز نے سی آئی ڈی انسپکٹر واجد کو اطلاع دی۔

سی آئی ڈی انسپکٹر واجد ابھی ناشتے Break fast کے لئے تیار ہی ہوا تھا۔ واجد نے کھڑکی کے باہر جھانک کر سار جنت سید ساجد حسین نقوی کو کھڑے دیکھا۔

”اوپر بھیج دو“ سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی نے پلٹ کر ملازم عزیز کو جواب دیا اور چند منٹوں میں سار جنت سید ساجد حسین نقوی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی کے سامنے موجود تھا۔

”زیادہ مسٹر ساجد نقوی“ سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی نے گرم جوشی سے سار جنت ساجد کا استقبال کیا۔

اور پہلی ہی ملاقات میں سار جنت سید ساجد حسین نقوی کو اپنے سے سی آئی ڈی انسپکٹر صاحب کی اس بے تکلفی کا اچھی طرح اندازہ ہو گیا۔

کہ سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی سوائے ذیولنی نام کے کسی اور اوقات

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ ایک جن فادی کے عشق میں مبتلا ہو گیا
تھا اور اسے اپنی بیوی بنانا چاہتا تھا مگر

پیشکش کا عشق

محمد یعقوب

کیا آپ نے کبھی کسی سے عشق کیا ہے؟ میں
نہیں کیا آپ نے کبھی کالی گٹاؤں سے چاند کو
ٹپتے دیکھا ہے؟ نہیں کیا آپ نے کبھی کسی سے
پیار کیا ہے؟ نہیں یہ آپ نے نہیں نہیں کی کیا
رٹ لگا رکھی ہے اگر زندگی میں آپ نے کوئی کام کیا
ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا کہ محبوب کس باد کا نام ہے۔
وہ تو میری زندگی ہے زندگی۔ میں اسے ہمیشہ
ڈارنگ کہہ کر پکارتا ہوں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اللہ
سائیں نے اسے فرصت میں بنایا ہوگا اور پھر میں
خوش قسمت ہوں کہ وہ پری پیرہ میرا محبوب ہے۔
بس کرو اتنی تعریف آخر وہ بھی تو مٹی کا پتا ہے
اور پھر اس میں کون سی خاص بات ہے جو آپ اس
کی شان میں زمین و آسمان کو ایک کیئے جا رہے

میں اس کے خیالوں میں پاگل ہو گیا ہوں اور
کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ اگر وہ مجھے نہ ملی تو میں
زندہ نہ رہ پاؤں گا۔ آپ کبھی ایک نظر میرے یار کو
دیکھ لیں گاں تو میں دل تھام کے رہ جاؤں گا اور
پھر آپ کو کالی گٹاؤں سے چاند نکلتے کا منظر دکھائی
نہ دے گاں تو مجھے کہنا۔
اتھا اگر یہ بات ہے تو کسی دن تیرے یار کا
دیدار کرنا ہی پڑے گا مگر وہ طے کی کہاں؟ ہم تو گو
ستانیش لوگ ہیں کبھی کبھار گھر سے نکلتے ہیں۔
آپ فکر نہ کریں میں خود ہی اسے بھی لے
آؤں گا۔ وہ مجھ پر جان دیتی ہے جان۔ ہم نے تو
ایک مانتھ جیتے مرے کی قسمیں کھا رکھی ہیں۔



اچھا یار بس زیادہ باتیں مت کرو دیکھیں گے
کالی لٹناؤں سے بھلا چاند کیسے دکھتا ہے۔
یار مجھے طعنے تو نہ دو آخر میں آپ کا جگری یار
ہوں اور پھر وہ بھی ایسا کہ جان جائے مگر یار کی یاری
پر حرف نہ آئے۔

یار تو تو برا مان لیا۔

معاف کر دینا۔ میں تو ویسے ہی اتنی ساری بے
سود باتیں کہہ گیا۔

اگلے روز مجھے کسی کام کی غرض سے شہر جانے کا
اتفاق ہوا تو وہ ایک خوبصورت ڈوشیزو کے ساتھ بس
سناپ پر کھڑا تھا۔ مگر مجھے دیکھ کر قریب چلا آیا اور
کہنے لگا۔

یار میں جس ڈارلنگ کی بات کرتا ہوں وہ وہی ہے۔
اس کا نام نازی ہے۔

اور ابھی وہ اس کے بارے میں کچھ اور کہنا
چاہتا تھا مگر وہ خود ہی قریب چلی آئی۔ سلام کیا اور
کہنے لگی۔

میں نازی ہوں مجھ پر زمانے والے ماز کرتے
ہیں میرے والد فی جنگ میں مارے گئے اور ایک
میں بد قسمت تھی جو جان کی بازی نہ ہار پائی اور
کردش زمانے نے آپ کے قدموں میں الپینیکا۔
ہم لوگ آپ سے کہاں تک محبتیں سمیٹنے میں
کامیاب ہوں گے یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے
گا۔

میں نے جب اس کی طرف غور سے دیکھا تو
نئے یوں لگا جیسے وہ کوئی عورت ذات نہیں بلکہ کسی

اور مخلوق سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ اس کی آنکھوں
میں اس قدر چمک تھی کہ میں تاب نہ لاسکا۔ میں
نے اپنے یار سے کہا۔

میں جلدی میں ہوں کبھی گھر پر تشریف لی بات ہوگی
اجازت ہے؟

اور پھر میں اپنی منزل کی جانب بڑھ گیا۔

نازی سے ملاقات ہوئے ابھی دو روز ہی
گزرے تھے جب میرے پیرسائیں چلے آئے۔
میں نے ان سے اس کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے۔

جیٹا نازی عورت کے روپ میں بھیجیں بدلے
ہوئے ہے۔ دراصل وہ ایک آدم خور جنیل سے اور
وہ ہمیشہ اس فکر میں ہوتی ہے کہ کس طرح کسی
خوبصورت آدم زادے کو اپنی زلفوں کا اسیر بناؤں اور
پھر اسے اپنے لیے استعمال کروں اور پھر اس کی
زندگی کا چھانچل کر دوں۔ مگر وہ تمہارے جگری یار
کے ساتھ ایسا برکت نہیں کر پائے گی کیونکہ اس نے
تمہارے یار سے عشق کیا ہے اب وہ زندگی میں اس
کے بغیر زندہ نہ رہ پائے گی۔ اس کا عشق اب شدت
اختیار کر گیا ہے۔

پیرسائیں جا چکے تھے۔ جب میری ملاقات
اپنے جگری یار عادل سے ہوئی تو میں نے اس کو بتایا
کہ عادل جانی پیرسائیں آئے تھے اور انھوں نے
بتایا ہے کہ نازی جنیل ہے اس کا انسانوں سے کوئی
تعلق نہیں مگر وہ تم سے عشق کرتی ہے اور پھر ایک تم
ہو جو اس کے جال میں پھنس گئے۔ میں تو چاہوں گا
آپ اس سے ملنا چھوڑ دیں کہیں وہ آپ کو قتل ہی

نہ کر ڈالے اور آپ بے موت مار جائیں۔

عادل کہنے لگا۔ میں جانتا ہوں مگر وہ میری زندگی کا حصہ بن چکی ہے کیوں کہ ہم پیار کی وادیوں میں اتنا آگے جا چکے ہیں جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں اور پھر اگر میں نے اس کے ساتھ بے وفائی کی تو وہ مر جائے گی اور میں اس کی موت نہیں دیکھ سکتا اور یہی بات اس کے چہرے پر ہونے کی تو میں کل اس سے دریافت کر لوں گا اس سے کہ وہ اصل میں کیا ہے۔

ابھی کل نہ آئے پانی تھی کہ عادل اپنے کمرے میں تنہا سو رہا تھا جب وہ کمرے میں چلی آئی اور کہنے لگی۔

دیکھو پیرس میں نے جو بتایا ہے وہ بالکل سچ ہے مگر میں نے تم سے عشق کیا ہے اگر تم نے مجھ سے شادی نہ کی تو میں زندہ نہ رہ پاؤں گی۔ یہ میرا جرم ہے کہ میں ایک آدم زادے سے عشق کرنے لگی ہوں۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں آپ کے خاندان کا کبھی نقصان نہیں کروں گی اور آپ کی چاکر بن کر رہوں گی لیکن آپ کو یہ وعدہ کرنا ہوگا کہ آپ اس بات کا ذکر کسی اور سے نہیں کریں گے کہ میں جیل ہوں کیونکہ زمانے والے تو محبت کرنے والوں کو ملنے نہیں دیتے اور پھر میں تو... بس آپ مجھ سے ملتی رہنا۔ اور پھر وہ اپنا تک غائب ہو گئی اور میں اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

عادل جو نازی کے ظلم میں گرفتار ہو چکا تھا اس سے جان بچرانے کی سوچنے لگا اور پھر اس نے

دل سے وعدہ کر لیا کہ وہ یہ شہر چھوڑ جائے گا اور کسی کو کچھ نہیں بتائے گا اور پھر ایک روز وہ آرمی میں بھرتی ہو گیا۔ مگر نازی تو اس کی ہو کے رہ گئی تھی۔ وہ اس سے کسی بھی صورت میں الگ ہونا نہیں چاہتی تھی۔

آرمی میں بھرتی ہونے کے بعد عادل اپنا شہر چھوڑ گیا اور ملازمت کرنے لگا۔ بھرتی ہونے کے بعد اس کی سوچ بدل گئی اور وہ یہ بھول ہی گیا کہ وہ نازی سے پیار کرتا تھا۔ مگر ایک نازی تھی کہ جو ہر وقت اس کے انتظار میں بیٹھی رہتی کہ کہیں سے اس کی خبر آ جائے اور پھر ایک روز عادل کا ایک خط اس کے ہاتھ لگ گیا اور اسے معلوم ہو گیا کہ وہ کس شہر میں ہے۔

وہ ایک تاریک رات تھی جب نازی وہاں پہنچ گئی۔ عادل خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا جب اس نے اسے جان جگر کہہ کر بلایا تو پورے کمرے میں موجود فوجیوں کی آنکھ کھلی گئی مگر انھیں کوئی عورت ذات اگمائی نہ دی۔ مگر عادل کو وہ اگمائی دے رہی تھی جو اس سے کہہ رہی تھی آپ نے میرے ساتھ اٹھو کا کیا ہے اور خود یہاں چلے آئے۔ آپ نے میرے ساتھ یہ ظلم کیا کیا میں تو آج تک تیرے خیالوں میں گم ہوں اور پھر آج مجھے سب یہ کہتے ہیں جاؤ آدم زادے سے عشق کرو اسی سے شادی کرو اور اس کے ساتھ رہو کی گزرو۔ اگر آپ نے میرے ساتھ یہی کرنا تھا تو نہ پہلے ان بتا دیتے جبکہ میں نے تو آپ کو بتا دیا



موت سے ذات نہ تھی بلکہ وہ ایک چنیل سے مشق میں افتادہ پوتا تھا جو اسے مر لڑھی چھوڑنے سے منع نہ تھی اس نے مر والوں کو مجھانے کی دھتکلی کی طرف دھان کی دلی بات ماننے کو تیار نہ تھے۔

پھر اس کی شادی سے دن مقرر کر دئے گئے۔ بول بھول اس کی شادی سے دن قریب آ رہے تھے اس کی جان بھی باری تھی کیونکہ اس نے مازلی سے وعدہ کیا تھا کہ وہ زندگی میں اس کے سوا کسی سے ماتھ شادی نہیں کرے گا۔

ابھی اس کی بارات جانے کو ایک رات باقی تھی جب مازلی پہلی آئی اور انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہیں گے۔ انھوں نے ایک دیر ان انویں میں کود کر خودکشی کر لی اور اس طرح ایک چنیل سے لیا وعدہ پورا کر دیا۔ مازلی اور حوال کی خودکشی کر لینا ان کی مجبوری تھی کیونکہ دونوں لوگوں کی نظروں سے چوری محبت کرتے تھے۔



تھا کہ میں چنیلوں میں سے ہوں مگر آپ تو بے وفا نکلے۔ میں آج آپ کو کچھ نہیں کہوں گی لیکن یاد رکھنا اگر آپ نے زندگی میں کبھی شادی کرتے کی ضمان لی تو میں آپ کا خون کروں گی کیونکہ یہ میری مجبوری ہے اور پھر بھلا عورت دوسری عورت کو کب برداشت کرتی ہے۔

مازلی با چٹکی تھکی۔ یہ کہ میں سپاہیوں کا ایک زہم تھا جو حال سے پوچھتا تھا کہ آپ سے باتیں کرنے والی عورت کون تھی مگر ایک وہ تھا کہ بس زبان پر تالے لگائے ہوئے تھا اور پھر اس نے اس مسئلہ کا یہ حل تلاش کیا کہ کمر چلایا جائے اور وہاں مازلی سے بات کی جائے اور پھر اگلے روز وہ رخصت لے کر گھر چلا گیا۔

جب وہ گھر پہنچا تو دروازے پر مازلی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ حوال مازلی کو دروازے پر پا کر غصے میں آ گیا اور کہنے لگا۔

آپ میرے پیچھے یہ کس میں کیوں آئی تھیں؟ یہ میری مجبوری تھی کیونکہ میں نے آپ سے مشق کیا تھا اور میں آپ کی ڈارلنگ تھی مگر جب آپ کو دیکھے اتنا حرصہ گزر گیا تو آپ کا دیدار کرنے پہلی آئی بس اس کے بعد میں آپ کے پاس نہیں آؤں گی مگر آپ جہاں بھی جائیں گے مجھے بتا کے جایا کریں گے تاکہ میں آپ کا دیدار کرتی رہا کروں۔ حوال نے وعدہ کر لیا اور پھر کیا ہوا۔

گھر والوں نے اس کی شادی کا فیصلہ کر لیا مگر وہ شادی سے انکاری تھا کیونکہ اس کی ڈارلنگ کوئی

ایک ایسی کتاب جو لائبریری میں موجود تھی
جس میں اس کی زندگی کا ایک سر راز پوشیدہ تھا

پوانی کتاب

کسے... رانا جی

”ایک بات اور ہے۔“ اس شخص نے کہا۔
”مجھے یہاں آنے کافی دیر ہو گئی ہے مگر مجھے
آپ کی اس عمارت کا راستہ معلوم نہ تھا۔ اس کے
علاوہ اب تو وقت بھی ختم ہونے والا ہو گا۔ اور پھر
میرے لیے سفر حیاں چاہتے اترنے کی بھاگ دوڑ
بھی مشکل ہے جو کتاب مجھے درکار ہے اس کا حوالہ
نمبر میرے پاس ہے کیا یہاں کوئی ایسا آدمی نہیں
جو ذرا فارغ ہو اور مجھے کتاب تلاش کر کے لا
دے۔“

”مسٹر گیرٹ۔“ اس نے کہا۔

”کیا آپ ذرا ان صاحب کی مدد کر دیں
میں؟“

”بڑی خوشی سے۔“ مسٹر گیرٹ نے جواب
دیا۔ کتاب کے نام والی سلیپ انھیں دے دی گئی۔

موسم خزاں کی ایک شام تھی۔ دن ڈھلنے لگا
وہ تھا کہ شمشیر سے چہرے اور سفید گل مچھوں والا
ایک عمر رسیدہ شخص شہر کی مشہور لائبریری کا بھولنے
والا دروازہ دھکیل کر ڈیور ہی میں داخل ہوا۔ اس نے
از خود لائبریری کے ملازم کو بتایا کہ جہاں تک اسے
یقین ہے وہ وہاں سے کتابیں حاصل کرنے کا مجاز
ہے اور دریافت کیا کہ آیا وہ ایک کتاب اپنے نام
جاری کروا سکتا ہے۔

پیشک بشرطیکہ وہ ان لوگوں کی فہرست میں
شامل ہے جنہیں یہ امتیاز دیا گیا۔ اس نے اپنا
کارڈ پیش کیا۔ مسٹر جوہن ایڈریڈ اور متعلقہ رجسٹر
سے پڑتال کرنے کے بعد اسے امید افزا جواب مل
گیا۔



”میرا خیال ہے کہ میں اس کتاب کو باسانی
تلاش کر سکتا ہوں یہ غالباً اس شعبے میں سے ہے
جہاں میں نے پچھلے ہی مبینے جانچ پڑتال کی تھی۔
لیکن میں اسے ذرا فہرست میں تو دیکھ لوں تاکہ
حوالہ نمبر کی تصدیق ہو جائے۔ میرا خیال ہے کہ
آپ اس کتاب کا یہی خاص ایڈیشن چاہتے ہیں
جناب؟“

”جی ہاں اگر آپ مہربانی کریں تو مجھے یہی
ایڈیشن چاہیے۔ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔“ مسٹر
ایڈیٹر نے کہا۔

”میں اس زحمت کے لیے آپ کا بے حد
شکر گزار ہوں۔“

”کوئی بات نہیں جناب یہ تو میرا فرض ہے۔“
مسٹر گیرٹ نے کہا اور جلدی سے کتاب کا نمبر تلاش
کرنا شروع کر دیا۔

”غالبات یہی کتاب ہے۔“ اس نے فہرست
کے صفحوں پر اوپر سے نیچے کی طرف انگلی پھرانے
کے بعد ایک جگہ رکھتے ہوئے کہا۔

”لہذا! تمہارا بیٹا قنمانیدیس کی شرح کے
ساتھ۔ ایسٹر ڈام ۷۷۰-۷۸۰-۷۹۰-۸۰۰-۸۱۰-۸۲۰-۸۳۰-۸۴۰-۸۵۰-۸۶۰-۸۷۰-۸۸۰-۸۹۰-۹۰۰-۹۱۰-۹۲۰-۹۳۰-۹۴۰-۹۵۰-۹۶۰-۹۷۰-۹۸۰-۹۹۰-۱۰۰۰۔
عبرانی ہی میں ہے۔ کوئی زیادہ مشکل کام نہیں۔“

مسٹر ایڈیٹر وہیں ڈیوڑھی میں ایک کرسی پر
بیٹھے کتاب کے آنے کا بے چینی سے انتظار کرتے
رہے۔ لیکن جب مسٹر گیرٹ کو خالی ہاتھ میز صیباں
اترتے دیکھا تو انھیں بڑی مایوسی ہوئی۔

”مجھے بے حد افسوس ہے جناب۔“ نوجوان
شخص نے کہا۔

”وہ کتاب اس وقت باہر ہے۔“

”اوہو۔“ مسٹر ایڈیٹر نے کہا۔

”یہ تو برا ہوا آپ کو اچھی طرح یقین ہے کہ
کتاب کی تلاش میں کوئی غلطی نہیں ہوئی؟“

”ایسا کوئی امکان تو نہیں جناب لیکن اگر آپ
کچھ توقف کریں تو ممکن ہے کہ آپ انہی صاحب
سے مل لیں۔ جنہوں نے کتاب لی ہے وہ ضرور
تھوڑی دیر میں رخصت ہو جائیں گے اور میرا خیال
ہے کہ میں نے انھیں وہی کتاب الٹاری میں سے
لیتے ہوئے دیکھا تھا۔“

”واقعی آپ انھیں غالباً پہچانتے ہیں۔ میرا
مطلب ہے کہ کیا وہ وضع قطع سے کوئی پروفیسر نظر
آتے ہیں یا کوئی طالب علم؟“

”پروفیسر تو وہ غالباً نہیں ہیں دراصل میں ان
کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کر سکا
کیونکہ اس وقت انہری کے اس شعبے میں روشنی
کچھ زیادہ نہیں ہوتی اور پھر میں نے ان کا چہرہ بھی
نہیں دیکھا۔ البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ وہ قدرے
پتہ سنہرا آدمی ہیں۔ انھوں نے لمبا سا چغہ بھی پہن
رکھا ہے۔ شاید کوئی پادری ہیں۔ تھوڑی دیر انتظار کر
سکیں تو میں یہ معلوم کر آؤں کہ انھیں واقعی اسی
کتاب کی ضرورت ہے؟“

”نہیں اب رہنے دیں۔“ مسٹر ایڈیٹر نے
کہا۔

”میں اس وقت مزید انتظار نہیں کر سکتا بس
شکر یہ۔ مجھے ذرا جلدی جانا ہے۔ البتہ اگر ہو۔ گا تو
میں کل پھر آ جاؤں گا۔ اتنے میں آپ پتہ چلا سکیں

گئے کہ وہ کتاب کس شخص نے لی تھی۔“

”ضرور جناب اور میں وہ کتاب آپ کے لیے الگ ہی رکھ لوں گا بشرطیکہ۔“ لیکن مسٹر ایلڈرڈ پوری بات سننے سے پہلے ہی جلدی سے روانہ ہو گئے تھے۔

گیرٹ کے پاس چند لمبے فارغ تھے۔ اس نے سوچا۔

”میں اس شعبے میں واپس جاتا ہوں شاید وہ معمر شخص وہیں مل جائے۔ ہو سکتا ہے کہ چند دنوں کے لیے وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے۔ میں ہمت کر کے کہہ دوں گا کہ ایک اور صاحب اس کتاب کو کچھ دیر کے لیے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔“ لہذا وہ لائبریری کے شعبہ عبرانی کی طرف چل پڑا۔ لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو معمر آدمی وہاں نہ تھا اور ۱۱، ۳، ۳۳ کے نشان والی کتاب الماری میں اپنی جگہ پر پڑی تھی۔

یہ سوچ کر گیرٹ کو قدرے رنج ہوا کہ اس نے اتنی سی بات کے لیے ایک کتاب کے شائق کو مایوس کیا۔ اگر لائبریری کے اصول اس بات کی اجازت دیتے تو وہ اس کتاب کو اسی وقت نیچے ڈیوڑھی میں لے جا کر اپنے پاس رکھ لیتا تاکہ اگلے دن مسٹر ایلڈرڈ کو باسالی مل سکتی۔ تاہم اگلے دن صبح ہی سے وہ مختصر تھا بلکہ اس نے دربان سے بھی کہہ رکھا تھا کہ مسٹر ایلڈرڈ آئیں تو اسے فوآ بتایا جائے۔ لائبریری کھلتے سے کچھ ہی دیر بعد جبکہ عملے کے علاوہ شاید ہی اور کوئی آدمی عمارت میں موجود تھا مسٹر ایلڈرڈ آئے تو اتفاق سے وہ اس وقت ڈیوڑھی ہی

میں تھا۔

”مجھے بڑا افسوس ہے۔“ اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”عموماً مجھ سے ایسی فاش غلطی نہیں ہوتی لیکن مجھے اس وقت واقعی یہ احساس ہوا تھا کہ اس معمر شخص نے وہی کتاب الماری سے نکالی تھی اور کچھ دیر اسے بغیر کھولے اپنے ہاتھ میں رکھا تھا جیسا کہ کئی آدمی کسی کتاب کو حوالہ نمبر دے کر منگوانے کی بجائے خود پسند کر کے اپنے نام جاری کروانے کے لیے نکال لیتے ہیں۔ خراب میں بھاگ کر اوپر جاتا ہوں اور جلدی سے آپ کے لیے وہ کتاب لے کر آتا ہوں۔“

اس موقع پر کچھ وقفہ حائل ہو گیا۔ مسٹر ایلڈرڈ نے اتنے میں ڈیوڑھی میں چھل قدم کی تمام نوٹس پڑھ لیے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی پھر کرسی پر بیٹھ کر میز میوں کی طرف دیکھا اور وہ سب کچھ جو ایک بے حد مضطرب آدمی کر سکتا تھا حتیٰ کہ کوئی بیس منٹ اسی طرح گزر گئے۔ آخر اکتا کر انھوں نے آگے بڑھ کر دربان سے دریافت کیا کہ مسٹر گیرٹ لائبریری کے جس شعبے سے کتاب لینے گئے تھے کیا وہ بہت دور ہے۔“

”جی میں بھی یہ سوچ رہا تھا کہ نہ جانے کیا بات ہے ویسے وہ بڑے پھر تیلے آدمی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ لائبریرین صاحب نے انھیں کہیں بھیج دیا ہو لیکن اس صورت میں بھی انھیں بتا دینا چاہیے تھا کہ آپ ایک کتاب کا انتظار کر رہے ہیں۔ اچھا میں فون کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔“

اور اس نے فون پر خود بات کی۔ جونہی اسے جواب ملا اس کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اس نے دو ایک اضافی سوالات اور کیئے جن کا مختصر سا جواب فوراً مل گیا۔ پھر وہ اپنے کاؤنٹر پر آیا اور قدرے ہلکی آواز میں بولا۔

”جناب مجھے یہ سن کر افسوس ہوا ہے کہ بظاہر کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر گیرٹ کی حالت کچھ خراب ہو گئی تھی لہذا لائبریرین صاحب نے انھیں پرلے راستے سے ایک ٹیکسی کے ذریعے گھر بھیج دیا ہے۔ سنا ہے کہ انھیں کوئی صدمہ پہنچا ہے۔“

”کیا واقعی؟ کیا وہ کچھ زخمی ہو گئے ہیں؟“

”نہیں جناب اس حادثے میں تشدد وغیرہ نہیں ہے بلکہ جہاں تک میں سمجھا ہوں انھیں غالباً کوئی دورہ پڑا ہے جسے آپ بیماری سمجھ سکتے ہیں۔ مسٹر گیرٹ زیادہ مضبوط آدمی نہیں ہیں۔ لیکن جہاں تک آپ کی کتاب کا تعلق ہے شاید آپ اسے خود تلاش کر سکیں۔ یہ بڑے رنج کی بات ہے کہ آپ کو وہ بارہ اس طرح مایوسی ہوئی۔ اچھا خیر لیکن مجھے افسوس ہے کہ مسٹر گیرٹ جس مکان میں رہتے ہیں وہ سٹیشن سے کچھ زیادہ دور نہیں ہے۔“

”اچھا ایک بات اور بتائیں کہ کل میرے چلے جانے کے بعد آپ نے کسی منظم صاحب کو یہاں سے باہر جاتے ہوئے دیکھا تھا جو شاید پادری ہیں۔ انھوں نے سیاہ چفہ پہن رکھا تھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ کچھ دیر یہاں ٹھہرے ہوں گے اور ممکن ہے وہ میرے جاننے والوں میں سے ہوں۔“

”نہیں جناب سیاہ چفہ میں ملبوس تو کوئی بھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ کے جانے کے بعد دو پروفیسر صاحبان اگلے تھے اور وہ دونوں ہی جوان تھے۔ ایک مسٹر کارٹر تھے جنھوں نے فن موسیقی پر ایک کتاب نکلوائی تھی اور دوسرے پروفیسر نے دو ایک ناول پسند کیئے تھے اور پھر وقت ختم ہونے ہی میں چائے پینے چلا گیا تھا۔ شکر یہ جناب۔“

مسٹر ایلڈرڈ نے ایک ٹیکسی لی اور مسٹر گیرٹ کی رہائش گاہ پر پہنچے لیکن پتہ چلا کہ وہ حضرت ابھی کسی ملاقاتی سے ملنے کے قابل نہیں ہوئے۔ اگرچہ پہلے کی نسبت ان کی حالت اب بہتر تھی لیکن گھر کی مالک کا خیال تھا کہ انھیں شدید صدمہ پہنچا ہے اور ڈاکٹر نے جو ہدایات دی ہیں ان کے مطابق وہ مسٹر ایلڈرڈ سے اگلے روز ہی مل سکیں گے۔ مسٹر ایلڈرڈ اپنے ہوٹل میں واپس آ گئے لیکن اس شام کو وہ قدرے افسردہ سے رہے۔

اگلے دن گیرٹ سے ان کی ملاقات ہو گئی۔ صحت مند ہونے کی حالت میں گیرٹ بڑا ہنس مجھ اور ہشاش بشاش نظر آتا تھا لیکن اب وہ آگ کے قریب ایک آرام گری پر گویا مضطرب بیٹھا ہوا بڑا زرد رو اور نحیف سا دکھائی دے رہا تھا تاہم مسٹر ایلڈرڈ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جنھیں اس وقت ملنے سے اجتناب کیا جاتا۔

”میں آپ سے بے حد شرمندہ ہوں میری بیبہ سے آپ کو جو زحمت ہوئی مجھے اس پر واقعی معذرت کرنی چاہیے تھی لیکن مجھے آپ کا پتہ معلوم نہ تھا۔ اب مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ آپ نے خود

میرے غریب خانے پر آنے کی تکلیف کی ہے۔ میں اس طرح تکبھی بھی آپ کو زحمت نہ ہونے دیتا مگر آپ جانتے ہیں کہ میں اس بارے میں قیاس بھی نہ کر سکتا تھا کہ مجھے اس طرح صدمہ پہنچے گا۔“ واقعی یہ سب کچھ اچانک ہو گیا لیکن چونکہ مجھے ڈاکٹری سے کچھ شغف ہے لہذا میں اس لحاظ سے کچھ پوچھوں تو برا نہ مانیں آپ کو بغیر ذہنی مشورہ ہی ملے گا۔ کیا کسی اونچائی سے گر گئے تھے؟“

”جی نہیں میں فرش پر ہی گرا تھا۔ قطعاً کسی اونچائی سے نہیں لیکن یہ واقعی ایک صدمہ تھا۔“

”آپ کا مطلب ہے کسی چیز نے آپ کو ڈرا دیا تھا۔ کیا یہ کوئی ایسی چیز تھی جو آپ کے خیال میں آپ کو نظر آئی تھی؟“

”مجھے ڈر ہے کہ اس معاملے میں خیال کا کچھ زیادہ تعلق نہیں ہے۔ میں نے اسے ضرور دیکھا تھا۔ آپ کو یاد ہے جب آپ پہلی بار لائبریری میں آئے تھے؟“

”ہاں بے شک لیکن میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اس کی تفصیل میں نہ جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی یاد سے آپ کو ذہنی طور پر دھچکے پہنچے گا۔“

”لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ جیسے کرم فرما کے سامنے واقعہ بیان کرنے سے مجھے کچھ تسکین ہوگی ہو سکتا ہے آپ اس کی وضاحت کر سکیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب میں عبرانی کتابوں والے شعبے میں گیا تھا جہاں آپ کی کتاب۔۔۔“

”بس مسٹر گیرٹ مجھے اب اجازت دیں۔ میری گھڑی یہ بتا رہی ہے کہ میرے پاس بہت کم وقت رہ گیا ہے اور مجھے ابھی اپنا سامان اکٹھا کرنا ہے اور گاڑی پکڑنی ہے اس ذکر کو اب رہنے ہی دیں ورنہ اس سے آپ کو تکلیف پہنچنے کا خدشہ ہے جس کا آپ اندازہ بخوبی نہیں کر سکتے۔ ایک بات البتہ میں آپ سے ضرور کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ چونکہ میں بالواسطہ آپ کی اس بیماری کا ذمہ دار ہوں لہذا میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ آپ نے اس ضمن میں جو وہ ادارہ کیا ہے اس کا مل مجھے ادا کرنا چاہیے۔“

لیکن یہ پیشکش قبول کرنے سے بالکل واضح طور پر انکار کر دیا گیا۔ مسٹر ایڈلڈرڈ نے زیادہ اصرار نہ کیا بلکہ جلدی سے چلے گئے۔ تاہم گیرٹ نے تاکید کر کے اس کتاب کا حوالہ نمبر لے لیا تھا تا کہ مسٹر ایڈلڈرڈ بعد میں آکر اسے حاصل کر سکیں۔ لیکن مسٹر ایڈلڈرڈ لائبریری میں پھر نہ آئے۔

گیرٹ سے اس دن ایک اور شخص ملنے آیا جس کا نام جارج اول تھا وہ بھی اس لائبریری میں ملازم تھا۔ ارل ان آدمیوں میں سے ایک تھا جنہوں نے گیرٹ کو اس شعبے میں بے ہوش پڑا پایا تھا۔ جو وسیع گیلری کے مرکزی راستے کھلتا تھا اور جہاں عبرانی زبان کی کتابیں رکھی تھیں۔

یہ ایک قدرتی بات تھی کہ ارل کو اپنے دوست کو اس حالت میں دیکھ کر بہت تشویش ہوئی تھی لہذا جونہی لائبریری کا وقت ختم ہوا۔ وہ اپنے ساتھی کی عیادت کے لیے پہنچ گیا تھا۔ دو ایک رگی باتوں کے

بعد اس نے کہا۔

”جیسے اچھی طرح سے معلوم نہیں کہ تمہاری حالت کیونکر متغیر ہوگئی تھی، لیکن میرا خیال ہے کہ لاہوری کے اس حصے کی فضا میں ضرور کوئی خرابی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ تمہیں وہاں دیکھنے سے کچھ دیر پہلے میں ڈیوس کے ساتھ ٹیلری سے گزر رہا تھا کہ میں نے اس سے کہا۔ کیا تم نے کبھی ایسی سڑی بو محسوس کی ہے جیسی یہاں پھیلی ہوئی ہے؟ یہ ہرگز صحت بخش نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی اس قسم کی بو میں بہت دیر تک رہے (جس سے زیادہ ناگوار بو میں نے کبھی محسوس نہ کی ہوگی) تو یہ اس کے نظام پر بری طرح اثر انداز ہوگی اور کسی وقت بھی اس کا نقصان ظاہر ہو سکتا ہے کیا تم ایسا نہیں سوچتے؟“

گیرٹ نے اپنے سر کو جنبش دی۔
”اس بو کی تاثیر کے متعلق تو سب کچھ ٹھیک ہے لیکن یہ وہاں ہر وقت نہیں ہوتی اگرچہ میں نے گزشتہ دو ایک دنوں میں اسے محسوس کیا ہے۔ یہ کچھ اس طرح کی غیر قدرتی حد تک ناگوار بو ہے۔ جیسے شدید دھول اڑ رہی ہو۔ لیکن ایسی کسی بو نے مجھے متاثر نہیں کیا۔ وہ تو کوئی ایسی چیز تھی جسے میں نے دیکھا تھا۔ اور میں تمہیں اس کے متعلق بتانا چاہتا ہوں۔ وہاں کے ایک شخص کے لیے شعبہ عبرانی سے ایک کتاب لینے گیا تھا جس نے نیچے مجھ سے اس کی فرمائش کی تھی۔ اور اسی کتاب کے متعلق مجھے ایک دن پہلے بھی کچھ ملاحظہ ہو چکا تھا۔ یعنی جب میں وہاں پہنچا تھا تو میں نے یقیناً ایک شخص کو وہی کتاب انماری سے لیتے ہوئے دیکھا تھا جس

نے چنچہ پن رکھا تھا۔ میں نے نیچے آ کر کتاب کی فرمائش کرنے والے سے کہا کہ کتاب اس وقت باہر ہے۔ وہ شخص کہہ کر چلا گیا کہ وہ اگلے دن آ جائے گا۔ میں پھر شعبہ عبرانی میں واپس گیا تاکہ اس پادری سے وہ کتاب اگر مل سکے تو لے لوں۔ لیکن پادری وہاں نہ تھا اور وہ کتاب انماری میں اپنی جگہ پڑی ہوئی تھی۔ کل میں بھی وہی کتاب لانے کے لیے اوپر گیا۔ اس وقت تمہیں یاد ہی ہوگا۔ صبح کے دس بجے تھے اور وہاں اچھی خاصی روشنی تھی کہ جتنی کہ اس وقت ان حصوں میں عموماً ہوا کرتی ہے۔ وہ پادری وہاں پھر موجود تھا اور اسی کتاب کو انماری سے نکال رہا تھا جس کی مجھے ضرورت تھی۔ اس کی پشت میری طرف تھی اور اس کا سیٹ میز پر پڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ سر سے گنجا تھا۔ میں نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے دو ایک لمحوں توقف کیا۔ اس کا سر نفرت انگیز حد تک خشک اور گرد و خراب سے اٹا ہوا تھا اور اس پر بالوں کی دھاریاں مکڑیوں کے جالوں جیسی نظر آ رہی تھیں۔ میں نے قصداً کچھ کھٹکا کیا کھٹکا اور اپنے پیروں کو جنبش دی۔

اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اس کا چہرہ مجھے دکھائی دیا جسے میں ابھی تک دیکھ نہ سکا تھا۔ میں تمہیں پھر بتاتا ہوں کہ مجھے غلطی نہیں ہوئی۔ اگرچہ میں کسی وجہ سے اس کے چہرے کا نچلا حصہ نہیں دیکھ سکا تاہم میں نے اس کے چہرے کا اوپر کا حصہ دیکھ لیا تھا جو بالکل بے رس تھا اور اس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ اور ان پر امروؤں سے لے کر

گالوں تک مکڑی کے جالے تنے ہوئے تھے موٹے جالے۔ انھیں دیکھ کر میں واقعی دم بخود رہ گیا اس کے بعد کیا ہوا میں یہ نہیں بتا سکتا۔“

ارل نے اس بارے میں جو وضاحتیں پیش کیں ہمیں ان سے کچھ زیادہ تعلق نہیں ہے بہر حال ان باتوں سے گیرٹ اس امر کا قائل نہ ہو سکا کہ اس نے جو کچھ دیکھا تھا وہ شخص وہم تھا۔

گیرٹ کے کام پر واپس جانے سے پہلے ہی لائبریرین نے اسے ایک ہفتے کی چھٹی لینے پر زور دیا تاکہ وہ کچھ آرام کر لے اور کہیں ہوا بدلی بھی کر آئے۔ لہذا وہ ایک دنوں میں وہ اپنا سفری تھمبیلے کر برسٹو جانے کے لیے سٹیشن پر کھڑا تھا جہاں وہ اس سے پہلے کبھی نہ گیا تھا۔ اسے ایک ایسے ڈبے کی تلاش تھی جہاں وہ آزادانہ سگریٹ نوشی کر سکے۔ آخر کار اسے گاڑی میں ایک دل پسند ڈبیل گیا۔ لیکن جونہی وہ اس کے قریب پہنچا۔ اسے دروازے میں ایک ایسی سمت نظر آئی جو حال ہی پیش آنے والے ناخوشگوار واقعے سے متعلق شخص جیسی تھی۔ اس نے بڑی گھبراہٹ سی محسوس کرتے ہوئے بے اختیارانہ ساتھ والے ڈبے کا دروازہ زور سے کھولا اور تیزی سے اس میں گھس گیا جیسے کہیں موت اس کا پیچھا کر رہی ہو۔

گاڑی چل پڑی اور وہ غالباً بے ہوش ہو گیا ہو گا کیونکہ جب اس کے حواس بجا ہوئے تو کسی سنگھانے والی دوا کی شیشی اس کی ٹاک سے لگی ہوئی تھی۔ اس کی معالج ایک خوش پوش عمر خاتون تھی جو اپنی بیٹی کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ ڈبے میں ان

کے علاوہ اس واقعے کے بعد ان کے درمیان سلسلہ شروع ہونا قدرتی بات تھی۔ بلکہ جیسا کہ ایسے موقعوں پر عموماً ہوتا ہے اس نے ان کا شکر یہ ادا کیا۔ اس کے بعد کچھ سوالات کا تبادلہ ہونا ضروری تھا۔ پھر اور باتیں شروع ہو گئیں۔ اور سفر ختم ہونے سے پہلے گیرٹ کو نہ صرف ایک معالج کی خدمات حاصل ہوئیں بلکہ ایک خانہ دار خاتون بھی مل گئی۔ کیونکہ مسز ہیمپسن کے پاس برنسٹو میں کچھ کمرے کرائے کے لیے خالی تھے جو بعد میں دیکھنے پر ہر طرح سے مناسب معلوم ہوئے۔ چونکہ اس موسم میں وہ جگہ زیادہ تر خالی تھی۔ لہذا گیرٹ کو ماں بیٹی دونوں سے بات چیت کرنے اور کچھ وقت ان کے پاس گزارنے کا اچھا خاصا موقع مل جاتا تھا۔ ان صحبتوں کو اس نے بڑا خوشگوار پایا۔ اس کے قیام کی تیسری شام تک ان کے باہمی میل جول میں اس حد تک ترقی ہو چکی تھی کہ ماں بیٹی نے اس سے ایک شام اپنے ذاتی کمرے میں گزارنے کی فرمائش کی۔

ان کی باتوں کے دوران پتہ چلا کہ گیرٹ لائبریری میں کام کرتا ہے۔

”خوب لائبریریاں تو بڑی عمدہ جگہ ہیں ہوتی ہیں۔“ مسز ہیمپسن نے خوشی سے گہری سانس لے کر ہاتھ جھما کر ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

”لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی آپ کو بتائے دیتی ہوں کہ کتابوں نے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ایک کتاب نے میرے لیے بڑی تشویش پیدا کر رکھی ہے۔“

”دیکھئے محترمہ میری روزی کا دار و مدار کتابوں پر ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں ان کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتا۔ مجھے یہ سن کر حیرت ہوئی کہ کتابیں آپ کے لیے بری ثابت ہوئیں۔“

”ای شاہ مسٹر گیرٹ وہ معاملہ حل کرنے میں ہماری مدد کر سکیں۔“ مس سیمسن نے کہا۔

”نہیں بیٹی میں مسٹر گیرٹ کو ایک ایسے مسئلے میں الجھانا نہیں چاہتی جس میں پتہ نہیں وہ عمر بھر الجھے رہیں اور پھر دوسری بات یہ کہ انھیں اپنے نجی معاملات میں زحمت دینا بھی ہمارے لیے کچھ مناسب نہیں ہے۔“

”لیکن مس سیمسن اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ میری خدمات سے آپ کو کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ وہ عمر مجھے بتائیں۔ اگر کسی کتاب کے متعلق کچھ دریافت کرنا ہے تو آپ کو علم ہی ہے کہ میں اس لحاظ سے ہر ممکن حد تک مفید ثابت ہو سکتا ہوں۔“

”ہاں ایسا ممکن ہے لیکن اس معاملے کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہمیں اس کتاب کا نام تک معلوم نہیں۔“

”اور کیا یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کتاب کس موضوع پر ہے؟“

”جی تو مشکل ہے کہ موضوع کا پتہ نہیں۔“

”ای ہمارا ذی خیال تو تھا جگہ وہ کتاب غالباً انگریزی میں نہیں ہے۔ مگر یہ بھی کوئی مناسب سراغ نہیں ہو سکتا۔“

”خیر مسٹر گیرٹ۔“ مس سیمسن نے آگ پر

سے نظریں ہٹاتے ہوئے متفکرانہ انداز میں کہا۔

”میں آپ کو وہ کہانی سنائے دیتی ہوں آپ مہربانی سے ان باتوں کو اپنے تک ہی محدود رکھیں۔ اچھا تو بات یہ ہے کہ میرے ایک بوڑھے چچا تھے جن کا نام ڈاکٹر ریٹ تھا۔ شاید آپ نے کہیں ان کا ذکر سنا ہو۔ نہ صرف یہ کہ وہ ایک لائق آدمی تھے بلکہ یہ بھی کہ انھوں نے اپنے آپ کو نہ جانے کیوں ایک زمین دوز کمرے میں دفن کرانا پسند کیا تھا۔“

”میرا خیال ہے کہ میں نے کسی گائیڈ بک میں ان کا نام پڑھا تھا۔“

”ضرور انہی کا نام پڑھا ہوگا۔“ مس سیمسن نے کہا۔

”انھوں نے ہدایات چھوڑی تھیں کہ انھیں روزمرہ کے لباس ہی میں اینٹوں کے بنے ہوئے ایک زمین دوز کمرے میں بند کر دیا جائے۔ یہ کمرہ انھوں نے اپنے مکان کے پاس ہی ایک کھیت میں بنوایا تھا۔ دیہاتی لوگوں کا کہنا ہے کہ انھوں نے ڈاکٹر ریٹ کو پھر بھی پرانے سیاہ چننے میں ملبوس اس مکان کے قریب و جوار میں دیکھا ہے۔“

”میں ایسی باتوں کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات نہیں رکھتی۔“ مس سیمسن نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

”لیکن خیر انھیں مرے ہوئے اب بیس سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ وہ ایک پادری تھے۔ اگرچہ میں واقعی اس بات کا تصور نہیں کر سکتی کہ وہ کیسے پادری بن گئے تھے تاہم انھوں نے اپنی زندگی کے آخری حصے میں مذہبی فرائض انجام نہ دیے

تھے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ بھی اچھا ہی ہوا تھا۔ وہ زیادہ تر اپنی ہی جائیداد پر بسر اوقات کرتے تھے۔ ان کی ایک بڑی عمدہ جاگیر ہے جو یہاں سے کچھ زیادہ دور نہیں ہے۔ ان کی کوئی بیوی یا کنبہ وغیرہ نہ تھا۔ البتہ ایک بیٹی جو کہ میں خود ہوں اور ایک بھتیجا تھا۔ اپنی زندگی میں انھوں نے ہم دونوں میں سے کسی کو بھی کچھ زیادہ نہ چاہا تھا اور نہ کسی اور شخص ہی سے وہ کوئی خاص وابستگی رکھتے تھے۔

اگر ایسی کوئی بات تھی تو میری نسبت میرے چچیرے بھائی جان کو وہ قدرے پسند کرتے تھے کیونکہ وہ کافی حد تک ان کا ہم مزاج تھا۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گی کہ انھیں بڑے چچھوڑے حربے استعمال کرنے کی عادت تھی۔ اگر میں شادی نہ کرتی تو ہو سکتا ہے کہ اب مختلف صورت حالات ہوتی۔

لیکن میں نے شادی کر لی جس پر وہ بہت برہم ہوئے۔ خیر وہ ایک جاگیر کے بلا شرکت غیرے مالک تھے اور ان کے پاس بہت دولت تھی۔ یہ بات صاف طور پر واضح تھی کہ ان کی وفات کے بعد میں اور میرا چچیرا بھائی دونوں ہی مساوی طور پر جائیداد کے وارث تھے۔ تقریباً بیس سال پہلے سردیوں کے موسم میں وہ بیمار پڑ گئے اور مجھے ان کی تنہا داری کے لیے بلا بھیجا گیا۔ میرا خاوند ابھی زندہ تھا لیکن پچا میاں کو اس کے آنے کی اطلاع نہ ہوئی تھی۔ جونہی میں ان کے مکان پر پہنچی میں نے اپنے چچیرے بھائی جان کو وہاں سے ایک کھلی موٹر میں جاتے ہوئے دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ میں اندر چلی گئی اور

جہاں تک ممکن تھا میں نے اپنے چچا کی دل گیری میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ لیکن جلد ہی مجھے احساس ہو گیا کہ یہ ان کی آخری بیماری ہوگی۔ یہ بات وہ خود بھی جانتے تھے۔

جس دن وہ فوت ہوئے اس سے ایک دن پہلے انھوں نے مجھے اپنے پاس ہی بٹھائے رکھا۔ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ایسی بات ضرور ہے جسے وہ مجھے بتانے سے ہچکچا رہے تھے اور غالباً وہ کوئی نا خوشگوار معاملہ تھا۔ بظاہر وہ اس بات کو اس وقت تک چھپائے رکھنا چاہتے تھے جب تک کہ وہ کچھ بھی تو انائی محسوس کرتے تھے۔ مجھے ڈر تھا کہ وہ مجھے کافی دیر تک وہاں بٹھائے رکھیں گے۔ لیکن آخر کار ان کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔

”میری.....!“ وہ بولے۔

”میری! میں نے جان کے حق میں اپنی وصیت تیار کر دی ہے۔ وہ میری ساری جائیداد کا مالک ہوگا۔“ یہ فیصلہ سن کر واقعی مجھے سخت صدمہ پہنچا تھا کیونکہ ہم..... میرا خاوند اور میں ان دونوں امیر لوگ نہ تھے۔ میرا خاوند اگر قدرے با فراغت زندگی گزار سکتا تو غالباً وہ پچھ دن اور بیٹا۔ لیکن میں نے اپنے چچا سے کوئی خاص بات نہ کی۔ میں نے اس وقت محض اتنا ہی کہا تھا کہ وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں جو چاہیں کریں۔

اس کی وجہ کچھ تو یہ تھی کہ میرے ذہن میں کوئی اور موزوں بات کہنے کو نہ تھی اور کچھ اس لیے بھی کہ مجھے یقین تھا کہ اگر کچھ کہا بھی گیا تو اس سے فائدہ نہ ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بولے۔

”لیکن میری میں جان کو کچھ زیادہ پسند نہیں کرتا اور میں نے ایک اور وصیت تیار کی ہے جو تمہارے حق میں ہے۔ تم سب کچھ حاصل کر سکتی ہو۔ البتہ تمہیں وہ وصیت تلاش کرنے کی ضرورت رہے گی اور میں خود یہ نہیں بتاؤں گا کہ وہ کہاں ملے گی۔“ اس کے بعد وہ اپنے آپ ہی کچھ ہنستے رہے اور میں مزید کچھ سننے کی غصہ نہ کر رہی کیونکہ مجھے خیال آیا تھا کہ ابھی ان کی بات ختم نہیں ہوئی۔

”وہ ایک اچھی لڑکی ہے۔“ کچھ دیر بعد کہنے لگے۔

”تم انتظار کرو پھر میں تمہیں وہ سب کچھ بتاؤں گا جو میں جون کو بتا چکا ہوں لیکن یہ یاد رکھنا کہ جو کچھ میں تمہیں بتا رہا ہوں تم اس کی بنا پر عدالتی چارہ جوئی نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ تم محض اپنی زبان سے کچھ کہنے کے علاوہ اور کوئی گواہی بہم نہ پہنچا سکو گی۔ اور جان ایک ایسا آدمی ہے جو وقت پڑنے پر ہر طرح کا حلف بھی اٹھا سکتا ہے۔ اچھا خیر یہ باتیں تو خود بخود سمجھ میں آ جاتے والی ہیں اب سنو میں نے سوچا تھا کہ میں اس وصیت کو عام انداز میں نہیں لکھوں گا لہذا میں نے اسے ایک کتاب میں لکھا ہے جو ایک مطبوعہ کتاب ہے۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ اس مکان میں ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔ لیکن تمہیں اسے ان کتابوں میں ڈھونڈنے کی زحمت نہیں کرنا پڑے گی کیونکہ وہ کتاب ان میں شامل نہیں بلکہ دوسری جگہ محفوظ پڑی ہے اور وہ ایسی جگہ ہے جہاں جان کسی بھی دن جا کر اسے تلاش کر سکتا ہے بشرطیکہ اسے اس جگہ کا علم ہو جائے مگر

تمہارے لیے یہ بات دشوار ہوگی یہ ایک اچھی وصیت ہے باقاعدہ دستخط شدہ اور شہادت کے ساتھ لیکن شاید ہی کچھ گواہ بہم پہنچا سکو۔“

”اس پر بھی میں کچھ نہ بولی۔ اگر میں اس وقت ذرا بھی مل سکتی تو بوڑھے چچا کو پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالتی۔ وہ بدستور اپنے آپ ہی ہنستے ہوئے لیٹے ہوتے اور آخر کار بولے۔

”اچھا تو تمہیں یہ وصیت اچانک حاصل ہو سکتی ہے چونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم دونوں ساری شرائط پر کوشش کا آغاز کرو اور جان کسی حد تک اس قابل ہے کہ اس کتاب کا پتہ چلا سکے۔ لہذا میں تمہیں دو ایسی چیزیں بتاتا ہوں جو میں نے اسے نہیں بتائیں۔ وہ وصیت انگریزی میں ہے لیکن تم اسے کبھی دیکھ لو تو بھی اس بات کو جان نہ جاؤ گی۔ یہ تو ہوئی ایک بات اور دوسری یہ کہ جب میں چل بسوں تو تمہیں میری میز کی دراز سے ایک لفافہ ملے گا جس پر تمہارا نام لکھا ہوگا۔ اس لفافہ میں ایک ایسی چیز ہوگی جو تمہارے لیے اس کتاب کی تلاش میں مددگار ثابت ہوگی بشرطیکہ تم ذرا عقل سے کام لو۔“

”پندرہ گھنٹوں کے بعد چچا میاں اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور اگرچہ میں نے اس کے متعلق جان ایلڈرڈ سے درخواست کی۔“

”جان ایلڈرڈ؟ قطع کلامی معاف مسز سپسن میرا خیال ہے کہ میں ایک مسز جان ایلڈرڈ کو جانتا ہوں کیسا حلیہ ہے ان کا؟“

”میں نے تو کوئی دس سال سے اسے نہیں

دیکھا اب وہ ایک مسمر اور اکبرے بدن کا آدی ہوگا۔ اور اگر اس نے مونچھیں منڈوانیں لیں تو اس کی کافی بڑی مونچھیں ہوں گی جنہیں عام طور پر گل مونچھ کہا جاتا ہے۔“

”اچھا تو پھر یہ وہی صاحب ہیں۔“

”لیکن آپ اس سے کہاں ملتے تھے مسٹر کیرٹ؟“

”میں نہیں جانتا تو میں آپ کو کیا بتاؤں۔“

کیرٹ نے قصداً بات کو چھپانے کی غرض سے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ ان سے کسی عام جگہ پر

ملاقات ہوئی تھی۔ لیکن آپ کی بات تو ابھی ختم نہیں

ہوئی۔“

”مجھے اب زیادہ کچھ نہیں کہنا سوائے اس کے

کہ ان ایلڈرڈ نے میرے خطوں کی طرف کوئی توجہ

نہ دی۔ وہ بھی سے اسے جاگیر پر اکیلا ہی قابض چلا

آ رہا ہے۔ اس اثنا میں ہم ماں بیٹی نے یہاں

مکان کے کمروں کو کرائے پر دینے کا دھندا شروع

کیا۔ مجھے ڈر تھا کہ یہ کام بڑا ناخوشگوار ثابت ہوگا

لیکن ایسا نہیں ہوا۔“

”لیکن اس لفافے کے متعلق تو آپ نے کچھ

بتایا ہی نہیں۔“

”واقعی میں اسے بھول گئی تھی۔ اسی کا تو سارا

معہ ہے میری میز کے دراز سے وہ کانڈ تو مسٹر

کیرٹ کو دینا۔“

یہ ایک کانڈ کا پرزہ تھا جس پر صرف پانچ

ہند سے لکھے ہوئے تھے ان کے درمیان نہ تو کچھ

فاصلہ تھا نہ ان میں کوئی اوقاف لگے ہوئے تھے۔

۱۱۲۳۳۔

کیرٹ نے چند لمحے ان ہندسوں کو غور سے

دیکھا۔ مہا اس کی آنکھوں میں کچھ برائی جھلکی پھر

اس نے مت بناتے ہوئے دریافت کیا۔

”کیا آپ کے خیال میں مسٹر ایلڈرڈ کو اس

کتاب کے بارے میں آپ سے زیادہ معلومات

ہیں؟“

”میں بعض اوقات سوچتی ہوں کہ وہ ضرور

زیادہ جانتا ہوگا۔“ مسز سمپسن نے کہا۔

”اور وہ اس طرح کہ بچانے وہ وصیت اپنی

وفات سے زیادہ دیر پہلے نہ بنائی ہوگی (جیسا کہ

میرے خیال میں انھوں نے خود ہی واضح کر دیا تھا)

اور اس کے فوراً بعد انھوں نے کچھ کتابیں خود ہی

آتے ہوئے پہلے تو وہ ہنگاماً تارہا تھا لیکن پھر اسے یہ

یاد ہی نہ رہا کہ وہ مسز سمپسن سے ایلڈرڈ کی رہائش کا

پتہ پوچھ لیتا۔ تاہم اس امر کا امکان تھا کہ وہ انھیں

خط لکھ کر پوچھ لے گا۔

کم از کم کانڈ پر درج شدہ ہندسوں میں اس

کے لیے سراغ موجود تھا۔ اگر وہ کسی ایسے حوالہ نمبر کو

ظاہر کرتے تھے جو اس کی لائبریری کی کسی کتاب کا

ہو تو اس کا مطلب یہ تھا کہ چند ہی کتابوں کے متعلق

چھان بین کرنی پڑے گی۔ ممکن ہے یہ ہند سے اس

طرح تقسیم ہوتے ہوں۔ ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰،

اور اپنے ساتھیوں کو اپنی جلد واپسی کی وجہ بتانی پڑیں
تاہم وہ جلدی سے اپنے کام پر لگ گیا۔ حوالہ نمبر
۳۳، ۱۳، ۱ کی کتاب اپنی جگہ پر ہی تھی اور اس میں
کوئی خارجی تحریر نہ تھی۔ اسی گیلری میں جب وہ
شعبہ ۱۱ کی طرف بڑھا تو اسے وہاں کچھ سی محسوس
ہوئی لیکن وہ متعلقہ الماری کی طرف بڑھتا گیا۔
۳۳، ۱۱ پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد (جو کہ
بالکل نئی کتاب تھی) اس نے ان کتابوں کی طرف
نظر دوڑائی جو ۳۳، ۱۱ کے خانوں میں بھری ہوئی
تھیں۔ جس خلا کا اسے خدشہ تھا وہاں موجود تھا۔
نمبر ۳۳ غائب تھی۔ لیکن پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا
کہ کہیں وہ کتاب غلط جگہ تو نہیں رکھا دی گئی۔ لیکن وہ
واقعی الماری میں نہ تھی وہ ڈیوڑھی میں چاہیہ تھا۔

”۳۳، ۱۳، ۱ آپ نمبر کی کتاب نکل ہوئی ہے؟ کیا
تمہیں اس نمبر کا کچھ پتہ ہے؟“

”نمبر کا پتہ؟ مگر سنز گریٹ بہتر ہے کہ اگر
آپ کے پاس وقت ہو تو آپ خود کارڈوں میں
تلاش کر کے دیکھ لیں۔“

”اچھا یہ بتاؤ کہ سنز ایڈرڈ پھر تو نہیں آئے؟
وہ عمر رسیدہ صاحب جو اس روز آئے تھے جب میں
بیمار پڑا تھا کسی کو اس بارے میں کچھ معلوم ہو۔“

”میں نے اس دن اسے دیکھا تو تھا لیکن وہ
اس کے بعد کبھی نہیں آئے یعنی جب سے نکال دی
ہوں گی کتاب۔ لیکن ان کی تمام کتابوں کی بڑی
باقاعدگی سے فہرست بنی ہوئی تھی جواب جون کے
پاس ہے۔ اور جون نے اس بات کا بڑا خیال رکھا
تھا کہ کوئی کتاب کسی بھی طرح مکان سے نکلنے نہ

پائے۔ مجھے پتہ چلا کہ وہ ہمیشہ مختلف کتب فروشوں
اور لائبریریوں کے چکر لگاتا رہتا ہے۔ اس سے
خیال گزرتا ہے کہ اس نے فہرست کی مدد سے ضرور
پتہ چالایا ہوگا کہ بچا کی کتابوں میں سے کون کون
سی کتابیں غائب ہیں۔ اور وہ ضرور ان کے لیے
سرگرداں ہوگا۔“

”واقعی یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔“
گیرٹ نے کہا اور وہ پھر کسی سوچ میں ڈوب گیا۔
اگلے ہی دن گیرٹ کو ایک خط موصول ہوا جس
کے بعد اس نے سنز سمپسن کو بڑے افسوس کے
ساتھ بتایا کہ اسے کسی ضروری کام کی وجہ سے برنسٹو
کے قیام کو قطع کرتے ہوئے واپس جانا پڑ گیا ہے۔

وہ ان سے رخصت ہوتے وقت قدرے ملول
تھا (انہیں بھی کم از کم اس سے جدا ہونے کا افسوس
تھا) اس نے محسوس کرنا شروع کیا کہ ایک بحران جو
سنز سمپسن کے لیے (اور سن سمپسن کے لیے بھی؟)
بڑی اہمیت رکھتا تھا ناگہانی طور پر سامنے آچکا تھا۔

ریٹل گاڑی میں گیرٹ کو بڑا اضطراب اور جوش
محسوس ہوتا رہا۔ اس نے اپنے ذہن پر زور دیا کہ
کہیں سنز ایڈرڈ کی مطلوب کتاب کا حوالہ نمبر ان
ہندسوں سے ملتا جلتا تو نہیں ہے جو سنز سمپسن کے
پاس ایک کانڈ کے پرزے پر لکھے ہوئے ہیں۔
لیکن اسے یہ جان کر بڑی مایوسی ہوئی کہ گزشتہ ہفتے
کے صدمے نے واقعی اس کے دماغ کو اس حد تک
متاثر کیا تھا کہ وہ نہ تو اس کتاب کے حوالہ نمبر یا اس
کی نوعیت کے بارے میں کچھ یاد کر سکا اور نہ وہ
مقام ہی یاد آیا جہاں وہ اس کتاب کی تلاش میں گیا

تھا۔ البتہ لائبریری کے دوسرے تمام حصے حسب سابق اس کے ذہن میں اچھی طرح محفوظ تھے۔

اور دوسری بات جسے سوچ کر اسے اپنے آپ پر قدرے غصہ بھی آیا تھا یہ تھی کہ آپ نے ٹیپسٹی لی ہے میں نے انھیں نہیں دیکھا۔ البتہ رابرٹس کو شاید معلوم ہو۔ رابرٹس تمہیں ایملڈ وڈ کا نام یاد ہے؟“

یعنی وہ صاحب جنہوں نے پارسل کے خرچ کے لیے کچھ رقم بھیجی تھی انھیں وہ کتاب بھیجی جا چکی ہے۔

”کیا تم یہ کبنا چاہتے ہو کہ تم نے مسٹر ایملڈ وڈ کو کوئی کتاب بھیجی تھی۔ یاد کیا وہ کتاب انھیں بھیج چکے ہو۔“

”دیکھئے مسٹر گیرٹ اگر کوئی بھلا آدمی کسی کتاب کے لیے باضابطہ طور پر فرمائش بھیجے اور سیکرٹری کا حکم ہو کہ کتاب بھیج دی جائے اور پھر فرمائش کے ساتھ پارسل کے لیے اتنی رقم بھی ارسال کر دی گئی ہو تو مسٹر گیرٹ میں یہ سوال پوچھنے کی جرأت کرتا ہوں کہ آپ کیا کریں گے؟ آپ اس کی تعمیل کرنے کے پابند ہوں گے یا نہیں یا محض اس بارے میں معاملے کو نظر انداز کر دیں گے۔“

”تم نے واقعی ٹھیک کیا ہے ہو گسٹن۔ تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔ کیا تم مجھے وہ پرچی دکھا سکتے ہو جو مسٹر ایملڈ وڈ نے بھیجی تھی اور اس کے ساتھ ہی مجھے ان کا پتہ بھی بتا سکو گے؟“

”ضرور مسٹر گیرٹ۔ مجھے لاف زنی کرنے کی عادت نہیں ہے۔ میں جہاں تک ممکن ہو آپ کے کام آنے کی کوشش کروں گا۔ کتاب کا کارڈ تو فائل

میں ہے۔ جے الڈرڈ ۲۲، ۲۳، ۲۴، آپ۔ کتاب کا نام تلمود یا پتہ نہیں کیا ہے۔ آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ کوئی ناول نہیں ہے اور اس کے ساتھ ہی مسٹر ایملڈ وڈ کا رقعہ جس میں انھوں نے اس کتاب کے لیے فرمائش کی تھی۔“

”شکر یہ لیکن وہ پتہ؟ اس رقعے میں تو اس کا کوئی ذکر نہیں۔“

”ہاں واقعی ذرا ٹھہریں مسٹر گیرٹ وہ بھی مل سکتا ہے۔ فرمائش کے ساتھ ایک رقعے پر وہ پتہ بھی لکھا ہوا تھا جس پتے پر وہ کتاب بھیجی گئی ہے۔ اور اگر میں نے اس معاملے میں کوئی غلطی کی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے وہ پتہ ابھی اپنی چھوٹی کاپی میں درج نہیں کیا۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ اس درج نہ کرنے کی مقول وجہ تھی اب نہ تو میرے پاس وقت ہے اور نہ آپ ہی فارغ ہوں گے کہ اس پتے کی ابھی تلاش کی جاسکے۔ یہ ایک معمولی سی کاپی ہے جس میں میں وہ سب نام وغیرہ لکھ لیتا ہوں جو مجھے ضروری نظر آئیں۔ لیکن اگر میں اس میں تمام پتے درج نہ کر سکوں تو پھر اس کے رکھنے کا کیا فائدہ؟“

”بہت خوب، واقعی لیکن۔۔۔ خیر شکر یہ۔ وہ پارسل کب روانہ کیا تھا؟“

”آج صبح ساڑھے دس بجے۔“

”بہت خوب اور اس وقت ایک بج رہا ہے۔“

گیرٹ کچھ سوچتا ہوا اوپر چڑھ گیا۔ وہ پتہ کیسے معلوم کرے؟ مسٹر سمپسن کو تار بھیجا جائے۔ لیکن اس طرح جواب کا انتظار کرنے میں شاید ہی ریل

گاڑی چھوٹ جائے البتہ ایک اور طریقہ تھا۔ مسز سمپسن نے بتایا تھا کہ ایلڈرڈ کی رہائش مرحوم چچا کی جاگیر ہی میں ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو وصول شدہ خطوں کی کتاب میں سے پتہ چل سکتا ہے۔ اب تو کتاب کا نام بھی معلوم ہے لہذا اسے جلدی سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد خطوں کا رجسٹر اس کے سامنے تھا۔ یہ جانتے ہوئے کہ بوڑھے میاں کی وفات تقریباً بیس سال پہلے ہوئی تھی۔ اس نے ۱۸۷۹ء کے قریب سے اندراجات کو دیکھنا شروع کیا۔ ۱۲ اگست ۱۸۷۵ء کا ایک اندراج مل گیا۔ لکھا تھا تھامس ڈنڈوتھ کا بیٹا مع شریعہ ایڈمز ۱۷۷۰ء عطیہ ہے۔ مسز ڈی۔ ڈی کننگہم بریٹلیڈ میز۔

ایک جغرافیائی فرہنگ سے معلوم ہوا کہ بریٹلیڈ بڑی پٹری پر واقع ایک چھوٹے شیشن سے تین میل دور ہے۔ اب دربان سے یہ دریافت کیا گیا کہ جس جگہ وہ پارسل بھیجا گیا تھا اس کا نام بریٹلیڈ ہی تھا یا کچھ اور۔

”ہاں، مسٹر گیرٹ کچھ ایسا ہی نام تھا۔ بریٹلیڈ یا بریٹلیڈ۔“

یہاں تک تو معاملہ درست تھا۔ اس کے بعد ریلوں کا اوقات نامہ دیکھنا ضروری تھا۔ ایک گاڑی کوئی بیس منٹ بعد چلنے والی تھی اور لگ بھگ دو گھنٹے کا سفر تھا۔ یہی ایک سنہری موقع تھا جسے نظر انداز نہ کیا جاسکتا تھا اور گاڑی پکڑ لی گئی۔

اگر اس سفر میں اسے کامیابی نہ ہوئی تو واپسی پر

اسے بڑی مایوسی ہوگی۔ اگر ایلڈرڈ سے ملاقات ہوگئی تو وہ کیا کر سکے گا۔ مثلاً پتہ چلا کہ یہ کتاب نایاب ہے۔ لہذا اس کی واپسی ضروری ہے؟ بالکل سفید جھوٹ۔ یا خیال تھا کہ اس کتاب میں کوئی اہم دستاویز رہ گئی ہے۔ ایلڈرڈ اسے جب وہ کتاب دکھائے گا تو اس میں سے اس نے وہ ورق پہلے ہی پھاڑ لیا ہوگا۔ شاید اسے نکالے ہوئے صفحے کا سراغ مل جائے۔ غالباً کتاب کے شروع یا آخر میں سے کوئی سادہ ورق پھٹا ہوگا۔ اور ایلڈرڈ نے اگر یہ کہہ دیا کہ وہ ورق کتاب میں سے پہلے ہی پھٹا ہوا تھا تو کون اسے جھٹا سکے گا؟ بہر حال یہ تعاقب بظاہر بڑا مایوس کن تھا۔ البتہ ایک موقع ممکن تھا۔ وہ کتاب صبح ساڑھے دس بجے لائبریری سے بھیجی گئی تھی جو غالباً گیارہ بج کر بیس منٹ پر چلنے والی گاڑی سے نہیں گئی ہوگی۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حسن اتفاق سے کتاب کے ساتھ ہی منزل مقصود پر پہنچے گا اور وہاں جا کر وہ ایک ایسی کہانی بنا کر پیش کرے گا کہ ایلڈرڈ اسے واپس کرنے پر مائل ہو جائے۔

جب وہ اس شیشن کے پلیٹ فارم پر اترا تو شام ہونے میں تھوڑا ہی وقت باقی تھا۔ بہت سے دیہاتی شیشنوں کی طرح وہاں قدرتی طور پر خاموشی طاری تھی دو ایک مسافر جو اس کے ساتھ ہی اترے تھے اس نے ان کے چلے جانے تک انتظار کیا اور اس کے بعد شیشن ماسٹر سے دریافت کیا کہ مسز ایلڈرڈ ان دنوں اسی علاقے میں موجود ہیں۔

”جی ہاں اور میرا خیال ہے کہ ان کی رہائش یہاں سے بہت قریب ہے وہ شاید ایک پارسل کے بارے میں پوچھتے بھی آئے تھے۔ کیونکہ آج وہ ایک بار آچکے ہیں؟“ (ایک تلی سے پوچھا گیا)۔

”ہاں جناب وہ آئے تھے۔ انھیں اس بات کا گلہ تھا کہ پارسل دو بجے تک کیوں نہیں آیا۔ خیر اب وہ پارسل آچکا ہے اور میرے پاس ہے۔ اس کے ساتھ ہی تلی نے ایک چوکور پارسل دکھایا جسے ایک نظر دیکھنے سے گیرٹ کو یقین ہو گیا کہ اس میں وہی چیز ہے جو اس وقت اس کے لیے بے حد اہمیت رکھتی ہے۔

”بریفیڈ جناب! ہاں..... وہ یہاں سے تین میل ہے۔ اگر ان کے سامنے کے کھیتوں میں سے گزریں تو نصف میل کا فاصلہ کم ہو جائے گا۔ یہ لیجئے مسز ایلڈرڈ کی گاڑی چلی آرہی ہے۔“

گیرٹ نے سٹیشن کے چھوٹے سے آگن کو عبور کرتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اسے ایک چھوٹی سی گاڑی آتی ہوئی دکھائی دی جس میں دو شخص بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک کو تو اس نے آسانی سے پہچان لیا۔ اگر ایلڈرڈ خود گاڑی پر تھا تو یہ بات قدرے اس کے حق میں تھی کیونکہ غالب خیال یہی تھا کہ وہ اپنے ملازم کی موجودگی میں پارسل نہ کھولے گا۔ بلکہ پارسل کو لیتے ہی جلد از جلد گھر پہنچے گا اور اگر گیرٹ وہاں اس کے پہنچنے کے چند منٹ بعد نہ جا پہنچا تو سب کچھ ہو چکا ہوگا۔ اسے جلدی کرنی چاہیے۔

واقعی اس نے ایسا ہی کیا۔ کھیتوں میں سے ہوتا ہوا وہ گاڑی سے بہت آگے جا پہنچا جبکہ گاڑی کو نہایت کافی زیادہ راستہ بٹ کرنا تھا اور پھر اسے کچھ دیر سٹیشن پر رکتا بھی تھا۔ اس طرح گیرٹ ابھی آخری کھیت کو عبور کر رہا تھا کہ گاڑی کے پیروں کی آواز قریب ہی سنائی دی۔ اس نے حتی الامکان بروقت وہاں پہنچنے کی کوشش کی تھی لیکن گاڑی جس رفتار سے چلی آرہی تھی اس سے اسے مایوسی ہوئی۔ اس رفتار سے تو گاڑی اس سے دس منٹ پہلے ہی مکان پر پہنچے گی اور دس منٹ مسز ایلڈرڈ کے منصوبے کی تکمیل کے لیے کافی زیادہ ہوں گے۔

بالکل یہی وقت تھا جب حالات نے پلٹا دکھایا۔ شام پر سکون تھی اور آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ گاڑی کے ٹھہرنے کی آواز سے زیادہ اور شاید ہی کوئی آواز اس کے لیے راحت بخش ہو سکتی تھی۔ کچھ پات سنائی دی اور گاڑی پھر چلنے لگی۔ اس نے گہری تشویش سے گاڑی کو اس باڑ کے پاس سے گزرتے ہوئے دیکھا جہاں وہ اب کھڑا تھا۔

گاڑی میں ایڈرڈ نہ تھا بلکہ صرف اس کا ملازم ہی تھا۔ اس نے نے مزید دیکھا کہ ایلڈرڈ پیچھے کچھ فاصلے پر پیدل چلا آ رہا تھا۔ اونچی سیٹیلی باڑ کے عقب سے اس نے سڑک کی طرف نگاہیں دوڑا کر دیکھا کہ کٹھیلے بدن کا چاق و چوبند ایلڈرڈ ایک پارسل بغلمیں دبائے چلا آ رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی جیب میں سے کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔

اب ایڈیٹر دیکھی چال سے چلنے لگا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے کتاب کھول لی ہے اور وہ ان کے ورق الٹ رہا ہے ایک جگہ دھڑک گیا۔ بظاہر شام کی تاریکی بڑھنے سے اسے دقت پیش آ رہی تھی۔ گیرٹ پہتا ہوا ایک دروازے کی اوٹ میں ہو گیا۔ مگر وہ اب بھی چوکسی سے اسی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایڈیٹر نے جلدی سے ادھر ادھر دیکھا اور وہیں سڑک کے کنارے ایک کٹے ہوئے درخت کے تنے پر بیٹھ کر کھلی ہوئی کتاب آنکھوں کے قریب کر کے اسے غور سے دیکھنے لگا۔ اچانک اس نے وہ کتاب اپنے ٹکٹھنوں پر رکھ لی جو اب بھی کھلی ہوئی تھی اور اپنی جیبوں میں سے کچھ تلاش کرنے لگا۔ صاف ظاہر تھا کہ اسے مایوسی ہوئی اور وہ واضح طور پر کچھ برنامہ بھی ہوا۔

یہ ہولناک منظر دیکھ کر گیسٹ کا غصہ اور شک لہو
بھر میں کانور ہو گیا۔ اس نے سرک پر آ کر چاہنا
شرع کر دیا۔
”مرد...“ یہ دیکھ کر اسے قدرے
اطمینان ہوا کہ قریبی ہیئت سے ایک مزدور بھی فوراً
وہاں آ پہنچا تھا۔ دونوں نے ایلڈرڈ کو سہارا دینا چاہا
لیکن انھوں نے جھک کر دیکھا کہ اب اس کا کوئی
فائدہ نہ تھا۔ وہ واقعی مر چکا تھا۔

”انھیں کیا ہوا۔ تمہیں کچھ پتہ ہے؟“

”میں کوئی دوسو گز کے فاصلے پر تھا۔“ اس نے

کہا۔

”جب میں نے جاگیردار ایڈوارڈ صاحب کو یہاں بیٹھ کر کتاب پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ میرا خیال ہے کہ انھیں کوئی دورہ پڑا ہے۔ چہرہ بالکل سیاہ پڑ گیا ہے۔“

”واقعی۔“ گیرٹ نے کہا۔

”ان کے قریب تو کوئی نہ تھا؟ یعنی کسی شخص نے ان پر حملہ تو نہیں کیا؟“

”ایسا کیونکر ممکن ہے۔ اگر کوئی ہوتا تو ہم میں سے کسی کو ضرور دکھائی دیتا۔“

”میرا بھی یہی خیال ہے۔ خیر اب ہمیں کچھ بندہ بست کرنا چاہیے یعنی کسی ڈاکٹر یا پولیس کو اطلاع دی جائے اور شاید بہتر یہی ہے کہ یہ کتاب بھی پولیس کے سپرد کر دی جائے۔“

صاف ظاہر تھا کہ اس معاملے کی عدالتی تحقیقات ہو اور یہ بھی ضروری تھا کہ گیرٹ کو اپنی شہادت دینے کے لیے برٹیفیلڈ میں قیام کرنا پڑتا۔ طبی رپورٹ سے ظاہر ہوا کہ اگرچہ متونی کے چہرے پر اور منہ میں کچھ سیاہ سا غبار پایا گیا تھا تاہم موت کا گھوٹنے سے واقع نہیں ہوئی بلکہ اس کا باعث کمزور دل کو صدمہ پہنچنا تھا۔ وہ منحوس کتاب بھی پیش کی گئی۔ یہ ایک بڑی عبرانی زبان میں لکھی ہوئی کتاب تھی اور کسی بھی لحاظ سے یہ ممکن نہیں تھا کہ حساس ترین شخص کو بھی اس سے صدمہ پہنچے گا۔

”مسٹر گیرٹ آپ کا کہنا ہے کہ متونی پر جب حملہ کیا گیا تو وہ اس لمحے اس کتاب میں سے کوئی

ورق پھاڑ رہا تھا۔“

”میرا خیال ہے کہ کتاب کے بیرونی سادے ورقوں میں سے کوئی ورق تھا۔“

”ایک ایسا ورق ہے تو کسی جو تھوڑا سا پھٹا ہوا ہے۔ اس پر عبرانی زبان میں کچھ لکھا ہوا ہے کیا آپ اسے ذرا ملاحظہ کریں گے۔“

”اس پر تین نام انگریزی میں لکھے ہوئے بھی ہیں اور تاریخ بھی لکھی ہوئی ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں عبرانی تحریر نہیں پڑھ سکتا۔“

”شکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں دستخط کیئے گئے تھے۔ یہ ہیں جون رنٹ، الٹرنگھن اور ڈیمر فراست۔ اور تاریخ ہے۔ ۲۰ جولائی ۱۸۷۵ء کیا یہاں کوئی ان میں سے کسی صاحب کو جانتا ہے؟“

اس موقع پر حلقے کا پارٹی بھی موجود تھا جس نے رضا کارانہ طور پر بیان دیا کہ متونی کے بچا کا نام رنٹ تھا اور وہ کسی کی جاگیر کا وارث تھا۔

کتاب اسے دکھائی گئی تو اس نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے سر کو جنبش دی۔

”اس قسم کی عبرانی زبان تو میں نے کبھی دیکھی ہی نہیں۔“

”آپ کو یقین ہے کہ یہ عبرانی زبان ہے؟“

”کیا؟ جی ہاں۔ میرا خیال ہے مگر نہیں جناب آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ یعنی آپ کا خیال بالکل درست ہے۔ واقعی یہ عبرانی زبان نہیں ہے۔

انگریزی ہے اور یہ ایک وصیت ہے۔“

اس کے بعد یہ اخذ کرنے میں دیر نہ لگی کہ یہ

عورت

- ماں محبت کے روپ میں باعثِ جنت ہے۔
- عورت بیٹی کے روپ میں باعثِ رحمت ہے۔
- عورت بہن کے روپ میں باعثِ عزت ہے۔
- عورت بیوی کے روپ میں باعثِ سکون ہے۔
- عورت آسمانی اور دنیوی آخری تحفہ ہے۔
- عورت یاد دہانی ہے اور سب سے دانا بھی۔
- عورت نرم دل بھی ہے اور سنگدل بھی۔
- عورت چار دیر اس کی ذہانت ہے نہ کہ بارہا اس کی

واقعی ڈاکٹر ہون ریٹ ہی کی وصیت تھی جس میں ان کی سب جائیداد جس پر جیکن ایلڈرڈ کا قبضہ تھا مسز میری سمپسن کے نام کی گئی تھی۔

اس دستاویز کے انکشاف سے واضح طور پر مسز ایلڈرڈ کے صدمے کا جواز پیدا ہو گیا۔ اس مقدمے کی تحقیقات کرنے والے افسر نے جزوی طور پر پھٹے ہوئے ورق کے متعلق رائے دی کہ ایسی قیاس آرائی سے کوئی بھی مفید مقصد حاصل نہیں ہو سکتا جن کی صداقت کبھی بھی تسلیم نہیں کی جاسکتی۔

”مذمت کا میثاق“ نامی کتاب متعلقہ افسر نے مزید تحقیقات کی غرض سے اپنی تحویل میں لے لی۔ مسز گیرٹ نے بعد میں اپنے طور سے اس معاملے کے پس منظر کی وضاحت کے لیے کسی حد تک اس کی تاریخ بتائی اور بعد میں اپنی معلومات اور قیاسات سے آگاہ کیا۔

اگلے دن وہ اپنے کام پر واپس آنے کے لیے چل پڑا اور اسٹیشن کی طرف جاتے ہوئے اسی جگہ کے پاس سے گزرا جہاں مسز ایلڈرڈ کو سانحہ پیش آیا تھا۔ وہ اس جگہ کو دوبارہ دیکھے بغیر نہ رہ سکا۔ اگرچہ جو کچھ اس نے وہاں دیکھا تھا اس کے تصور سے بھی وہ کانپ اٹھا تھا حالانکہ اب دن کی روشنی تھی۔ اس نے کئے ہوئے درخت کے ارد گرد شک بھری نگاہ سے دیکھا۔ کوئی سیاہی چیز اب بھی وہاں پڑی ہوئی تھی جسے دیکھتے ہی وہ لہو بھر کے لیے گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن اس میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔ زیادہ قریب ہو کر اس نے دیکھا کہ وہ لکڑیوں کے سیاہینے

جالوں کا مجموعہ تھا۔ اور جونہی اس نے اپنی پھڑکی سے اسے ڈرتے ڈرتے ہلایا بہت سی بڑی بڑی ٹکڑیاں اس میں سے نکل کر گھاس میں دوڑنے لگیں۔

اور اب ان مدارج کا تصور کرنا مشکل بات نہیں ہے جن میں سے گزر کر ولیم گیرٹ نے لائبریری کے ایک معاون کی حیثیت سے جڑھ کر برٹیفیلڈ جاگیر کے موجودہ مالک کی حیثیت اختیار کی جو ان دنوں اس کی ساس یعنی مسز میری سمپسن کے تصرف میں ہے۔





سیرۃ... مقتصد احمد قادری

لڑنے لگتا ہے۔ دل تڑپتا ہے۔ لب بھڑکتے ہوئے فریاد کرنے کی خاطر کھلتے ہیں۔ انسان جب جسمانی اور روحانی طور پر دعا کے لیے تیار ہوتا ہے۔ اس کے احساسات جذبات اور محسوسات دینی ہوتے ہیں۔ وہ ہر قسم کی دوسری اور تفریق کو اپنے پاؤں تلے روندھتا چلا جاتا ہے۔ پے در پے ریمتوں کے پیغام آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ طالعہ اس کے ہر لفظ پر آمین کہتے محسوس ہوتے ہیں اور اس کے لب خود بخود نکالنے لگتے ہیں کہ۔

”اے میری آنکھیں اس قابل نہیں کہ اوپر اٹھ سکیں۔ زبان اس لائق نہیں کہ کچھ اپنے جرموں کی قدرت تیرے سامنے پیش کرنے کی جسارت کر سکے۔ سارا جسم تو عظیم گناہوں تلے دب چکا ہے۔ ایسے عالم میں فقط ایک تیری وسیع تر رحمت کا مہارا ہے۔ اے پروردگار دعوالم!

آج ہمارے گناہوں سے لہجڑے ہوئے ہاتھوں کو نہ دیکھ۔ جو معافی کی خاطر تیری عظیم بارگاہ میں اٹھے ہوئے ہیں۔ ان مقدس طیبہ طاہر اور عظیم ہاتھوں کے سدقے ہماری لاج رکھ لے۔ جو امت عاصی کی خاطر شب و روز سرکار دعوالم میں بیٹھنے کے

دعا بھی کیا عجیب و غریب لفظ ہے۔ جو زبان سے نکلتے ہی دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے اور اپنے دامن میں عجز و انکساری احساسِ ندامت ایثار و ہمدردی اور غفور و درگزر کے اصول موتی لیے بیٹھا ہے اور ساتھ ساتھ رعونت، تکبر، نخوت، نفس پرستی کا جذبہ اور معاشرتی رقابتیں یکسر نست و نابود ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ انسان کے دل و دماغ میں ایک نئی سوچ نیا عزم نیا جذبہ نئی کلوش اور نیا شعور جنم لیتا ہے۔ گویا سارا جسم دم میں ہستیوں سے نکل کر بلند یوں کی سمت پرواز کرنے لگتا ہے اور روحانی لذت سے دل کو طمانیت اور اطمینان کی بے پایاں دولت ہاتھ آتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے۔ جیسے خفت و ندامت کے لاتعداد موتی جو دعا کے دوران اللہ رب العزت کی عظیم بارگاہ میں عقیدت و محبت اور عجز و انکساری کے ساتھ پیش کیے تھے۔ وہ تمام کے تمام قبول ہو چکے ہیں۔

سائل کا دعائے تھنے کا انداز فکر جس قدر حلیمانہ مخاصمانہ انکسارانہ اور نیاز مندانہ ہوگا اسی قدر دعا جلد قبول ہوگی۔ یاد رکھو جب کسی سائل کی آنکھ سے ندامت کے آنسو بہ نکلتے ہیں۔ نگاہیں بے تاباں سے سوئے قلب کی طرف اٹھ جاتی ہیں۔ جسم عذاب الہی سے

راستے آسان کر دے۔

اے رب العزب!

ان عظیم اور مقدس ذروں کے صدقے جنہوں نے پے در پے سلطان معظم شفیع کرم سرکار کائنات فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے متعدد بار قدم دم پاک کے بوسے لیے ہیں۔ ہمیں بھی دیار اقدس کی حاضری کا شرف عطا فرما۔ اے اللہ! بیت اللہ شریف کی عز و حرمت اور رونق اقدس کے احترام و تقدس کے صدقے ہماری جسمانی روحانی نکاحی اور باطنی بیماریوں کو اپنے فضل کرم سے دور فرما۔ تھار مقدس کی جانب قافلوں کے اٹھتے قدموں کے صدقے ہمارے دلوں میں شریعت مطہرہ کی محبت فرما۔

سب جہانوں کے پالنے والے!

اپنی وسیع رحمت کے صدقے ہمارے مراتب میں رفعت عطا فرما، علم و عمل میں برکت فرما، حسن میں بھلائی کی لطافت فرما، کردار میں عظمت فرما، صالح اعمال میں کثرت فرما، زبان میں صداقت فرما، آنکھوں کو دولت عطا فرما، زمانے کی امامت فرما، دنیا میں عزت و شوکت فرما، صالحین کی صحبت فرما، طبیعت میں انکساری اور غلظت فرما، کفار پر نصرت فرما، دلوں میں رقت فرما، سوز میں طاقت فرما، آخرت میں نجات فرما، ہمارے حال پر رحمت فرما، نیک ارادوں میں استقامت فرما، اپنے اور غیروں کی نظر میں عزت فرما، بزرگوں کی سی عظمت فرما، مراتب میں رفعت فرما، دین کی جانب راغب فرما، قبروں میں راحت فرما، حج و عمرہ کی سعادت فرما، ترقی کی ہمت فرما، عزم میں استقامت فرما، جذبہ

آنسوؤں سے لبریز افھا کرتے تھے۔ ان ہاتھوں کے صدقے جو اس وقت بیت اللہ شریف اور مسجد نبویؐ میں دعا کی خاطر اٹھے ہوئے ہیں۔ ہمارے گناہ کبیرہ و صغیرہ بخش دے۔ ان لبوں کے صدقے جو بیت اللہ کو دیکھ دیکھ کر "سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ لعنہ" کا وظیفہ کر رہے ہیں۔ سرکار مدینہ ﷺ کے مزار اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر ادب و احترام احساس و اشتیاق اور محبت و عقیدت کے ساتھ "الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک و احسانک یا حبیب اللہ" کے پیار سے پیارے ترانے کا رستہ ہیں۔ ہمارے دلوں کو سلام کے نور سے منور کر دے۔

اے اللہ العالمین!

وہ پاکیزہ نگاہیں جو اس وقت بیت اللہ شریف انور اور مدینہ طیبہ کے نظاروں کے ذوق و شوق کے ساتھ والہانہ انداز میں طواف کر رہی ہیں۔ ان کے صدقے ہماری قبر کی منزلوں کو آسان فرما دے۔ سب جہانوں کے مالک! تیرے خوف سے صالحین کے بیت اللہ میں بیٹے والے لے امامت کے آنسوؤں اور مسجد نبویؐ میں سرکار دو عالم ﷺ کی محبت میں بیٹے والے اشک کے آنسوؤں کے صدقے ہمارا ظاہر پاک کر دے، ہمارا باطن پاک کر دے، ہمارے خیالات پاک کر دے، ہمارے جذبات پاک کر دے، ہمارے احساسات پاک کر دے، ہمارا ماحول پاک کر دے، ہمارا ماضی پاک کر دے، ہمارا مال پاک کر دے اور ہمیں مستقبل میں پاک و صاف رہنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے لیے ہماری حقیقی منزل تک پہنچنے کے

خدمت میں خلق کی ہمت فرما اور اپنے حبیب ﷺ کی
چنی محبت عطا فرما۔
اے اللہ! ہمیں!

ہماری چال میں اعتدال پیدا کر دے، کردار میں
کمال پیدا کر دے، سیرت و صورت میں جمال پیدا کر
دے، نظروں میں جلال پیدا کر دے، دوستوں کے
دلوں میں وقار پیدا کر دے، سب کی خاطر ہی دلوں
میں جذبہ احساس اور ایثار پیدا کر دے۔

اے رب! قدموں!
اپنی خاص رضا عطا فرما، آزمائش کے وقت
پاکیزہ نگاہ عطا فرما، سرکارِ دو عالم ﷺ کی جو وسعت اور
لطف و عطا عطا فرما۔

اے اللہ! ہمیں ایسی توفیق عطا فرما کہ ہم کام
کریں تو فقط تیرے لیے سوچیں تو تیرے لیے کام
کریں تو تیری رضا کے لیے انہوں سے محبت کریں تو
تیرے لیے غیروں سے نفرت کریں تو صرف اور
صرف تیرے لیے چلیں تو تیرے لیے کبھی جو رکھیں تو
تیرے لیے سراغنائیں تو تیری ہی بارگاہ میں سر
جھنائیں تو تیرے ہی آگے اسلام کا پرچار کریں تو
تیری ہی شان کے لیے ہاتھ اٹھیں تو فقط دعا کے لیے ہاتھ
بڑھیں تو جو وسعت کے لیے قدم اٹھیں تو غریبوں کی وفا
کے لیے ہم جیئیں تو تیری عطا کے لیے اور مریں تو
تیری رضا کے لیے۔

مولا!

اپنے بندوں پہ شب و روز موسلا دھار بارش کی
مانند برسنے والی رحمت کے فضل کو وسیع تر کر کے عطا

کے فیوض و برکات کے صدف ہمارے عظیم اور سقیم
گناہوں کو معاف فرما۔ ہماری بجز وہ انکساری کو دیکھ
بے قراری کو دیکھ اور آہ و زاری کو دیکھ۔ ہمارے گناہوں
کے باعث اگر تو ہمیں سزا دے تو ہم واقعی سزا کے
مستحق ہیں۔ مگر اگر تو ہمیں معاف کر دے تو تیری
مہربانی ہوگی کیونکہ تو غفور الرحیم ہے۔ گناہ کرنا انسانی
خلقت ہے مگر معاف کرنا تیری پرانی عادت ہے۔
گناہگار بندوں اور معاف کرنے والی وسیع تر ذات کا
کیا مقابلہ دیکھ ہم تیرے ہی گناہگار بندے ہیں
بہ کردار ہیں، سیاد کار ہیں، آخر تیرے ہی تو بندے
تیرے در آئے ہیں سب در تہوڑ کر سب سے مزہ موز
کر۔ فقط تیری رضا کے لیے تجھے اشریک اور رزاق
سمجھتے ہوئے۔ عظیم بھیک کی خاطر اپنے دامن بچھا کر
پیشے ہیں اور تجھے تیرے نیک دوستوں کا واسطہ دیتے
ہیں۔ ظالموں، جاہلوں، فاسقوں اور منکر لوگوں کی بھی
شفقت و پیار سے نوازنے والے رب! آج ہمیں
بھی اپنی وسیع رحمت سے نواز دے۔ ہم تیری بارگاہ
سے خالی ہاتھ نہ لوٹیں۔ ہمیں غیر طعنہ دیں گے خدا
کے بندے خدا کی عظیم بارگاہ سے، ناکام لوٹ آئے
ہیں۔ میرے مالک! تیرے جو دو تھاکے دامن پر
حرف آئے گا۔ ان مقدس لمحات کے صدف معاف
کر دے۔ ہم کو ان کو بھی جو اس وقت تیرے دربار
میں نہیں آ سکے کسی مجبوری کے تحت ابھی تک۔

اے ہمارے رب! العزت! تیرا دامن رحمت
سب کے لیے وسیع ہے، تیار ہے، آمادہ ہے، بے تاب
ہے، گناہگاروں کو بخشنے کی خاطر ہر لمحہ ہر حال میں
ہمیں آمادہ رکھا اپنی رضا کے لیے۔ خوشنودی مصطفیٰ ﷺ

کے لیے۔ اتباع اولیاء کے لیے۔ غریبوں کے جذبہ
وفا کے لیے بیماروں کی عیادت کی خاطر اپنی عبادت
کی خاطر قبولیت کے نجات میں سحری کے اوقات
میں اکثر لوگ سوئے ہوئے ہیں تو جاگ رہا ہے۔
تیری رحمت جاگ رہی ہے اور ہم فریاد کر رہے ہیں۔
تیرے حضور عنایت عاجزی کے ساتھ پیار کے ساتھ
احساس کے ساتھ خلوص کے ساتھ گفت و ندامت
کے ساتھ۔ تو یقیناً من رہا ہے غور کے ساتھ محبت کے
ساتھ۔
الہی!

آج انتہائی رقت کے ساتھ اپنے والے آنسوؤں
کی لاج رکھ لے۔ کل قیامت کے خانہ انہوں اور غیروں
کے سامنے رسوا نہ کرنا۔ آج ہمیں ہدایت دے دے۔
آخر ہم پھر بھی تیرے بندے ہیں۔ گناہگار ہیں تو
ہمیشہ سے معاف کرتا چلا آ رہا ہے اور معاف کر رہا
جائے گا۔ ہمیں لعزٹوں سے بھی درگزر فرما۔ اس وسیع
محبت کے صدقے جو تیرے دل میں اپنے بندوں کے
لیے ستر (70) اماؤں سے بھی زیادہ ہے۔

اسے پروردگار عالم!

نبی کریم ﷺ نے طائف کے
بازاروں میں کافروں سے پتھر کھا کر ان لوگوں کی
ہدایت کے لیے جو عاجزی سے تیری بارگاہ میں دعائیں
مانگیں تھیں۔ ان پر سوز اور مخلص دعاؤں کے صدقے
میں ہماری بھی دعا میں قبول فرما۔ آپ ﷺ نے
مطاف کعبہ میں جو غزوہ اکساری کے ساتھ طویل
سجدے کیے تھے ان سجدوں کے طفیل ہمارے بھی

سجدے قبول فرما۔

ہمارے مالک!

تجھے حضرت صدیق اکبرؓ بنی تیرے صداقت کا
واسطہ ہے۔ حضرت عمرؓ اقطاب بنی تیرے عدل و انصاف
کا واسطہ ہے۔ حضرت عثمانؓ بنی تیرے حیا اور حضرت
علیؓ بنی تیرے حیدر کردار کی شجاعت کا واسطہ ہے۔ حضرت
مائشہ صدیقہؓ بنی تیرے کی ریاضت کا واسطہ ہے۔ حضرت
فاطمہ الزہراءؓ بنی تیرے کی عبادت اور طہارت کا واسطہ
ہے۔ حضرت امام حسنؓ بنی تیرے صبر و قناعت اور
حضرت امام حسینؓ بنی تیرے کی عظیم شہادت کے صدقے۔
حضرت عباسؓ بنی تیرے کے کئے ہوئے ہاتھوں اور حضرت
قاسمؓ بنی تیرے کے بکھری ہوئی سیرے کی لڑیوں کا واسطہ
دیتا ہوں کہ ہمیں اپنی محبت اور خدمت خلق کا عظیم
سجدہ عطا فرما۔ ہماری اولادوں کو نیک کر دے۔
ہمراہوں کو دے ان کو دین اور دنیاوی علم حاصل کرنے
کی توفیق عطا فرما۔

اے شفیق اور مہربان رب!

مینار کعبہ سے نکلنے والی مدد حم و حم نورانی شعاعوں
کے طفیل بیت اللہ ﷻ میں تیرے والے شمشہ کی ٹھنڈی
متبرک ہواؤں کے طفیل لگاؤ تار بستے والی رحمت کی
گھٹاؤں کے طفیل طائف کعبہ سے آنے والی خوشبودار
ہواؤں کے طفیل طواف کعبہ کرنے والے معصوم
قدموں کے صدقے حجرا اسود میں منہ ڈالے تڑپتی
ہوئی روحوں کے طفیل مقام مطہرہ پکڑ کر بے دریغ
آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کے صدقے خراب
رحمت تلے سر رکھ کر عاجزی سے کیے جانے والے

یا الہی یہی تمنا ہے کہ تعلیم قرآن عام ہو جائے
ہر پرچم سے اونچا پرچم اسلام ہو جائے

ذیور تعمیر مدرسه جامعہ حنفیہ قادریہ ضیاء القرآن

مدرسہ ہذا میں بیرونی بچے زیر تعلیم ہیں
جن کے طعام رہائش کا ادارہ خود کفیل ہے
مدرسہ ہذا خالصتاً دینی ادارہ زیر تعمیر ہے
جس کیلئے مستقل آمدن کے ذرائع نہیں ہیں

محترم حضرات سے اپیل ہے

کہ اپنی صدقات و خیرات
وزکوٰۃ سے تعاون فرمائیں

قاری غلام رسول ضیاء قادری
0301-4606783

اکاؤنٹ نمبر: NBP3814-9

دارالافتاء دارالعلوم اسلامیہ اسلامیہ شریف
مدرسہ جامعہ حنفیہ قادریہ ضیاء القرآن

بے قرار سجدوں کے طفیل مقام ابراہیم علیہ السلام پر
کھڑے کھڑے قیام میں بے جان انسانوں کے
صدقے مقام زم زم پر نوافل گزارنے والی پیشانیوں
کے طفیل اور صفحہ سروا کی سعی کرنے والوں کی کاوش اور
عظیم جذبے کی خاطر ہماری ہر قسم کی نیک تمناؤں کو
پورا فرما۔

اے خالق کائنات!

مسجد نبوی ﷺ۔ ریاض النکت مقام صفہ مقام
تعبید اور منبر شریف کے قریب نوافل گزارنے کی تلاوت
کرنے اور ذکر و اذکار کو بے وقفہ والوں کے صدقے سنہری
جانی کے سامنے اب واحترام اور عقیدت و محبت کے
ساتھ درود و سلام پڑھنے والی کے طفیل سرکار دوعالم
کی دستار مبارک آپ ﷺ کی مہلی مبارک زینب مبارک
نعمین مبارک اور گنبد خضریٰ کے صدقے ہمارے ظاہر
کو پاک کر دے۔ باطن کو پاک کر دے ماحول کو پاک
کر دے۔ اپنی وسیع تر رحمت کے صدقے اس مقدس
مینی کی مقدس ساتوں کے صدقے حج اکبر کے
دنوں میں میدان عرفات میں پہنچنے والے لاتعداد
نعمت و نعمت کے آنسوؤں کے صدقے عرفات
کے فردوں پر بیٹھ کر کیے ہوئے عہد و پیمان کے
صدقے ہمیں کائنات شریعت مطہرہ کے مطابق عمل
کر کے دین اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے
کی توفیق عطا فرما۔

(آمین ثم آمین)

مذاہب دعا مقسود احمد قادری
موبائل نمبر 0300-4775506

سیرتِ پیرِ زندہ و مرگ

سیرتِ پیرِ زندہ و مرگ

آخر چھ (6) ماہ گزر گئے تو مراد نے کسی نہ کسی طرح ملک سے باہر جانے کی جدوجہد میں کامیابی حاصل کر لی اور صائمہ سے اپنے اور اس کے بہترین مستقبل کا کہہ کر اہانت لے لی کہ۔

”ایک سال بعد واپس آ کر شادی کروں گا اور شادی کے بعد میں تمہیں اپنے ساتھ ہی باہر لے جاؤں گا۔“

یہ جدائی دونوں کے لیے ہی بہت تکلیف دے تھی۔ لیکن اچھے مستقبل اور صائمہ کی ماں کی باتوں کے جواب میں یہ کرنا بہت ضروری تھا۔ پھر وعدوں اور بہانے مستقبل کے خوابوں کو آنکھوں سے مجھانے مراد امریکہ چلا گیا۔ مراد اور صائمہ نے اس وعدے اور اعتبار کے ساتھ جدائی کے دن گزارا شروع کر دیئے کہ جلد ہی ہمیشہ کے لیے ایک ہو جائے گے۔

مراد کو امریکہ گئے پانچ (5) ماہ ہو گئے تھے اور وہ وہاں کی شہریت حاصل کرنے کی جدوجہد میں لگا ہوا تھا اور صائمہ سے باقاعدہ رابطے میں تھا کہ آخر ایک دن صائمہ کی ماں نے چھوٹی سی بات پر اپنی نند سے بہت بڑا جھگڑا مول لے لیا اور بات اتنی بڑھی کہ اس نے اپنی بیٹی اور شوہر کی ایک نہ چلنے دی اور رشتہ ختم کر دیا۔

صائمہ تو جیسے ٹوٹ کر رہ گئی اور مراد کا جو حال تھا

یاد ماضی عذاب ہے یا رب! چھین لے مجھ سے حافظہ میرا کبھی کبھی انسان تو اپنی مرضی کرنا تو چاہتا ہے مرنے والی مرضی کے آگے اس کی نہ چلتی ہے۔ ایسے میں خدا کی رضا میں راضی اور خوش رہنا ہی سب سے بڑا شکرانہ ہے۔ لیکن ہم انسان ہوتے ہوئے یہ سمجھ نہیں پاتے یہ کہانی بھی ایک ایسے ہی کردار کی ہے اور یہ بالکل سچی کہانی ہے۔

مراد اور صائمہ آپس میں کزن تھے۔ صائمہ مراد کے ماموں کی بیٹی تھی۔ دونوں میں کب پیار ہوا اس بات کا تو پتہ نہیں لیکن ہاں جب پیار ہوا تو ایسا جیسے برسوں سے بس ایک دوسرے کے لیے ہی بنے ہوں۔ دونوں ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے تھے اور اس بات کی خبر ان کے بڑوں کو بھی پہنچ گئی۔ مگر والے بڑے زمانے شناس تھے اور اس رشتے کے ہو جانے میں کوئی حرج بھی نہ تھا۔ سو دونوں کی منگنی کر دی گئی۔

صائمہ اور مراد ایک دوسرے کا ساتھ پا کر بہت خوش تھے۔ جیسے کل کائنات مل گئی ہو۔ لیکن صائمہ کی امی اس رشتے پر خوش نہ تھی وہ اپنی نند کے گھرانے میں کوئی نہ کوئی نقص نکالتی ہی رہتی تھی۔ پر اس کا شوہر اور بیٹی پوری طرح سے اس رشتے کے حق میں تھے تو اس کی ایک نہ چلتی تھی۔ خیر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اور



اور کبھی کسی اور کی نہیں ہوں گی۔“
مراد کے لیے اس سے بڑی دنیا میں کوئی خبر نہ تھی کہ
اس کی محبت اس کے ساتھ ہے۔ خیر دن ایسے ہی گزر
رہے تھے۔ ابھی اس بات کو ایک ماہ بھی نہیں ہوا تھا کہ
صائمہ کی ماں نے ضد کرنا شروع کر دی کہ صائمہ کی
شادی اپنی بہن کے بیٹے شہزاد سے کرنا چاہتی
ہے۔ صائمہ کا والد تو اپنی بیوی سے سخت ناراض تھا وہ
یہ کہہ کر پیچھے ہٹ گیا کہ۔

بیان سے باہر تھا۔ ایک تو وہ پردیس میں اپنوں سے
دور تھا اور دوسرا اس کی محبت اس سے چھین لی گئی تھی۔
حالات ایسے تھے وہ امریکہ چھوڑ کر بھی نہیں آ سکتا تھا۔
کیونکہ اس کی شہریت کے کاغذات آخری مراحل میں
تھے۔ لیکن وہ اس کے باوجود اپنے پیار کو چھوڑنے پر
راضی نہ تھا اور فوراً واپس آنا چاہتا تھا۔ صائمہ نے
اسے تسلی دی کہ۔

”وہ نہ آئے کیونکہ میں اس کا انتظار کروں گی

”جو تمہارے دل میں آئے وہ کرو کیونکہ جب تمہیں اپنی اولاد کی خوشی عزیز نہیں تو تمہیں کوئی کیا سمجھائے۔“ لیکن صائمہ نے اس بات پر گھر میں طوفان کھڑا کر دیا کہ۔

”میں اگر شادی کروں گی تو صرف مراد سے ورنہ ساری زندگی شادی نہیں کروں گی۔“ خیر اس دن بات آئی گئی ہو گئی۔ لیکن ایک ہفتے بعد پھر یہی بات شروع ہو گئی اور اس بار صائمہ کی امی نے کہا کہ۔

”اگر تو میرے بھانجے کے ساتھ شادی نہیں کرے گی تو میں خود کشتی کر لوں گی کیونکہ میں اپنی بہن کو زبان دے چکی ہوں۔“ اور وہ جب کہہ کر گھر سے باہر نکل گئی۔ شام ہونے تک وہ گھر واپس نہیں آئی۔

اس بات پر صائمہ اور اس کے ابو بہت پریشان ہوئے اور اپنی بہن کو فون کیا۔ مراد کے ماں باپ بھی فوراً آگئے اور پھر سب صائمہ کی والدہ کو ڈھونڈنے کے لیے نکل پڑے۔ آخر کار کافی تلاش کے بعد صائمہ کی امی اپنی بہن کے گھر سے ملی اور وہاں خوب ٹرائی ہوئی جس کی وجہ سے مراد کی امی بہت دلبرداشتہ ہوئی اور اپنے بھائی کو اس رشتے کے لیے منا لیا۔ لیکن صائمہ کی امی نے کہا نہ۔

”جب تک صائمہ اس رشتے کے لیے ہاں نہیں کرے گی میں گھر نہیں جاؤں گی۔“ آخر کار مراد کی امی نے ہاتھ جوڑ کر صائمہ کو واسطے دینے کہ۔

”بھئی! اپنی امی کی بات مان لو ورنہ وہ کوئی غلط قدم نہ اٹھا لے اور ساری عمر کے لیے تم اور ہم سب گنہگار بن جائیں اللہ تعالیٰ کے حضور۔“ صائمہ اپنی

پھوپھو سے بہت پیار کرتی تھی کیونکہ وہ بھی ہی بہت اچھی۔ یوں صائمہ نے ماں کی ضد کو پورا کرنے کے لیے ایک ایسا میں منصوبہ بنایا جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا اور شادی کے لیے ہاں کر دی۔

اس بات پر اس کی ماں بہت خوش ہوئی اور فوراً اپنے گھر آ گئی۔ گھر آتے ہی صائمہ کی ماں نے شادی کی تاریخ ایک ماہ کے اندر اندر رکھ دی۔ جب مراد کو اس بات کا پتہ چلا تو وہ بہت تڑپا۔ بہت رو دیا۔ لیکن اس کی والدہ نے اسے صبر کرنے کو کہا۔

خیر صائمہ کی شہزاد سے شادی ہوئی اور وہ رخصت ہو کر شہزاد کے گھر آ گئی۔ لیکن جیسے ہی شہزاد رات کو کمرے میں آیا تو صائمہ نے اس کو صاف صاف کہہ دیا کہ۔

”وہ اس کو اپنا شوہر نہیں مانتی وہ مراد سے پیار کرتی ہے میں نے اپنی ماں کی ضد پوری کرنے کے لیے تم سے شادی کی ہے لہذا تم کمرے سے باہر چلے جاؤ۔“ یہ سن کر شہزاد کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ کہ ایسی غرور اور بے باک کہ اس کی جو شادی کی پہلی رات ہی اپنے پیار کی بات کر رہی ہے اب اسے ٹھکرا رہی ہے۔ وہ آپے سے باہر ہو گیا اور صائمہ کو مارا شرماتا کر دیا۔ صائمہ نے شور مچایا اور کمرے سے باہر آ گئی کیونکہ شادی والا گھر تھا اور عزیز واقارب گھر میں موجود تھے۔ یہ بات خود پھیلی

اگلے دن صائمہ واپس اپنے میکے آ گئی۔ شہزاد نے اس بات کا بہت برا منایا وہ کسی طور پر نہ مانا اور صائمہ کو طلاق دے دی۔ اب صائمہ کی ماں کو اپنی غلطی

کا احساس ہوا کہ یہ اس نے کیا کیا کہ اپنی بیٹی کی خوشی نہ دیکھی اور اپنی ضد اور انا میں خود کو سارے خاندان میں قما شایا لیا۔

خیر صائمہ نے امریکہ میں مراد کو فون کیا اور کہا کہ۔

”جلد واپس آؤ اور مجھے شادی کر کے لے جاؤ کیونکہ اب میں اور تم سے دور نہیں رہ سکتی۔“ صائمہ کی یہ بات سن کر مراد بہت خوش ہوا کہ اس کی محبت اس کی ساتھ ہے اور صائمہ نے اپنے پیار سے وفا کرتے ہوئے آج بھی اسی کی رہنے کے لیے یہ سب کیا۔ مراد نے اپنے گھر فون کیا اور اپنی ماں کو منانا چاہا لیکن وہ اپنی بھابھی کی ضد کی وجہ سے دوبارہ رشتہ لے کر جانے پر راضی نہ ہوئی لیکن دوسرے ہی روز اس کی بھابھی اور بھائی خود ان کے گھر صائمہ کا رشتہ لے کر آ گئے۔ صائمہ کی معافی اس کی امی کے پیروں میں بیٹھ گئی کہ۔

”مجھے معاف کر دو میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔“ خیر مراد کی امی دل کی بہت اچھی تھی۔ اس نے فوراً اپنی بھابھی کو اٹھایا اور اپنے گلے سے لگا لیا۔ یوں صائمہ اور مراد کا رشتہ دوبارہ پکا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی 15 دن کے اندر اندر شادی کی تاریخ بھی مقرر کر دی گئی۔

صائمہ اور مراد تو بہت ہی خوش تھے۔ خاص طور پر مراد کیونکہ اس کو اپنی کھوئی ہوئی محبت واپس مل رہی تھی۔

خیر خدا کر کے شادی کے دن قریب آئے۔ شادی سے چار دن پہلے جس دن مراد کو واپس آنا تھا۔

اس کی گاڑی کا امریکہ میں ایکسپرنٹ ہو گیا اور وہ شدید زخمی ہو کر ہسپتال میں پڑا تھا۔

صائمہ اور مراد کا ملن شاید خدا کو منظور نہ تھا اور مراد زخموں کی تاب نہ لا کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ جس دن مراد کی تیل مہندی کی رات تھی اسی دن شام کو 6 بجے اس کی میت گھر آئی۔ شادی والے گھر میں کہرام برپا ہو گیا۔ جوان جہاں اکلوتا بیٹا جنازے کی صورت میں گھر پہنچا تو سارے محلے پرستہ طاری ہو گیا۔ جب صائمہ کو مراد کی موت کا پتہ چلا تو وہ فوراً سکتے میں چلی گئی۔ اس کو جنازے میں لانے لیکن وہ تو ہوش سے بیگانہ ہو چکی تھی۔ ہزاروں آہوں اور سسکیوں کے ساتھ مراد کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

آج اس واقعے کو 30 سال گزر چکے ہیں۔ صائمہ کے والد اور مراد کی والدہ اور والد بھی انتقال کر چکے ہیں۔ لیکن صائمہ اپنی شادی کا جوڑا آج بھی بار بار استری کرتی ہے اور مراد کے آنے انتظار کر رہی ہے۔ ایئر پورٹ جانے کی تیاری میں رہتی ہے اور وہ بوڑھی ہو چکی ہے اور اس کی والدہ بہت ضعیف ہو چکی ہے لیکن ہر روز نہ چاہ کر بھی اپنے جینے کی دعا کرتی ہے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اس کے بعد اس کی پاگل بیٹی کو کون سنبھالے گا۔۔۔۔۔ آج اپنے کیے پر بہت پچھتاتی ہے لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔

آپ لوگ بھی صائمہ کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں اب بھی اپنی مرضی پوری کر دے اور اس کی ماں کو بھی معاف فرمائے۔

ج

حائل پیدوں اور نجویوں کا سہرا جال

سیر... صفدر علی

ہمارے ملک میں تعلیم کی کمی ہے جس کی وجہ سے جہالت عام ہے۔ بعض جلسہ ساز جہالت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ موجودہ ترقی یافتہ دور میں بھی بعض جاہل لوگ جعلی بیوروں پر اعتماد رکھتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے مرادیں ماننے کی بجائے بیوروں، عالموں اور نجویوں سے مرادیں ماننے لگتے ہیں۔ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے نقش تعویذ وغیرہ منگواتے ہیں۔

بعض جلسہ ساز عالم بیج اور نجوی بن کر اخبارات میں اشتہارات شائع کراتے ہیں۔ وہ اشتہارات میں اپنا نام اور ایڈریس نہیں لکھتے بلکہ پوسٹ بکس نمبر لکھتے ہیں۔ وہ فی سبیل اللہ فری تعویذ دیتے کا ڈھونگ رچاتے ہیں اور بعد میں بذریعہ وی پی تعویذ نقش وغیرہ بھیج دیتے ہیں۔ بعض جلسہ ساز بیک وقت ضرورت رشتہ ضرورت فنکار اور تعویذ محبت کے اشتہارات شائع کرا کر عوام کو لوٹ رہے ہیں۔ چند جلسہ سازوں کے اشتہارات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ باکمال نقش کا زندہ کمال فی سبیل اللہ ہر جائز کام کے لیے رجوع کریں۔ ناجائز کام لینے والوں کا گناہ ان کے اپنے سر ہوگا۔ یہ نقش ایک پاکسل بزرگ کی وصیت کے مطابق فی سبیل اللہ

تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ نقش باموکل ہے۔ نقش کو استعمال کرتے ہی اس کے موکلات چوبیس گھنٹوں میں سنگ دل محبوب کو ہمیشہ کے لیے آپ کا مطیع کر دیتے ہیں۔ چوبیس گھنٹوں میں دل پسند شادی میں رکاوٹیں دور ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور پھر ازتالیس گھنٹوں میں دل پسند شادی میں کوئی رکاوٹ نہیں رہتی۔ اس طرح دیگر مسئلے اور کام کم از کم وقت میں حل ہو جاتے ہیں کیونکہ تمام کام خود نقش کے موکلات کرتے ہیں۔ نقش منگوانے کے لیے خط میں اپنا مقصد نام والدہ کا نام براہ جوابی نفاذ ارسال کریں۔ برائے رابطہ ارشد پوسٹ بکس نمبر 17039 لاہور۔

۲۔ تمام عالموں تعویذ نقش کرنے والوں کو چیلنج ہر مقصد میں کامیابی صرف چند گھنٹوں میں ہر کام بالکل فی سبیل اللہ (بغیر ہدیہ) کر جائیں۔ خواتین و حضرات ہمارے کئے ہوئے عمل سے آپ کا ہر کام دنوں میں نہیں بلکہ گھنٹوں میں ہوگا۔ ہم ہر کام فی سبیل اللہ (بغیر ہدیہ) کرتے ہیں۔ صرف چوبیس گھنٹوں میں سنگدل سے سنگدل محبوب آپ کے قدموں میں ہوگا اور آپ کو محبت میں کامیابی ہوگی۔ صرف چھبیس گھنٹوں میں آپ کی پسند کی شادی میں ہر قسم کی رکاوٹیں



لاہور۔

3. تعویذ محبت، حیران کن یا مکمل کن برائے
تسخیر محبوب و حل مشکلات فی سبیل اللہ۔ خواتین
و حضرات روگ عشق میں مبتلا دیتا ہے ٹھکرائے،
مالی حالات سے تنگ دیکھی انسان جو مسلسل
ناکامیوں کی وجہ سے زندگی کو بوجھ سمجھ بیٹھے

دور ہو جائیں گی اور صرف از تالیس شخصوں میں ہر
مشکل اور پریشانی دور ہو جائے گی۔ مثلاً گھریلو
جھگڑے، اولاد، کاروبار، بیماری، امتحان وغیرہ خط میں
اپنے کوائف اپنی والدہ کا نام اور جوانی لٹاف
بھیجیں۔ جوانی لٹاف پر اپنا پتہ صاف صاف لکھیں۔
حافظ شہباز پوسٹ بکس نمبر 10353 فیروز پور روڈ

ہوں تو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ میں سید ہوں۔ صدیوں سے مشہور دینی کامل چروا مرتبہ خاندان کی لڑی سے ہوں۔ مجھے ورثہ میں نقش قلندر کی دیکھی انسانوں میں تقسیم کرنے کا حکم ہوا ہے جو میرے جدی پشتی بزرگ لوگوں کو خود تقسیم کرتے تھے۔ سبحان اللہ کی برکت سے صرف تین دن میں پتھر دل محبوب مطیع اور محبت میں کامیابی ہوتی ہے۔ پانچ دن میں دل پسند شادی میں ہر قسم کی رکاوٹیں ختم ہوتی ہیں۔ سات دن میں تمام پریشائیاں گھریلو جھگڑے تعویذوں کا اثر دشمن کو زیر کرنا لانا علاج بیماری اولاد کا نہ ہونا غرضیکہ ہر مصیبت ختم اور تمنا پوری ہوتی ہے۔ ضرورت مند جو ابی لقاہ بھیج کر نقش مفت منگو کر دے گا میں دیں۔ آستان عالیہ سیدی مرشدی پوسٹ بکس نمبر 281 جی پی اولہ پور۔

فی سبیل اللہ اور بغیر بدیہ کے نقش تعویذ دینے کے دعویہ ابدوں کے کثرت ملاحظہ فرمائیں وہ اپنے خطوط میں کیا فرماتے ہیں۔ تمام جملہ ساروں نے ایک ہی قسم کے خطوط پرنٹ کروا رکھے ہوئے ہیں یہی خطوط ہر امیدوار کو بھیج دیئے جاتے ہیں۔ سکری و محترمی چوہدری صفدر علی صاحب السلام علیکم! آپ کا خط موصول ہوا ہے حد شکریہ۔

آپ کے کام کے بارے میں آگاہی ہوئی۔ آپ کے کام کے لیے حساب کیا گیا ہے اور حساب سے یہی معلوم ہوا ہے کہ آپ کا کام انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ہو جائے گا۔ یہ بیان کرنا مناسب ہو گا اگر کام ہونے والا ہو تو نقش تیار کئے جاتے ہیں۔

ہوں۔ میرا دعویٰ ہے کہ میرے عمل اور تعویذ محبت کی برکت سے حیرت انگیز طور پر صرف دو دن میں محبت میں کامیابی اور سٹنڈل محبوب غلام ہوتا ہے۔ تین دن میں دل پسند شادی میں تمام رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں۔ سات دن میں ہر قسم کی پریشائیاں الجھنیں ختم اور خواہشیں پوری ہوتی ہیں۔ آپ بھی خط لکھ کر تعویذ فی سبیل اللہ منگوا کر مشکلات سے نجات پائیں اور سکھ کی زندگی بسر کریں۔ خط میں اپنا مقصد نام والد کا نام ہمراہ جو ابی لقاہ بھیجیں۔ آستان عالیہ جی پی اولہ پوسٹ بکس نمبر 281 جی پی اولہ پور۔

4۔ تمام عالموں سے بد عمل اور مایوس ہر کام میں گھریٹھے ہی حیرت انگیز کامیابی صرف تین یوم میں پہلے کوئی بدیہ نہیں۔ مقصد میں مکمل کامیابی کے بعد حسب توفیق بدیہ ہو گا۔ اگر آپ جلد جگہ کے تعویذ لے کر مایوس ہو چکے ہیں تو ایک بار مجھ جیسے عاجز کو آزمائیں۔ انشاء اللہ آپ کی ہر مشکل آسان ہوگی۔ مثلاً امتحان میں کامیابی کاروبار میں برکت بری عادات سے چھٹکارا اولاد نہ ہونا من پسند شادی اور سٹنڈل سے سٹنڈل محبوب مطیع ہو گا۔ ہم خود پڑھائی کر کے نقشے تیار کرتے ہیں۔ آپ کو پڑھائی وغیرہ نہیں کرنی پڑے گی۔ خط میں اپنا اپنی والدہ کا نام اور دینی مقصد لکھیں۔ جو ابی لقاہ ضروری بھیجیں۔ خط و کتابت صیفہ راز میں رہے گی پوسٹ بکس نمبر 2165 لاہور۔

5۔ نقش قلندر برائے حل مشکلات فی سبیل اللہ۔ جو لوگ مالی پریشانی مقصد میں ناکامی اور سٹنڈل محبوب کی بیوفائی سے مایوس ہو چکے

ورنہ معذرت کر لی جاتی ہے۔ ہم عبادت و ریاضت کے بعد نقش تیار کر کے بھیجتے ہیں۔ آپ کو خود پڑھائی وغیرہ نہیں کرنا پڑے گی جس دن آپ کا ہمراہ خط موصول ہو گا اس کے ٹھیک دو تین دن کے بعد آپ کو نقش بمعہ طریقہ استعمال پہنچ جائے گا۔ آپ اس نقش کو ایک بار ضرور آزمائیں۔ آپ کی مراد انشاء اللہ ضرور پوری ہوگی۔ آپ ساری عمر دعائیں دیں گے۔ اللہ کے حکم سے آپ کا کام آپ کی سوچ سے بھی جلد ہو جائے گا۔ اگر معمولی خرچہ سے آپ کو اپنے دل مقاصد میں کامیابی ہو سکتی ہے اور آپ کی پریشائیاں اور الجھنیں دور ہو سکتی ہیں تو اس سے بڑی خوشی اور کیا ہوگی۔

شاید آپ کو معلوم ہو کہ جنگ اخبار میں ایک دن کا اشتہار 17000 روپے میں چھپتا ہے اس کے علاوہ زعفران، اگر بتی، لوبان، مشک اور ذاک خرچ وغیرہ پر بھی اخراجات آتے ہیں۔ (اخبار میں اشتہار دینا ضروری ہوتا ہے تاکہ آپ لوگوں سے رابطہ ہو سکے) لیکن اس وقت آپ سے صرف اخبار کے اشتہار اور نقش کی تیاری پر ہونے والے اخراجات لیے جا رہے ہیں۔ یہ انتہائی مجبوری ہے تاکہ یہ سلسلہ جاری رہ سکے۔ نقش فی سبیل اللہ (بخیر بدیہ) کے دیا جا رہا ہے۔ آپ کے کام پر مبلغ 2550 روپے کے اخراجات آئیں گے۔ آپ اپنے پوسٹ مین کو رقم دے کر نقش وصول کر لیں۔ اگر آپ پوسٹ مین کے آنے کے وقت اپنے پتے پر موجود نہیں رہ سکتے تو وی پی کی رقم کسی عزیز رشتہ دار یا معرفت والے شخص کو دے دی جائے

تاکہ وہ نقش وصول کر کے آپ کو دے دے۔ خدا آپ کو سدا خوش رکھے۔ ہمیشہ خوشیاں آپ کے قدم چومیں اور آپ کی مرادیں اور خواہشات پوری ہوں۔ آمین۔

والسلام خط و کتاب کا پتہ
پوسٹ بکس نمبر 1240 جی پی او لاہور۔
ایک دوسرے خط میں مجھ سے 1350 روپے طلب کئے گئے۔ یہ بھی زعفران، اگر بتی، لوبان، مشک، صندل، جوار وغیرہ پر خرچہ ہوا تھا اس خط میں میرے تمام کام ایک ہی نقش کی وجہ سے ہونے کی خوشخبری سنائی گئی۔ یہ نقش محمد اشرف مرادی معرفت پوسٹ بکس نمبر 2352 سے بھیجا گیا۔

تیسرے خط میں مجھ سے 1450 روپے طلب کئے گئے۔ نقش بذریعہ وی پی بھیجا گیا اور مجھے خوشخبری سنائی گئی کہ میرا کام 48 گھنٹوں میں ہو جائے گا کیونکہ بذریعہ عملیات پڑھائی کر اگر معلوم کر لیا گیا تھا کہ میرا کام ہو جائے گا۔ مجھے بتایا گیا جس وقت نقش ہاتھ میں آئے گا پہلے گھنٹوں میں کام ہونے کے اثرات ظاہر ہوں گے اور اگلے چوبیس گھنٹوں میں کام ہو چکا ہو گا۔

مجھے لگتا گیا کہ 1540 روپے تو خرچہ وصول کیا جا رہا ہے۔ اس لیے بذریعہ موکلات حضرات پڑھائی کی گئی۔ عملیات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ آپ کے مسئلے کا حل ہر طرح سے ممکن ہے۔ جس کی تصدیق موکلات سے بھی کرائی گئی ہے۔ آپ کا کام سو فیصد میرے بتائے ہوئے وقت میں ہو گا۔ نقش زبردست طاقت کا حامل اور تیز اثر ہے جس وقت نقش ہاتھ میں آئے گا مسئلے کے حل میں جو

بھی رکاوٹیں ہیں وہ دور ہونا شروع ہو جائیں گی اور دیکھتے ہی دیکھتے کام ہو جائے گا۔ آپ خود اور دوسرے لوگ حیران رہ جائیں گے کہ یہ کام کیسے ہو گیا۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ اخبار میں اشتہار کا خرچہ، نقش ارسال کرنے کا ڈاک خرچ اور خاص کر آپ کے کام کے لیے عملیات کے دوران موکلات کی نیاز آپ کی طرف سے دینا بہت ضروری ہے تاکہ آپ کے کام میں رکاوٹ نہ ہو۔ چنانچہ آپ کے کام کے لیے کل اخراجات 1500 روپے جو میں آپ کے کام کے لیے اپنے پاس سے خرچ کر رہا ہوں تاکہ آپ کے کام میں کوئی دیر نہ ہو۔ میری طرف سے آپ کے مسئلے کے حل کے لیے عملیات پر کی گئی محنت عبادت و ریاضت فی سبیل اللہ ہے جس دن آپ کو میرا خط موصول ہو گا اس کے ٹھیک دو یا تین دن بعد آپ کو نقش بعد طریقہ استعمال پہنچ جائے گا۔ آپ ڈاکے کو مبلغ 1500 روپے دے کر نقش وصول کر لیں جو وہی آپ نقش وصول کریں گے میرے عمل کا اثر آپ پر فوراً منتقل ہو جائے گا۔

بہن! تمام مجلساؤں نے خوشخبری سنائی کہ کام ہو جائے گا۔

بہن! تمام مجلساؤں نے بذریعہ دی پی نقش بھجوائے۔

بہن! تمام مجلساؤں نے اپنا ایڈریس لکھنے کی بجائے صرف پوسٹ بکس نمبر لکھے۔

بہن! تمام مجلساؤں نے اپنے فرضی نام لکھے۔

بہن! ایک مجلسا نے لکھا ہے کہ میں جس لڑکی سے محبت کرتا ہوں میری شادی اڑتالیس تھنوں میں ہو جائے گی۔ میں نے مجلسا کو لکھا کہ میں آپ کی صاحبزادی سے محبت کرتا ہوں اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ لڑکی اور اس کی والدہ کا نام آپ سے بہتر کون جانتا ہے اس لیے فوری طور پر ایسا نقش روانہ کریں کہ میری شادی آپ کی صاحبزادی سے ہو جائے۔

میں نے یہ بھی لکھا کہ آپ نے مجلسا کی جرم میں ایک نہ ایک دن جیل جانا ہے اس لیے جیل جانے سے پہلے پہلے صاحبزادی کے ہاتھ پیلے کر جاؤ مگر مجلسا نے میرے خط کا جواب نہ دیا۔

میں نے پوسٹ ماسٹر جنرل کو لکھا کہ مجھے ان مجلساؤں کے نام اور پتے درکار ہیں جو ضرورت رشتہ ضرورت فنکار، نقش محبت، ضرورت میگزین کے اشتہارات شائع کرا کر عوام کو لوٹ رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں میں نے چند پوسٹ بکس نمبر بھی لکھے مگر پوسٹ ماسٹر جنرل نے مجھے مذکورہ پوسٹ بکس نمبر حاصل کر کے عوام کو لوٹنے والے مجلساؤں کے نام اور پتے نہ دیئے۔

عوام کو چاہئے کہ وہ بھی مجلساؤں کے خطوط پڑھ کر ہرگز خط نہ لکھا کریں۔ وہ یہ سمجھیں کہ جو عامل، نجوبی یا چیر دنیا جہاں کا ہر کام کروا سکتا ہے وہ اپنے کام کیوں نہیں کروا تا۔ وہ آپ سے دو ڈھائی ہزار روپے کیوں طلب کر رہا ہے۔

حکومت چاہیے کہ وہ تمام عاملوں، نجوبیوں اور جعلی پیروں کا محاسبہ کرے۔ تعویذ محبت کے اشتہارات شائع کرانے والے تمام مجلساؤں کے نام اور پتے معلوم کر کے ان کے خلاف قانون کے تحت کارروائی کی جائے۔

ایسے کئی دن یاد

سخت دوست محمد

ہی۔۔۔ میں نے دس روپے کا نوٹ اس کی منہمی میں دیتے ہوئے کہا۔۔۔ مگر یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا تھا کہ بابا بی بی نے بڑی حقارت کے ساتھ نوٹ کو پرے پیسہ تک دیا اور مجھے کہا جانے والی نظروں سے گھورنے لگ گیا تھا۔۔۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی تھی کیونکہ میرے حساب سے اسے دس روپے کا نوٹ قبول کر لینا چاہئے تھا۔ لیکن اس نے دس روپے کا نوٹ دستکار کیا تھا۔۔۔ دولت کی خاطر لوگ تو طرح طرح کے پاپڑ پٹیتے ہیں مگر وہ گھرا آئی دولت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔۔۔ اس بوڑھے کو زبردستی سے نفرت تھی عجیب قسم کے خیالات میرے دل میں اٹھ اٹھائیں لے رہے تھے۔۔۔ میں عجیب گھٹے میں جھکا تھا مگر وہ بوڑھا ہنوز مجھے گھور رہا تھا۔۔۔ میرے دل میں ایک قریب آئی اور میں نے بات کا رخ تبدیل کرتے ہوئے پوچھا۔۔۔ بابا بی بی تمہارا کوئی بیٹا ہے۔۔۔ بیٹے کا نام سن کر وہ ایک دم پھٹ پڑا تھا۔۔۔ میرا کوئی بیٹا نہیں ہے۔۔۔ میرا بیٹا۔۔۔ اسی دن مر گیا تھا۔۔۔ بسبب اس نے مجھے گھر سے نکال دیا تھا۔۔۔ میرا کوئی بیٹا نہیں ہے۔۔۔ میرا بیٹا۔۔۔ اس پر اچانک پاگل پن کا دورہ پڑ گیا تھا۔۔۔ اور وہ لوہی لوہی آواز میں واویلا مچانے لگ گیا تھا۔ میں خاموشی سے اٹھ کر چلا آیا تھا۔۔۔ لیکن تمام رات بابا بی بی

میں اسے کئی دنوں سے یوں ہی آوارہ گھومتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہ پاگل نہیں تھا۔ مگر حالات کے بے درپے حملوں نے اسے پاگل بنا دیا تھا۔۔۔ تار تار لباس اچھے اچھے سفید ہاں۔۔۔ آنکھوں میں حسرت و یاس کی پڑ چھائیاں اسے کسی اور دنیا کا بایں بتا رہی تھی۔۔۔ مگر اس کی اچھی شکل و صورت اور مضبوط جسم اس بات کی نفی کرتا کہ وہ پاگل نہیں ہے۔۔۔ وہ انٹریلوے اسٹیشن کے مسافر خانہ میں بڑا تار بٹا تھا۔۔۔ کھانے کے لئے اسے کوئی چیز مل جاتی تو وہ زہر مار کر لیتا تھا اور دن بھر دماغی سے بے نیاز اپنی دشمن میں بڑا تار بٹا تھا۔۔۔ میں نے اسے مانگتے ہوئے عام بھکاریوں کی طرح کبھی نہیں دیکھا تھا اور اس کا یہی روپ دیکھ کر میرا جذبہ تجسس بڑھنے لگا تھا۔۔۔ میں اسے دیکھ کر سوچنے لگ جاتا تھا کہ اس سے پوچھوں وقت کے سنبھل ہاتھوں نے اس سے کیا چھین لیا ہے جس کی وجہ سے وہ ہوش و خرد کی دنیا سے ہٹا ہوا گیا ہے۔۔۔ مگر اس سے بات کرنے کی بات میں بہت پیرا نہ ہو سکی ہو سکتا ہے وہ مجھ سے بات کرنے سے انکار کر دے یا اپنے پاگل پن کی وجہ سے مجھے گالیاں دینے لگ جائے۔۔۔ کئی دنوں تک میں اس اپنی کشمکش میں جھٹکا رہا لیکن ایک دن بہت کر کے اس کے پاس چلا گیا۔۔۔ یہ لیں بابا



میری سوچوں کا مرکز رہا تھا۔ دوسری صبح میں دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر بابائی کے پاس چلا گیا۔ میں نے ہوش والے سے چائے منگوائی اور بابائی کو پیش کی تھوڑی سی پس و پیش کے بعد چائے انہوں نے پلائی اور تشکرانہ نظروں سے میری طرف دیکھتے لگے ان کی آنکھوں میں میرے لئے شناسائی کا بندہ جاگ رہا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا۔ بابائی آپ کے ساتھ کیا فریبتی ہوئی ہے۔ آپ کس نظم اور زبانی کا شکار ہو

کر رہے رہے ہیں۔ لوگ آپ کو پاگل سمجھتے ہیں جبکہ آپ پاگل نہیں ہیں۔ کیا ہوا تھا آپ سے ساتھ لڑکھٹے میں بھی آپ کے بیٹے سناؤں آپ اپنے دکھوں کی عمدہ ہی کموں دہجئے اس طرح آپ کے دل کا شکار ہو رہے ہو رہے ہیں۔

ہاں بیٹا! تم بچ کتے ہو کسی سے دل کا مال کمرہ دینے سے دل کا ہوتہ دیکھا ہوتا ہے اور پھر میں زندگی کے اس ہوتہ کو اپنے ساتھ قبر میں لے جا کر کیا کروں

گاہ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا مگر میری باتوں کا مستحکم اثر انا۔ میں پہلے ہی حالات کے ہاتھوں بہت زیادہ زخم خوردہ ہوں یا دوں گا دھواں کرچیاں بن کر مجھے تباہ و برباد کر رہا ہے۔ میں نے ایک ایسے گھرانہ میں جنم لیا تھا جہاں ہر طرف پیسہ کی ریل پیل تھی مگر گھر کا سربراہ نہایت جاگیردار اور ڈکینیئر قسم کا انسان تھا۔ میرا باپ اپنے پورے گھرانہ پر ڈکینیئر کی طرح حکومت کرتا تھا۔ ایسی حکومت جس میں میرے باپ کے سامنے کسی کو بات کی جرات نہ تھی۔۔۔ ہم بدی پشتی نواب تھے۔ میرا باپ اپنے آپ کو لکھنوی نواب کہلاتے ہیں مگر محسوس کرتا تھا۔ اس کے نوابوں جیسے ٹھانڈے ہاتھ جو آگرتے تھے مگر اس کے برعکس ان کی آمراں طبیعت نے گھر کے اندر سکون کو تپٹ کر کے رکھ دیا تھا۔ اسی بے چہری تو سارا سارا دن میرے باپ کے نوابی مہمانوں کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرتی رہتی تھی اور ہم سب بہن بھائی باپ کی سخت طبیعت کی وجہ سے سسے سسے رہتے تھے۔ بات بات پر ہمارا باپ ہمیں مارنے لگ جابجا کرتا تھا۔ وقت کا پیسہ پتہ مارا۔ ہم سب بہن بھائی جو ان ہوئے تھر پھر بھی کسی نہ کسی بہانہ ہمارا باپ ہمیں ڈانٹتا رہتا تھا۔ وہ سے زیادہ سختی اور ڈانٹ اپنے لئے مجھے باغی بنا دیا تھا۔ خانہ میں ہر ایک کے ساتھ لڑتا رہتا تھا اس لئے لڑکے مجھ سے نفرت کرتے تھے ہلکے مجھے بہت کم منہ نکاتے تھے۔ میں دوسرے لڑکوں کو اکٹھے چلتے پھرتے دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتا رہتا تھا زندگی کے دن میرے لئے غدا اب بنے جا رہے تھے۔ کالج سے واپس آتا تو گھر میں وہی خشک ماحول میرا منتظر ہوتا تھا۔ دن گزارتے رہے باپ کی سختیاں بڑھتی گئیں۔ میرا نہ کوئی دوست تھا نہ۔۔۔ روادار نہ ولی محسن تھا اس بھری دنیا میں تنہا کیا تھا اس لئے سب سے ایک تھلک

رہتا تھا۔ میری امی کے میرے بارے کیا ہڈ بات تھے میں بالکل نہ جان سکتا تھا۔ گھر کے خشک ماحول کی وجہ سے وہ بھی احساس کمتری میں مبتلا رہتی تھیں۔ اول تو انہیں گھر کے کاموں سے فرصت ہی بہت کم ملتی تھی اگر کچھ لمحات انہیں میسر آتے تھے تو وہ تھک بار کر چارپائی پر لیٹ جاتی تھیں وہ اکثر ویسٹر خاموش رہتی تھیں۔ مجھے سکون کی ضرورت تھی مجھے قرار چاہئے تھا۔ چنانچہ سکون کی تلاش میں ادھر ادھر بھٹکتے لگا۔ کبھی رسالوں کا سہارا لیتا تھا اور کبھی کبھار دن کے ٹائم گھر والوں سے چھپ چھپ کر قافیں دیتا تھا۔ کہتے ہیں انسان برائی کی طرف زیادہ راغب ہوتا ہے آہستہ آہستہ فلموں کی طرف میری رغبت زیادہ ہو گئی تھی اور میں ہر ہفتہ نئی فلم دیکھنے لگا تھا۔ ایک فلم میں دوسرے کرداروں کے علاوہ طوائف کا کردار بھی تھا۔ میں نے وہ فلم دیکھ کر اندازہ لگایا تھا۔ طوائف مظلوم ہوتی ہے۔ مجبور ہوتی ہے۔ اس پر معاشرہ کے لوگ بہت زیادہ ظلم کرتے ہیں۔ میں طوائف پر ظلم اور زیادتی دیکھ کر تڑپ اٹھا تھا۔ میرے دل میں یہ خیال ابھر اگ میں ایسے کسی کردار سے ملوں اور زندگی میں اس کے کچھ کام آؤں۔ اس مقصد سے میں ایک بار طوائفوں کے بازار چلا گیا لیکن میری شرافت نے مجھے کسی طوائف سے بات نہ کرنے دی وجہ یہ تھی کہ میں احساس کمتری کا شکار تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس دن میرا دل بڑا خوش تھا جیسے مجھے قارون کا خزانہ مل گیا تھا اب میں ٹکا ہے بگا ہے بازار حسن کے چکر لگانے لگ گیا تھا۔ میں بنی سنوری طوائفوں کو دیکھ کر دل ہی دل میں بہت زیادہ خوش ہوتا تھا۔ ایک دن کسی نے میرے باپ کو بتا دیا کہ میں بازار حسن میں گھوم رہا تھا اگلے روز میری شامت آئی میرے باپ نے مجھ سے کرانت تو از میں پوچھا۔ کل کہاں گئے

تھے۔ میں نے کہا کالج میں۔۔۔ بس پھر کیا تھا میرے باپ نے لاتوں اور گھونٹوں کی مجھ پر بارش کر دی اسی بے چاری سم کر مجھے مار کھا۔ تو دیکھ رہی تھی عمروہ میرے باپ کو منع نہیں کر سکتی تھی۔ یہ خبر گھر سے نکل کر مجھے اور میرے رشتہ داروں تک جا پہنچی اور پھر میری بحث، مشقنی اور پٹ پیاد والا معاملہ ہو گیا۔ میرے باپ نے نہایت غلٹ میں میری شادی ایک ان پڑھ لڑکی سے کر دی۔ میں ایک سہ تک پڑھا لکھا تھا اور میری دلی تمنا تھی کہ میری شریک حیات پڑھی لکھی اور خوبصورت ہو مگر میری خواہش کو نہ دیکھا گیا بلکہ بر اور یگی ایک ان پڑھ اور نہایت منہ پھٹ لڑکی سے میری شادی کر دی گئی تھی۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت زیادہ دکھ ہوا تھا میرے باپ نے میرے پو تر جذبوں کا استحصال کر دیا تھا لیکن میں نے پھر بھی نصیبوں کی ہرزہ سرائی سمجھ کر اسے قبول کر لیا تھا اگرچہ ہماری طبیعتوں میں زمین و آسمان کا فرق مائل تھا عمروہ حد بہت ابلہ تھی سائل نگ میں چاہتا تھا وہ مجھ سے پیار کی باتیں کرے کچھ میری سنے اور کچھ اپنی کہے مجھ سے میری ساری عمر کی محرومیاں پیچھن لے مجھے ڈھیر سارا پیار کرے مگر وہ ہر وقت لڑتی جھگڑتی رہتی تھی۔ میں کوئی بات کہتا تو وہ اونچی اونچی آواز سے چیخنے چلانے لگ جاتی تھی۔ وہ ہر کام میری مرضی کے خلاف کرتی تھی مالا مالک میں چاہتا تھا وہ اپنے اچھے کپڑے پہنے جب میں کھڑا تو وہ قہقہے پر مسکراہٹ بکھیر کر مجھے خوش آمدید کے عمروہ ان سب باتوں سے بے نیاز تھی۔ میں ہر وقت اس کی یہ بات دیکھ کر کڑھتا رہتا تھا۔ اسی عرصہ میں میرے باپ کا انتقال ہو گیا میرے رشتہ داروں نے اپنی اپنی بھدو دیاں بتانا شروع کر دی تھیں کہ نگ میں اپنے باپ کی ڈھیر ساری باتیں لو کاواسد وارث تھا اتنی ساری دولتیں جو کہ انتہائے باطل دشمنی نہ ہوئی تھی۔ مجھے تو

صرف سکون چاہئے تھا۔ بے لوث محبت چاہئے تھی۔ زخم خوردہ دل کا قرار چاہئے تھا۔ مگر محبت کے چند لمحے میرے نصیب میں نہ تھے مجھے محبت کی ضرورت تھی مگر مجھے محبت کا انمول خزانہ کہیں سے نہیں مل رہا تھا۔ میری بیب میں باپ کی وفات کے بعد پیسے آگئے تھے اس لئے میں بدھ رہتا تھا ہر کوئی میری راہوں میں آنکھیں بچھاتا تھا۔ میں سکون کی خاطر پھر سے بازار حسن جانے لگا تھا۔ اب مجھے کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں تھا۔ مجھے کوئی فکر نہیں تھی مجھے کسی کاؤر نہیں تھا دن گزرتے جا رہے تھے اور میں گناہوں کی بہتی میں بلا مانہ جا رہا تھا۔ میں خوش تھا کیونکہ میری بیب میں پیسے دیکھ کر دوا کی بیٹی مجھ سے محبت کر رہی تھی۔ پیسہ کے خوش وقتی طور پر مجھے کسی کی چاہت مل رہی تھی۔ کوئی مجھ سے محبت کر رہا تھا کوئی مجھے پیار رہا تھا۔ میں اپنی دنیا میں ٹھن تھا میرے شب و روز بازار حسن کی نازنیوں کے سایہ سے گزر رہے تھے کہ آگے اگلے مجھے پٹا دیا۔ بیٹی کی پیدائش پر میں نے جی بھر کے خوشیاں منائی تھیں کیونکہ میرے گھر میں پیسہ کی ریل چل گئی۔۔۔ اور پیسہ کے ہوتے ہوئے میں کنبوس سے کام نہیں لیتا چاہتا تھا۔ کئی دنوں تک گھر میں مسمانوں کی آمدورفت کا سلسلہ چلتا رہا۔ مسمان چلے گئے تو کئی دنوں بعد میں بازار حسن کی طرف چلا گیا کئی دنوں کی تشنگی دل میں باقی تھی میں وہاں پہنچا تو ذوق برق کھانا میں دنوں جواں اور مسکین پھرے میرے منتظر تھے۔ میں جب ان سے ملا تو گویا مجھے سکون مل گیا تھا۔ میری بیوی پہلے بھی کم استقامت نظر مجھ پر کرتی تھی اب اس کا سارا اوصیان بیٹی کی طرف چلا گیا تھا میرے حصہ میں محرومیاں اور تشنگ لب کی زبردستی آئی تھی۔ میری بیوی نے ابھی میری دل جوئی نہیں کی تھی ابھی میرے درد نہیں جانے تھے۔ میرے

غم ہانسنے کی کبھی کوشش نہ کی تھی۔ وہ میرے دل کی خوشیوں کی قائد تھی۔ بچے کی پیدائش کے بعد اس کی بے رنی مزید بڑھ گئی تھی میں زیادہ تر وقت بازار حسن میں گزارنے لگا تھا۔ بازار حسن کی بون تو بھی طوائفوں کو مجھ سے محبت تھی مگر پروین بولی کو مجھ سے بہت زیادہ محبت تھی وہ مجھے دل کی گمراہیوں سے چاہتی تھی میرے دل میں بھی اس کے لئے محبت کے دریا اپنی جوانیوں پر تھے وہ میری آنکھوں کے ذریعے دل میں اتر گئی تھی اس کی من موہنی صورت ہر وقت میری نگاہوں کے سامنے محو رقاص رہتی تھی اس کی ایک دن کی کہانی میرے لئے بارگاہ معلوم ہوتی تھی۔ میں نے اسے اپنا آٹھ سٹاپا تو وہ تڑپ کر رہ گئی تھی وہ میرے زخموں کا سیما بن کر میرا دکھ درد بانٹ رہی تھی۔ مجھے بھی اس کی قربت میں بہت زیادہ سکون ملتا تھا۔ میں اس کی محبتوں کی شدت کو دیکھ کر اپنے آپ کو خوش نصیب تصور کرتا تھا۔

جب اس نے اپنے دل پر نئے زخموں کا سیدھا چاک کر کے دکھایا تو میں لرز کر رہ گیا تھا۔ وہ اپنی ماں کی خواہشات کی صلیب پر لٹک رہی تھی۔ اسے جسم فروشی کے دھندہ سے نفرت تھی مگر ماں کی سختیاں اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ وہ گناہ کی اس بستی سے نکل کر شرافت کی زندگی بسر کرنا چاہتی تھی مگر اسے کوئی ایسا مہربان نہیں مل رہا تھا جو اسے گناہوں کی بستی سے نکال کر شہزادیوں کے محلہ میں لے جاتا اور وہ زندگی کے ہائی مائند دن اس کے آسمان کی چھت کے نیچے گزار دیتی۔ میں نے پروین بولی سے وعدہ کر لیا تھا چاہے بہت بھی ہو جائے میں تمہیں اس گناہ آلود زندگی سے دور لے جاؤں گا۔ مگر میری ایک شرط ہو گی تم زندگی کے ہر مشکل مقام پر میرا ساتھ دو گی۔ اس نے میرے ساتھ وعدہ کر لیا تھا جب اس نے میرا بھرپور

ساتھ دینے کا منہم وعدہ کیا تو میں جذباتی سا ہو گیا تھا کیونکہ زندگی میں پہلی بار مجھے وہ چیز مل رہی تھی جس کی میں نے خواہش کی تھی ورنہ میرے ماں میں تو ہر قدم پر میری خواہشات کا بت پاش پاش ہوتا رہا تھا۔ خوشی سے خیالات کا سمندر میرے دل کے پاتال میں گردش کرنے لگا تھا پروین بولی میری زندگی میں ہوا کے تازہ جھونکے کی مانند آ رہی تھی۔ ایک رات میں نے پروین بولی کی ماں سے بات کی تو پروین کی ماں نے اس کی قیمت میں ہزار روپے لگائی میں حیران و پریشان ہو کر رہ گیا کیونکہ اس زمانہ میں بیس ہزار کی حیثیت بہت زیادہ تھی۔ میں بیس ہزار کا نام سن کر کچھ دیر کے لئے سوچوں کے سمندر میں ڈوب گیا تھا مگر جب میں نے پروین کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر میرا کچھ بچھڑ گیا تھا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر مجھ سے التجا کی تھی خدا کے لئے مجھے ان گناہوں کی زندگی سے نکل لے جائیں ورنہ میرا ماں پر دم ٹھٹ جائے گا اور میں حرام کی موت مر جاؤں گی۔ میں نے پروین بولی کی ماں سے کچھ دنوں کی مصلحت لی تاکہ رقم کا بدوبستہ کر سکوں۔ یہ میں ہی جانتا تھا کہ میں نے بیس ہزار روپے کس طرح اکٹھے کئے تھے۔ پروین بولی کی محبت پانے کی خاطر میں نے کیا بیچا تھا اور کیا کھویا تھا مگر دل کی تسکین کی خاطر میں نے سب کچھ کر لیا تھا حسب وعدہ میں بیس ہزار روپے لے کر اپنے محبوب کے در پہ پہنچ گیا تھا اس کی ماں کوئیوں کی پکا چوند چمک دیکھ کر میرے آگے پیچھے تیار رہی تھی۔ جب میں نے بیس ہزار روپے اس کے حوالے کئے تو وہ میری ممنون نظر آ رہی تھی اس کی ماں نے میرے سر کی بلا کیوں لی تھیں اور میں تمام رات پروین بولی کے زرخیز جسم سے اپنے دل کی خشکی کمر کرتا رہا تھا۔ اس کا خوبصورت جسم تمام رات میرے دھیمی جھنبوں کو تہذت و تاربا

تلاش میں اس بازار میں چلا گیا تھا اور اس بازار کی ایک بازاری عورت نے میرے دل کی تشت لہی کو سیراب کر دیا تھا۔ اس کا پیار پا کر میرے دل کے ویرانہ میں بہار آ گئی تھی اور خوشی سے محو میری آنکھوں کے سامنے ستارے ٹپکنے لگے تھے۔ بڑی مشکل سے میں نے شریفوں کے محکمہ میں ایک مکان حاصل کر لیا اور ضروریات زندگی کا تمام سامان اس میں سجا دیا تھا۔ میں دل ہی دل میں آسمان کی رفعتوں میں اڑا جا رہا تھا کہ اب میں اپنے دل کی دھڑکن کو بیٹھ کے لئے لوگوں کی غلیظ نگاہوں سے بچا کر اپنی اس چھوٹی سی دنیا میں لے آؤں گا۔ پھر میرا محبوب ہو گا۔ اس کی رفاقتیں ہوں گی۔ اس کی قربتیں ہوں گی۔ زندگی کے دن کتنے پر کیف اور حسین بن جائیں گے۔ میں اس لمحہ کا سوچ سوچ کر پاگل ہو جاؤں گا۔ رہا تھا دب سمی سمی پھوٹی ہوئی پروین بولی میرے اس خوشیوں کے حسین آنکھ میں اپنا پہلا قدم رکھنے کی۔ اور پھر وقت کی جیسے رفتار ختم جائے گی۔

میں خوشی کے ان سرشار لمحوں میں کھو کر دب کوٹھے پر پہنچا تو میرا محبوب مجھے نظر نہیں آ رہا تھا دب پروین کی ماں سے میرا سامنا ہوا تو میں نے پروین کے متعلق پوچھا۔ اس نے بڑی سب رشی سے کہا۔ اندر ہے۔ میں اندر ہی طرف دیا اندر دھانکیں دروازہ اندر سے بند تھا اور اندر سے شیطانی قوتوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں غصہ سے پائل ہو گیا اور میرے اندر قانون کنول اٹھ تھا۔ میں نے دروازہ دھنکا شروع کیا تو اس کی ماں نے ہاتھ روک لیا اور بڑی ڈنکاری کے ساتھ کہنے لگی چند منٹ صبر کرو۔ پروین فارغ ہونے والی ہے۔ میرے پیار کی یہ قیمت تم نے لگائی ہے۔ میں نے اپنا سب کچھ اوپر لگا کر تمہیں میں ہر روپے دیئے ہیں۔ میں ایک دم پراگنا نہیں

تھا۔ پروین بولی نے بھی اس رات دل کھول کر اپنے پیار کی بارش مجھ سوختہ جان پر کر دی تھی۔ اس رات مجھے جتنا سرور ملا تھا میں نے زندگی میں اس کا کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ صبح جانے سے پہلے میں نے پروین بولی کو حوصلہ دیا کہ میں بہت جلد تمہاری رہائش کا بندوبست کر کے لوٹ آؤں گا۔ الوداع ہوتے ہوئے دب میں نے اس کے سر میں چہرے پر اپنے پیار کی اودائی مہر ثبت کی تو اس نے وفور جذبات سے مفلوب ہو کر مجھے اپنے سے نگایا تھا حالانکہ میں پوری رات اس کے جسم سے کیلتا رہا تھا مگر اس لمحہ وارفتگی کے عالم میں مجھے جو کیف ملا تھا اس کی کیفیت بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ میں نہ چاہتا ہوں کہ بھی اپنے محبوب کو الوداع کہہ کر کوٹھے کی سیڑھیاں اتر گیا تھا۔ تمام راستہ اس کے پیار کی باتیں میرے دل کو تڑپاتی رہی تھیں۔ میں جلد از جلد ایک مکان لے کر پروین کو لے آنا چاہتا تھا۔ میرے دل پر مدتوں کی جو دیرانی چھائی ہوئی تھی میں اس کا ازالہ کرنا چاہتا تھا۔ آپ لوگ سوچ رہے ہوں گے کہ میں ایک بے غیرت انسان تھا ہوا اپنی بیوی کی موجودگی میں طوائف کے دامن میں سکون تلاش کرتا تھا۔ میں نے شروع میں بتا دیا تھا کہ میں اپنی بیوی سے جس پیار اور محبت کا متلاشی تھا اس سے وہ پیار مجھے کبھی بھی حاصل نہیں ہوا تھا میرے دل بے قرار پر اپنے پیار کی بارش کی بجائے وہ مجھے ہالکی کے جان لیوا فحاشات میں تڑپاتی تھی۔ اس نے کبھی بھی اپنے پیار کا پہلا میرے دل پر نہیں رکھا تھا۔ میں ہوا نہ ہونے کے ناطہ تمنائوں کی آگ میں بہتا رہتا تھا کھڑے جانے اس کا ضمیر کس مٹی سے بنا ہوا تھا وہ دل کے تمام بندوں سے ماری تھی۔ اسے میری ضرورتوں کا کبھی خیال نہیں رہا تھا۔ میں بچپن سے ہی محرومیوں کا شکار تھا۔ اس لئے میں مارنخی سماروں کی

آنکھیں دکھاتا ہے۔ ذیلی گیتے پروین کی ماں مجھ پر
برس پڑی تھی اور میں یہ نکتوں کی طرح اس عورت کو
دیکھ رہا تھا دو میری راہ میں اپنی آنکھیں بچھا کر تھی
تھی۔ اس لئے دروازہ کھڑے پروین شیم عریاں لباس میں
باہر آئی۔ تو میں نے اس سے پوچھا پروین یہ کیا ڈرامہ
ہے۔ تم تو میرے پیار میں پاگل تھی اور میں تمہاری
پہانت میں دیوانہ تھا۔ اس نے عجیب سا منہ بناتے
ہوئے کہا۔۔۔۔۔ اوبہ۔۔۔۔۔ کون پاگل اور کون
دیوانہ۔۔۔۔۔ اے مسٹر۔۔۔۔۔ یہ طوائفوں کا کوٹھا ہے۔
یہاں ہر چیز وقت اور حالات کے ساتھ تبدیل ہوتی
رہتی ہے۔ میرے بھی خیالات تبدیل ہو گئے ہیں۔
میری منزل کی کوئی حد ہے۔ شریف لوگوں سے مجھے
اولیٰ نفرت ہے۔ ہر مہمان میں شریفوں کے محلہ میں جا کر
کیا کروں گی۔ میں نے کہا پروین تمہارا دماغ تو نہیں
چل گیا ہے۔ میں نے تمہاری ماں کو تمہاری قیمت
بیس ہزار اوکر دی ہے۔ آؤ چلیں اس گناہ والی بستی
سے بہت دور میں نے شریفوں کے محلہ میں تمہارے
رہنے کے لئے مکان بھی لے لیا ہے اس نے بڑی
نفرت کے ساتھ میرے چہرہ پر تموک دیا تھا۔ میرے
پتہ سمجھنے سے پہلے ان کے پالتو غنڈوں نے مجھے مارنا
شروع کر دیا۔ زخموں سے چور چور بدم میں
بیڑیوں سے نیچے اتر رہا تھا۔ کچھ زخم میرے جسم پر
لگے تھے اور بڑے میری روح کو تڑپائے تھے۔ میں
خاندانی شریف تھا اس لئے خاموش ہو گیا تھا۔
ظوائف ذوق کا تمام منسوبہ میری سمجھ میں آیا تھا۔
اس نے جس بزار لی تا طر میرے ساتھ بھائی محبت کا
ڈھونک رہا تھا۔ میں نے اس سے مدد اور ہرجائی
عورت پر اعتبار کرتے ہوئے دل کے تمام ہڈیے
نچھاور کر دیے تھے۔ مگر اس کی تمنہاں کا مرکز صرف
پیسہ تھا۔ اس نے میرے اعتبار کی وجہوں انسانی

تھیں مالاٹک۔ میں اس کے نام اپنی تو بھی بانیہ اور
کمرے کا سوچ رہا تھا۔ عمران پتہ لوگوں کی ذہنیت کا
بہت جلد بخاندان پھوٹ گیا تھا پروین بولی اور اس کی ماں
عورت کے نام پر ایک وجہ تھیں۔ وہ ناگن ڈاکن اور
پزلی تھیں انہوں نے پیسہ کے ساتھ ساتھ میرے
دل کا سکون بھی لوٹ لیا تھا۔ اس دن کی تذلیں کے
بعد میں نے پھر کبھی اس بازار کا رخ نہیں کیا تھا۔
خوبصورت چہروں کے پیچھے وہاں کے باسی بڑے
سفاک اور مسکرتھے۔ نہ جانے مجھ جیسے کتنے سادہ دل
لوگ ان کے ہاتھوں برباد ہو گئے ہوں گے۔ وہاں کی
رہنے والیوں نے اپنی چلوں کی ایرو سے کتنے لوگوں کو
لوٹ لیا ہو گا۔ محبت کا فرضی ڈرامہ رچا کر کتنے ہی
شریف لوگوں کو ڈس لیا ہو گا۔ ان کی زہریلی
مسکراہٹوں سے کتنے دلوں کا سکون مارت ہوا ہو گا۔
میں جتنا ان لوگوں کے متعلق سوچتا میرا دماغ پاگل
ہونے لگتا تھا۔ اس دن کی پوت کھانے کے بعد میں
نے پھر کبھی اس بازار کا رخ نہیں کیا تھا۔ میں کئی دنوں
تک پروین کے ناروا سلوک پر تڑپتا اور سسکتا رہا تھا۔
زندگی کے دن کچھ اور گزر گئے اب میں کمر میں قید ہو
کر رہ گیا تھا۔ اب وہاں میری طبیعت کسبھلی تو میں نے
اپنی تمام تر توجہ اپنے بیٹے کو دی پر دنا شروع کر دی
تھی۔ میں ہر وقت اس کے ساتھ رہتا تھا۔ مگر میری
بیوی کے رویہ میں کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا۔
میرے دل پر تنگدلوں زخم لگے تھے جن کے درد کی
شدت نے میری روح کو تپائی کر دیا تھا۔ میں چاہتا تھا
میری شریک سفر میرے درد کا مسیحا بن کر میرے غم
بانٹ لے مگر وہ اپنی دنیا میں فاقی تھی۔ کمر کے کام کان
میں ابھی رہتی تھی۔ میں رات کے کسی نام سے جاتا
تو وہ کئے لگتی۔ شرم کریں چلے دوین دور بات۔ اس کی
ایسی دل نہی باتیں سن کر میں غصہ سے یوں ہو جاتا

تھا۔ مگر بیٹے کی موجودگی میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے کئی بار سوچا۔ بیوی کو طلاق دے دوں۔ مگر پھر اپنی نرم جوئی کی وجہ سے خاموش ہو جاتا تھا۔ میرے دل کی حالت دن بدن بگڑتی جا رہی تھی۔ دل دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں مگر میں زندہ تھا صرف بیٹے کی خوشیوں کی خاطر ورنہ میرے دل کی خوشیوں کا چوار تو ڈوب گیا تھا۔ وقت کا پنڈولم جوں جوں آگے کی طرف بڑھ رہا تھا میرا بیٹا بھی جوانی کی طرف بھاگے جا رہا تھا۔ اسی دوران میری بیوی ایک موذی مرض برقان میں مبتلا ہو گئی۔ اس کی حالت دن بدن بگڑتی چلی گئی میں نے اس کے علاج معالجہ پر بھرپور توجہ دی مگر ایک رات بڑی خاموشی کے ساتھ اس نے دم توڑ دیا۔ بیوی کے مرنے کے بعد میرا گھر خالی ہو کر رہ گیا تھا میری کوئی رشتہ دار عورت ہمارے گھر آنے پر رضا مند نہ تھی اس لئے ہم دونوں باپ بیٹا ہو کر مل سے کھانا کھانے لگے۔ بیوی کی اچانک موت نے مجھے پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ جیسی تھی گھر کو اس نے سنبھال رکھا تھا۔ ایک دن میں نے بیٹے سے پوچھا۔ میں تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں ماکہ گھر کے اندھیروں میں کچھ روشنی ہو سکے میرا بیٹا کہنے لگا۔

ابا جی! آپ کی مرضی۔ بیٹے کی نیم رضامندی بہن کر چکے۔ کچھ سکون ملا میں نے اپنے رشتہ داروں میں لڑکی ڈھونڈنا شروع کر دی۔ اب ہر شام میں کسی نہ کسی رشتہ دار کے گھر چلا جاتا تھا اور اس گھر میں لڑکیوں کے سراپا کا جائزہ لیتا رہتا تھا۔ فخرہ میرے تیار لڑاؤ کی بیٹی تھی۔ بڑی خوبصورت اور سلجھی ہوئی لڑکی تھی۔ ہر بات بڑی سلیقہ سے کرتی تھی۔ اس لئے فخرہ دینی جیسے پسند آگئی تھی۔ یوں تو میرا فاروق بیٹا بھی بڑا بڑا سم اور سمارت تھا مگر فخرہ فاروق سے زیادہ خوبصورت تھی۔ میں فخرہ کو پسند کر کے خوشی خوشی

گھر آیا اور بیٹے سے کہا۔ میں نے تمہارے لئے ولہن کا انتخاب کر لیا ہے۔ کسی دن تم فخرہ کو جا کر دیکھ لینا میرا بیٹا کمال قربان برداری سے کہنے لگا تھا۔

ابا جی۔ آپ کی پسند میری پسند ہے یہ تو فخرہ ہے اگر آپ کسی بد صورت لڑکی کا انتخاب کر لیتے تو مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہ ہوتا تھا۔ میں بیٹے کے جذبات سن کر خوشی سے پاگل ہو گیا تھا۔ میرا بیٹا میرے جذباتوں کا پالن کر رہا تھا۔

میں جب فخرہ کے گھر بیٹے کا رشتہ لے کر گیا تو انہوں نے انکار کر دیا مگر ان کے انکار کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی مالا مال گھر میں میرے سوا کوئی نہیں تھا میری زندگی کا کیا بھروسہ تھا اب میری زندگی کا چراغ بجھ جاتا۔ میں نے جب تیار لڑاؤ بھائی پر دوسرے رشتہ داروں کے ذریعہ دباؤ ڈالا تو ان کی پٹنی شرط یہ تھی کہ میری جتنی جائیداد ہے اس کی مالک ہماری بیٹی ہوگی۔ میں نے ان سے کہا میرے مرنے کے بعد تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کے فخرہ اور فاروق ہی وارث ہوں گے۔ لیکن ان کی ضد تھی فاروق کی بجائے تمام جائیداد ہماری بیٹی کے نام منتقل کرویں تو ہم رشتہ دینے کے لئے تیار ہیں ورنہ ہماری طرف سے انکار سمجھیں۔

میں اس نئی افواہ میں جھلا ہوا کر کئی دنوں تک پریشانی کی گرداب میں الجھا رہا تھا میری سوچ کا ہر پہلو ان کا ایسا رویہ دیکھ کر لوہا نہ جو گیا تھا۔ کئی روز تک دل کو اس ربا طبعیت پریشان رہی لڑکی کے نام جانیداد کر دینا میرے لئے ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔ پروین بونی کو میں ہزار دے کر چکے دسواٹیوں کی وصول کے علاوہ کچھ نہیں دے تھا۔ اس کی ساری نجفیں سراپ بن کر رہ گئی تھیں وہ بھی میرے ساتھ چار کا ٹانگ میرے حاصل کرنے کی خاطر رہتی رہی تھی۔

جب اس کا مطلب نکل گیا تھا وہ وفا کی دیوی سے
 سٹند لٹوا کف بن گئی تھی۔ ماضی کا تمام سراپا میری
 نگاہوں کے سامنے تھا میں اب کوئی ایسا کھیل نہیں
 دیکھنا چاہتا تھا جس سے میرے دل کو اذیت کے خون
 خوار لہجوں سے دست و گریبان ہونا پڑے۔ میں کئی
 دنوں تک اسی بیچ پر سوچتا مگر میرے سامنے ہاں کے
 علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ ہاں کا لفظ ہی میرے
 لئے خوشیوں کا راستہ تھا میں نے بیٹے کے بہتر مستقبل
 کے لئے جانیہ اور والی شرط مان لی تھی۔ قانونی کارروائی
 مکمل ہونے کے بعد میں بیٹے کو ایک سادہ سی تقریب
 میں بیاہ لیا۔ میرا بیٹا قاضی کو باگربست زیادہ خوش تھا اس
 کی نس نس سے خوشیوں کی چوڑا برس رہی تھی۔
 بیٹے کو خوش پا کر میری درمائدہ زندگی میں بھی سکون
 کے لمحے آگئے تھے۔ ان دونوں مریاں بیوی میں بہت
 اندر سینڈ ٹف تھی وراثت وہ دونوں پر سے لگے
 تھے۔ میں دل ہی دل میں خوش تھا میں جس محبت کے
 پیچھے تمام عمر بھاگتا رہا تھا میرے بیٹے کو پہلی رات
 حاصل ہو گئی تھی یہ تو اپنے اپنے نصیبوں کی بات
 تھی۔ شادی کے کچھ دن بعد وہ دونوں کراچی چلے گئے
 تھے وہاں پر فافورہ کی مثالہ جان رہتی تھی۔ یہ دو ہفتہ مجھ
 پر بہت بار گراں گزرے تھے وراثت ہمیں بدی مدت کے
 بعد مجھ سو نہ جان کے کھر ٹھٹھائی قوموں کی بازگشت
 سنائی دی تھی۔ ان دونوں کے واس آئے سے زندگی کا
 کارواں خوشی کی سڑک پر دوبارہ جھوم اٹھا تھا۔ وقت پر
 لگائے اڑتا رہا۔۔۔ میرے بیٹے کے آنکھن میں ایک
 چول تھا پوتے کی پیرائش پر میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ
 نہیں تھا۔ میں نے اس کا نام انتظار ہی رکھا تھا۔ کیونکہ
 مجھے بہو کے زہر سے ایسے کھلونے کا پہلے دن سے
 انتظار تھا۔ انتظار میں ہی مجھ سے بہت زیادہ مانوس ہو
 گیا تھا۔ وہ رات کو اپنی امی کے بھائے میرے ساتھ

سوتا تھا۔ دن بھر خوشی گزر رہی تھی میری بہو میرے
 اعتماد پر پوری اتار دی تھی۔ کئی ماہ اور سال بیت گئے
 میں پہلے سے کچھ زیادہ بوڑھا ہو گیا تھا۔ میرے بیٹے
 کے گھر ایک اور کئی کا اضافہ ہو گیا۔ لیکن اب بہو کے
 رویہ میں تبدیلی آتی جا رہی تھی مگر میں خاموش تھا
 کیونکہ میں عمر کی اس دہلیز تک پہنچ گیا تھا جہاں پر
 انسان کا خود اپنا سایہ بھی ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔ مجھے
 اپنے بیٹے کی خوشیاں عزیز تھیں اس لئے میں رنساہ
 رنہبت بہو کی کڑوی کسلی باتیں برداشت کرتا رہا
 لیکن میری خاموشی کا وہ غلط مطلب اٹھ کرتی رہی اور
 ایک دن یہ کہہ کر اس نے میرے بندھنوں پر آگ گرا
 دی کہ اس گھر میں اگر یہ بوڑھا رہا تو میں نہیں رہوں
 گی۔ اسے وہ کامرض لاحق ہے۔ یہ بوڑھا ساری
 ساری رات کھانا سٹا رہتا ہے نہ خود سوتا ہے نہ کسی
 دوسرے کو سونے دیتا ہے۔ اگر میں سیکے جاتی ہوں تو
 میری نگرانی کرتا ہے۔ بہو کے الفاظ تھے کہ سنسناتے
 ہوئے تیز لفظوں کی تپش سے میرا تمام جسم جھلس گیا
 تھا اس نے بے بنیاد قسم کے الزامات لگا کر میری
 ذات پر کچھ اچھالا تھا۔ میرے بیٹے نے دوسرے دن
 مجھے ایک سروٹ کو اڑا کر میں شفت کر دیا۔ وہی بیٹا
 جس کی خوشیوں کی خاطر میں نے اپنی تمام بانیہ اور اس
 کی بیوی کے ہم کردی تھی اور وہ حوا کی بیٹی جس کو میں
 نے زہر سے آفتاب بنادیا تھا اپنی پوری برادری کی
 لڑکیوں کو ٹھکرا کر اپنے گھر کی زینت بنایا تھا کیونکہ اس
 کے ساتھ میرا خون کا رشتہ تھا مگر اس کم ظرف نے
 میری تمام باتوں اور ہمہ رویوں کو پس پشت ڈال کر مجھے
 دریا میں جتے تنگ کی طرح درپردہ کر دیا تھا۔ میں نے
 دوسرے دن اپنی اس ختم بہو کی کوئی یاد نہ کیا۔
 میرے بیٹے نے میری پردہ پوشی کی تھی شاید وہ بھی
 میرے بڑھاپے سے تنگ آچکا تھا۔ اس دن سے لے

کر آج دن تک میں در بدر بھٹک رہا ہوں کبھی کسی شہر
 اور کبھی کسی گاؤں میری کوئی منزل ہے نہ ہی کوئی
 ٹھکانہ ہے۔ کھانے کو مل جاتا ہے تو کھا لیتا ہوں ورنہ
 صبر و شکر کا کلمہ پڑھ کر سو جاتا ہوں۔ پایا اپنی داستان الم
 سنا کر خاموش ہو گیا تھا۔ مگر میری سوجھیں سماج کے
 ایسے بھی ہیں مہربان انسانوں کی طرف دوڑنے لگ گئی
 تھیں۔ جن کی مہربانیوں نے اپنے محسن کو در بدر کا
 بھکاری بنا دیا تھا۔ بیٹا اتنا کھنور دل ہو سکتا ہے اس کا
 باپ فقیروں جیسی زندگی کے شب و روز بسر کرے۔
 میں بتانا اس ایسے کے متعلق سوچنے لگتا میرا دل خون
 کے آنسو روئے لگتا تھا۔ آج کا انسان ماؤرن اور پڑھا
 لکھا تو بن گیا ہے عمروہ خونی رشتوں کا قصد اس کی

 $\frac{1}{2} \rightarrow \frac{1}{3}, \frac{1}{3} \rightarrow \frac{1}{4}, \dots, \frac{1}{n-1} \rightarrow \frac{1}{n}$ [illegible]

دل نہ لٹتا انکار مست کرتا

کیے محمد قاسم

ان کے دو بیٹے تھے جی کوئی نہیں تھی بڑا بیٹا بنگ میں آفسر تھا چھوٹا بیٹا بی۔ اے کرنے کے بعد کپڑے کی دکان چلا رہا تھا۔ خوشحال لکھ ان تھا ہم لوگوں کا بھی کافی آنا جانا تھا وہ لوگ بہت اچھے بغیر ملک اور منہ سار تھے۔ خیر میری بڑی بیٹی میرا کو ان کے چھوٹے بیٹے نے کہیں دیکھ لیا اس نے ماں سے بات کی۔

اس کے ماں باپ مان گئے پھر اس کی ماں نے میرے آگے بھولی پھیلائی کہ میں میرا کو جینی بنانا چاہتی ہوں۔ میں نے کہا کہ میں ان کے ابو سے بات کروں گی۔ بیٹی کو پتہ چلا تو وہ کہنے لگی ماں تو ہاں کر دے۔ اس میں میری بھی خوشی ہے مگر میں نے کہا کہ تجھے پتہ ہے کہ ہم لوگ غیر اہل برادری میں رشتے نہیں کرتے وہ بے چاری تو چپ ہو گئی میں نے اس کے ابو کو بتائے بغیر انکار کر دیا۔

یہ واقعہ ہو میں آپ سب بہن بھائیوں کو سنانے لگا ہوں میرے بہت ہی قریب پیش آیا بنگ یوں سمجھیں کہ چار سال پرانا ہے۔ مگر مجھے حقیقت اب معلوم ہوئی ہے کیونکہ میں اس مای کو اکثر کوئی نہ کوئی چنے دینے جاتا ہوں۔ وہ بھی مجھے اپنا بیٹا سمجھتی ہے۔ مگر میں اکثر سنتا تھا کہ اس کے چار جوان بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں جو کہ اب اس دنیا میں نہیں تھے۔ مجھے بہت دکھ تھا کہ مای تنہا ہی اکیلی اس طرح ہوئی۔ سات جوان بچے یکے بعد دیگرے اس طرح مر گئے۔ ایک دن میں نے پوچھ ہی لیا۔ مای نے آج تک جو بات ہر ایک سے چھپائی تھی مجھے بتادی اور یوں کو یا ہوئی۔ بیٹے یہ جو تمناں مجھے ملی ہے مجھے تو اس سے بھی زیادہ سزا ملنی چاہئے کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔ بیٹے یہ چار سال پرانی بات ہے اسی محلے میں فاروق صاحب رہتے تھے بہت شریف لوگ تھے



جینی کی اس آنکھیں بھی مجھے متاثر نہ کر سکیں۔ میں یہ بھول گئی کہ ہم اپنے بچوں کے والدین ہیں خدا نہیں ہیں۔ خدا تو بس ایک ہے یہ ذاتیں۔ یہ برادریاں یہ ریس تو ہم لوگوں نے اس لئے بنائی ہیں کہ یہ قیامت کی نشانیاں ہیں ورنہ سب برابر ہیں۔ حضرت آدمؑ کی نسل میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کلام پاک اذان دے کر اسے مسلمان کرتے ہیں پھر یہ ذاتیں کیا اہمیت رکھتی ہیں دوسرے روز اس ٹوکے کی ماں پھر آئی میں نے کہا کہ ہم لوگوں نے اپنی ناک خاندان میں نہیں کھائی۔ اس نے بست فٹیں کیں مگر میرا یہ جواب تھا کہ ہم باہر رہتے نہیں کرتے پھر کافی دن گذر گئے میری جینی بھی بھولی بھولی سی رہنے لگی۔ مگر میرا دل پتھر بنی رہا۔ پھر اس لڑکے نے ماں اور باپ دونوں آئے کہ ہماری سب کی خوشی ہے ہم آپ لوگوں کو کبھی بھی کسی شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔ آپ ایک مرتبہ ہاں تو کریں مگر میں نے انکار کر دیا مجھے تو بس خاندان اور لوگوں کی فکر تھی کہ کیا کہیں گے۔ پھر اللہ جانے کیا ہوا کہ اس لڑکے کی ماں مقدس کتاب قرآن پاک لے آئی میں اور میری بیٹیاں گھر میں موجود تھیں اس اللہ کی بندی نے قرآن پاک میری بھولی میں ڈال دیا کہ اس مقدس کتاب قرآن پاک کے واسطے اپنی جینی مجھے دے دو۔ اور ویسے بھی میرے بیٹے میں کوئی خرابی نہیں ہے اگر کوئی خرابی ہوتی تو میں کبھی بھی نہ آتی۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب میری بھولی میں پڑی تھی۔ اس پاک کتاب کے واسطے تو ہمارے خفیہروں نے اپنی جانوں کے نذرانے دے دیئے اپنی اولادیں قربان کر دیں۔ ایسا سب پتہ لگایا اور پھر یہاں تو ایک جینی کا سوال تھا اور اس چیز کا سوال

تھا کہ جو نہ کسی نے گھر میں رکھنی ہے ہو ہوتی ہی یہ لیا دھن ہے امانت ہوتی ہے جس کو ایک نہ ایک دن باطل کی ابلیز کو چھوڑنا ہوتا ہے۔ آخر میں نے بھی تو جینی کسی نہ کسی کو دینی ہی تھی کیونکہ یہ بیٹیاں کوئی بھی تو آج تک گھر نہیں رکھ سکا اور نہ ہی رکھ سکتا ہے۔ گھر میں نے پھر بھی قرآن پاک اٹھایا۔ چوما سینے سے لگایا اور اسے واپس کرتے ہوئے کہا کہ بہن مجھے معاف کر دینا ہم لوگ مجبور ہیں اگر رشتہ دیں تو لوگ باتیں کریں گے طرح طرح کی باتیں بتائیں گے وہ تو قرآن پاک لے کر خاموشی سے چلی گئی مگر میری جینی تڑپتی ہوئی آئی اور کہنے لگی ماں یہ تو نے کیا کیا اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب کو واپس کر دیا۔

کیا میں قرآن پاک سے زیادہ اہمیت رکھتی ہوں ماں تو نے اچھا نہیں کیا اگر تو مسلمان ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرتی۔ میں نے کہا جینی میں نے جو کیا ہے ٹھیک کیا ہے ویسے بھی کونسا کسی کو اس بات کا علم ہے جینی کہنے لگی ماں اللہ تعالیٰ کو جو بات معلوم ہے وہ سمجھو کہ تمام عرش والوں کو معلوم ہے پھر کہنے لگی ماں اگر میں مرجاؤں تو بھی تو برداشت کر ہی لے گی۔ اگر تم اب بھی ہاں کر دو تو کوئی باتیں نہیں چاہئے گا۔ گھر میں اپنا کام کرنے لگی اور اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی۔ تین دن خیمت سے گذر گئے وہ لوگ دوبارہ نہیں آئے۔ چوتھی رات کو اچانک میرے شوہر کے پیٹ میں درد ہوا اور صبح ہی اس نے دم توڑ دیا۔ میں تو ات گئی کہ یہ کیا ہو گیا ہے ایک بات تو میں آپ کو بتانا بھول گئی کہ میں نے قرآن پاک والی بات اپنے شوہر اور بیٹے سے کی تھی مگر دونوں نے یہی کہا تھا کہ ہم غیر ذات میں رشتہ نہیں کریں گے۔ شوہر کی موت کا زخم ابھی تازہ تھا کہ میرا چھوٹا بیٹا بخار میں تین دن جتا رہنے کے بعد چل بسا جوان بیٹے کی موت نے مجھے ہلا کر

رکھ دیا پھر چھوٹی بیٹی چل بسی۔ میں حیران و پریشان تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے میں فاروق صاحب کے گھر تھی تو وہ لوگ کہیں اور جا چکے تھے۔

چوتھے روز بڑا بیٹا بیٹ پکڑ کر بیٹھ گیا کہ ماں میرے بیٹ میں آگ سی جل رہی ہے ڈاکٹر کو بلایا۔ دو انیس دیں مگر وہ بھی چل بسا۔ میری دنیا اندھیر ہو گئی۔ دل میں سوچا کہ قرآن پاک پڑھ کر پانی پر دم کر کے دوسرے بچوں کو پاؤں مگر میں جب بھی قرآن پاک انھاؤں آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جائے یا پڑھائی نہ جائے پھر دل میں آیا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہے میں نے بہت دور دروغ سنا کیس مگر تین ہفتوں میں بتایا بچے بھی فوت ہو گئے جو ان سات بچوں کی موت نے مجھے کتنے دنوں تک بے ہوش رکھا بلکہ ہوش سے بیگانہ رکھا۔ ہوش میں آئی تو بچوں کی معصوم صورتیں ویسے ہی نظر آئیں۔ کہ ماں تو نے یہ کیا کیا ہے ہمارا کیا قصور تھا۔ میں بے اختیار رونے لگتی۔ محلے والے کھانا دے جاتے۔

جس خاندان کی خاطر میں نے رشتے سے جواب دیا کہ خاندان والے باتیں بتائیں گے انہوں نے اثر پوچھا بھی نہیں کہ تم کس حال میں ہو۔ کس حل میں زندہ ہو۔ اب میں بہت پیچھا رہی ہوں۔ کیونکہ اگر میں اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیتی تو میرے سب بچے میرے پاس اور خوش و خرم رہتے۔ میں بھی خوش رہتی۔

مگر قصور میرا تھا میں نے بیٹی کو قرآن پاک سے زیادہ اہم بنا کر قرآن پاک سے زیادہ اہمیت بیٹی کو دی۔ اور ان لوگوں کا دل بھی توڑا۔ اللہ تعالیٰ نے میرا دل توڑ دیا واقعی دل توڑنا بہت بڑا گناہ ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کو

ناراض کرنے سے سزا تو ضرور ملتی ہے چاہے جلد ملے یا دیر سے۔ ہوا یہ کہ مجھے سزا جلد مل گئی۔ اب مجھے اپنی بیٹی کی بات یاد آ رہی ہے کہ اگر ماں میں مرجاؤں تو بھی آپ برداشت کریں گی ناں۔ واقعی یہ بات ٹھیک ہی نکلی۔ کہ میں ایک بیٹی کے بدلے بھرا ہوا گھر بنا بیٹھی اگر میں قرآن پاک کی اہمیت کو سمجھتی تو کبھی بھی انکار نہ کرتی۔ میں نے واقعی اچھا نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے سب پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے انسانوں سے کہ ہم پڑھ تو لیتے ہیں۔ تلاوت تو کر لیتے ہیں مگر اس پاک کتاب قرآن پاک کی اہمیت سے واقف نہیں ہیں میں تمام لوگوں سے التجا کرتی ہوں کہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن پاک کا مسئلہ ہو یا اللہ تعالیٰ کے نام پر یا خدا کے واسطے اچھا فیصلہ کرنا ہو تو قرآن پاک پر سب کچھ قربان کر دینا میری طرح کبھی انکار مت کرنا ورنہ میری طرح پچھتاؤ گے اور میری طرح سب کچھ نہ لٹا بیٹھنا میری طرح قرآن پاک کو خالی مت ٹوٹانا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے دنیا میں بھی ذلیل اور آخرت بھی خراب۔

ہم مسلمان ہیں ہمیں تو قرآن پاک کی اہمیت کو سمجھنا چاہئے پیاری کتاب کی تو غیر مسلم بھی عزت کرتے ہیں احترام کرتے ہیں۔ پھر ہم تو مسلمان ہیں پس اس مقدس کتاب کی عزت کرو ورنہ میرے جیسا انجام ہو گا خدا کا خوف کرو اس مقدس کتاب قرآن پاک کی اہمیت کو سمجھو۔ مایہ نے روتے ہوئے اپنی کھائی ختم کی۔ آپ سب سے التجا ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے شوہر اور بچوں کو اپنے بوار رحمت میں جلد دے۔ (آمین ثم آمین)

ۛۛۛ

چتر لیکھا

بیسرہ..... لٹا دیوی

آگئے کہ ان کے درمیان مذہب ذات پات 'خاندان کنبے کی کوئی رکاوٹ ہی نہیں رہی۔

ان دونوں کی از حد قربتوں کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ ڈاکٹر مسیٰ کرنے بھی اپنی بیوی کو طلاق دے رکھی تھی۔ چنانچہ دونوں کی نجی زندگی یکساں تھی چتر لیکھا نے شوہر کو چھوڑ رکھا تھا تو ڈاکٹر مسیٰ کرنے بیوی کو۔

چتر لیکھا طلاق کے بعد سے ہی اپنے مائیکے میں رہنے لگی تھی۔ باپ انتقال سے پہلے ہی اپنا مکان اپنی بیوی کے نام کر گیا تھا۔ چتر لیکھا نے گھر والوں کی اور خاص کر ماں کی خوب خدمت کی۔ ساری کمائی لا کر ماں کو دے دیتی۔ ماں اس سے کافی خوش تھی بسبب اس کی آخری کھڑی آئی تو وہ اپنا گھر زمین بنی چتر لیکھا کو دے گئی۔

اس طرح چتر لیکھا مکان مالک بن گئی۔ چونکہ وہ شروع سے ماں باپ کی لاڈلی تھی اس لئے اس کی نجی زندگی میں مداخلت کرنے کی کسی میں ہمت نہیں تھی۔ اور جب وہ اپنے بیویوں پر کھڑی ہو گئی اور خود مختار بن گئی تو بھلا اسے کون ٹوٹا۔

یہی وجہ تھی کہ ڈاکٹر مسیٰ کرتے اس کے تعلقات اس حد تک بڑھ گئے کہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہنے لگے۔ جب کہ ڈاکٹر مسیٰ کر مسلمان تھے اور چتر لیکھا ہندو۔ چتر لیکھا مسیٰ کر کے ساتھ خوش تھی۔ اس کے گھر والوں کو اس کی خوشی کے علاوہ اور کیا چاہئے

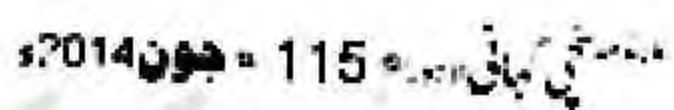
چتر لیکھا نے اپنے شوہر سے طلاق لے لی لیکن ماں باپ 'بھائی بہن پر بوجھ بننے کے بجائے خلع تھانہ کے انکور اسپتال میں بطور نرس نوکری کر لی۔ وہاں کی انچارج ڈاکٹر کلپنا پٹھارے کو چتر لیکھا پر بڑا ترس آیا تھا چنانچہ وہ اس پر بڑی مہربان رہتی تھیں۔

دونوں ایک دوسرے کی راز دار سہیلی بن گئیں اور ڈاکٹر کلپنا پٹھارے کی وجہ سے ہی چتر لیکھا پچھلے دس سال سے ایک ہی اسپتال سے وابستہ تھی۔

چتر لیکھا کا چودہ سال لڑکا سینٹ اگنیل ہائی اسکول میں زیر تعلیم تھا۔ وہ اسے زیادہ سے زیادہ تعلیم دلوانا چاہتی تھی تاکہ وہ دنیا میں کچھ کر سکے۔ چتر لیکھا کی ایک بہن سر لیکھا اور ایک بھائی سر چندر تھے تھا۔ سر چندر تھے اپنی بہنوں کو بہت چاہتا تھا اور خاص کر چتر لیکھا کو۔

یہ بات 84ء کی ہے۔ انکور اسپتال میں آر ایم او کے عہدے پر ڈاکٹر محمد علی مسیٰ کر کا تقرر ہوا۔ ڈاکٹر مسیٰ فطرتاً ہی بے حد شرمیلے اور کم گو انسان تھے۔ وہ کسی سے زیادہ ہنستے بولتے نہیں تھے لیکن وہ ایک وجہ اور پر کشش شخصیت کے مالک تھے۔ صنف نازک کے لئے ان میں ایک خاص کشش تھی۔

لہذا چتر لیکھا بھی جانے انجانے طور پر ان کی طرف مائل ہوتی چلی گئی پھر ڈاکٹر مسیٰ کرنے بھی چتر لیکھا میں دلچسپی لینا شروع کر دی اس طرح دونوں ایک دوسرے کے قریب آتے چلے گئے۔ پھر وہ اتنے قریب



حد نڈ حال ہو رہا تھا اور پولیس والے اسے دلاس دے رہے تھے۔

انسپکٹر پندھارے نے پوچھا۔
چوہہ جولائی کو صبح کیا گھر میں کسی سے چتر لیکھا کی نوک جمونک ہوئی تھی؟
سرحد رگھوگیر آواز میں کہنے لگا۔

نہیں صاحب وہ تو روز کی طرح خوش و خرم ڈاکٹر سسی کر کے ہمراہ گھر سے نکلی تھی۔ لیکن شاید راستے میں چتر لیکھا کے پیٹ میں درد ہوا اور وہ واپس گھر آ گئی۔ پھر جب اس کی حالت سنبھلی اور گھر سے گئی تو پھر واپس نہیں آئی۔

آج کچھ ہی دیر پہلے اس نے فون پر اپنی انچارج ڈاکٹر پٹھارے کو فون پر مطلع کیا کہ اس نے کسی عبد اللہ نام کے آدمی سے شادی کر لی ہے اور اب وہ کام پر نہیں آ سکے گی۔

ڈاکٹر پٹھارے کو اس فون پر یقین نہیں ہوا اور انہوں نے خود آکر کے اس بارے میں بتایا۔

یہ کہ کر سرحد رگھوگیر سسکے لگا۔ اس کی بہن سریکا بھی آنسو بہا رہی تھی۔

بہن چتر لیکھا کے ملنے کے جہاں بھی امکان تھے نوپازہ پولیس نے انسپکٹر پندھارے کی قیادت اور ہدایت کے تحت اچھی طرح پھان بین کر لی لیکن چتر لیکھا کا کہیں سراغ نہیں ملا۔

دو دن اور گزر گئے۔ میں جولائی کو چتر لیکھا کے پڑوسی کو ایک شخص نے اس کے مکان کی چابی دیتے ہوئے کہا۔

یہ چتر لیکھا نے بھیجی ہے میں جتنا سے آیا ہوں۔ چتر لیکھا نے کہلایا ہے کہ اسے تلاش کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ وہ جہاں بھی ہے خوش ہے۔

یہ کہ کر وہ اجنبی چلا گیا۔ اور چابی دینے والا اس

تھا۔
اس طرح وقت گزر رہا تھا۔ اب ڈاکٹر سسی کر چتر لیکھا کے ہی گھر میں بالائی منزل پر رہنے لگے۔ نچلے حصے میں چتر لیکھا کا بھائی سرحد ر اپنی فیملی کے ساتھ رہتا تھا۔ کئی سال گزر گئے چتر لیکھا اور ڈاکٹر سسی کرنے شادی نہیں کی لیکن وہ آپس میں ازدواجی زندگی ہی گزار رہے تھے۔

4 جولائی 90ء کی صبح چتر لیکھا سب معمول تیار ہو کر ڈاکٹر سسی کر کے ساتھ کلینک کھولنے نکلی دونوں بے حد خوش تھے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد چتر لیکھا واپس آ گئی۔ اس کا چہرہ درد ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے بھائی کو بتایا کہ اس کے پیٹ میں شدید درد ہے جو برداشت سے باہر تھا۔

وہ بالائی منزل پر جانے کے لئے زینہ بھی ملے نہیں کر پائی اور نچلے حصے میں ہی اپنے بھائی کی لیٹرین میں چلی گئی۔ اس کی کراہیں باہر بھی سنی جا رہی تھیں۔ سرحد ر اور اس کی بیوی منیشا باہر کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اور چتر لیکھا کے لیٹرین سے باہر نکلنے کے منتظر تھے۔

18 جولائی 90ء کو دوسرے ڈھائی بجے سریکا رشی کانت اوپیکر اپنے بھائی سرحد ر بیگے کے ساتھ نوپازہ پولیس اسٹیشن پہنچی اور اپنی جیس سالہ بہن چتر لیکھا کے لاپتہ ہونے کی اطلاع سینئر پولیس انسپکٹر اشوک پندھارے کو دی۔ مسٹر پندھارے نے فی الفور تشدد کی کے اس سلسلے میں کارروائی شروع کر دی۔

انہوں نے سب انسپکٹر تک پوار اسٹنٹ سب انسپکٹر ٹھومرے اور بیڈ کانٹیل ایم آر سادانت کو جیس کے مختلف حصوں میں بھیج دیا۔ سریکا نے اپنی بہن کے حالات زندگی کے بارے میں پوری تفصیل سے پولیس کو بتایا۔ سرحد ر بہن کی تشدد کی سے بے

سے کچھ پوچھ بھی نہ سکا۔ اس واقعہ کی اطلاع بھی انسپکٹر پندھارے کو دی گئی۔ وہ سوچ میں پڑ گئے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ چتر لیکھا بننا میں ہے۔ اس پر سر ہندو نے کہا۔

جی ہاں سر ڈاکٹر سسی کر کی ڈپنٹری بھی بننا میں ہے۔

اس انکشاف پر انسپکٹر پندھارے نے ایک طویل سانس لی۔

ٹھیک ہے تم جاؤ۔

انہوں نے سر ہندو سے کہا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے خاص ہدایات کے ساتھ ہیڈ کانسٹیبل ساونٹ کو جتا روانہ کیا۔ ساونٹ کو ڈاکٹر سسی کر کی سرگرمیوں اور حرکات و سکنات پر نظر رکھنے کی ہدایت بھی دی گئی تھی۔

بیس دن بعد ساونٹ نے انسپکٹر پندھارے کو جو رپورٹ بھیجی اس سے ڈاکٹر سسی کر پر ہونے والے شک و شبہ کو کوئی تقویت نہیں ملی۔ ڈاکٹر سسی کر بیٹھ کی طرح اپنی پریکٹس میں مصروف تھے اور ان کا تانا بانا کہیں بھی نہیں تھا۔ تاہم ڈاکٹر سسی کر کی نگرانی جاری رہی۔

اچانک انسپکٹر پندھارے کے ذہن میں ایک خیال گوندا کہ جب ڈاکٹر سسی کر کھلے عام چتر لیکھا کے ساتھ رہ رہے تھے تو انہیں چوری چھپے شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی کہیں ایسا تو نہیں کہ چتر لیکھا کسی اور کو چاہتی ہو اور معاملہ رقابت کا بننا چلا گیا ہو۔

اس دوران انکسور اسپتال سے ڈاکٹر کلپنا پھارے کا روز ہی فون آتا رہا۔ پولیس چتر لیکھا کی تلاش میں مصروف تھی مگر اتنے عرصے میں بھی اسے کوئی کامیابی نہیں ملی تھی۔

پچیس جولائی کو صبح اچھی خاصی بارش ہوئی تھی۔ صبح چھ بجے بھی پھواریں پڑ رہی تھیں اور آسمان کالی گھاؤں سے پنا ہوا تھا۔ جب ضلع تھانہ کے تحت پولیس اسٹیشن رہالے کے سینئر پولیس انسپکٹر میش ابھیکیا کی بیپ کچھڑ سے ہوتی ہوئی پوری رفتار سے شہر ناگاؤں کی طرف جاری تھی۔

اس وقت انسپکٹر ابھیکیا اپنے تحت آنے والے پولیس حلقوں کا مشت کر کے جیسے ہی اپنے کہن میں بیٹھے کہ شہر ناگاؤں کے پولیس منجر سکھارام پائل نے آکر اطلاع دی کہ گاؤں کے پاس بننے والے ٹالے میں ایک میلا کی تنگی لاش پڑی ہے۔

یہ سن کر انسپکٹر ابھیکیا چونک پڑے۔ کیونکہ وہ تو ان علاقوں کا دورہ کر کے آئے تھے۔

لاش کی شناخت ہوئی ہے یا نہیں؟

انہوں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے پائل سے پوچھا۔

جناب کیا صرف دھڑ سے شناخت ہو سکتی ہے؟

پائل کے اس جواب پر انسپکٹر ابھیکیا سنجیدہ ہو گئے۔

کیا مطلب۔۔۔؟

اس لاش کا نہ سر ہے نہ ہاتھ نہ پیر۔

پائل نے بتایا اور انسپکٹر ابھیکیا کے ماتھے پر سلونٹیں اچھر آئیں۔ انہوں نے آٹا "ٹانا" میں اپنے ساتھ پولیس کا عملہ لیا اور موقعہ واردات کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب پولیس وہاں پہنچی تو اس وقت تک علاقے

میں لاش کی خبر سے سنسنی پھیل چکی تھی۔ لوگ وہاں

جمع تھے لیکن پولیس کی بیپ دیکھتے ہی بھیڑ پیٹنے لگی۔

انسپکٹر ابھیکیا نے لاش کو دیکھا اور پھر جائے واردات کا

معائنہ کیا اور اس کی اطلاع دائر پولیس کے ذریعہ پولیس

ہیڈ کو ارنر کو دے دی۔

ابھی وہ لوگوں سے پوچھنا چھوڑ کر ہی رہے تھے کہ پولیس ڈپٹی کمشنر الحاس جوشی اور اسسٹنٹ پولیس کمشنر سریش امیرے لیڈی پولیس انسپکٹر پانچک کراڑے وغیرہ بھی آ رہے تھے۔

لوگوں نے پولیس افسران کو بتایا کہ یہ لاش ٹالے میں بھر کر آئی ہے۔ اس پر پولیس افسران نے آپس میں تبادلہ خیال کیا کہ اگر ایسا ہے تو اس لاش کا تعلق ترے تھانے سے ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ عورت بھی بمبئی کی ہے لیکن پولیس کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ سکی۔

اسی دوران ترے پولیس اسٹیشن کے سینئر انسپکٹر بھی اطلاع ملنے ہی موقع پر پہنچ گئے۔

صبح کے تقریباً دس بج چکے تھے۔ سبھی پولیس اسٹیشنوں کو وائزلیس کے ذریعہ اس پر اصرار لاش کی اطلاع بھیج دی گئی تھی۔

ادھر ڈاکٹر سسی کر پر نظر رکھنے والے نوپاڑہ تھانے کے ہیڈ کانسیبل سلوانٹ وائزلیس سیٹ پر ہی تھے اور اس وقت بارش بھی ہلکی ہلکی ہو رہی تھی کہ وائزلیس سیٹ نے ربالے پولیس اسٹیشن کو مانگنا شروع کر دیا۔ سلوانٹ نے اپنی توجہ وائزلیس پیغام کی طرف مبذول کر دی۔ اس پیغام کے مطابق ربالے پولیس اسٹیشن کے تحت جنا کے حلقے میں ایک 32 اور 35 سال کی عورت کی لاش ملی ہے صرف اعز ہے۔ باقی اعضا غائب ہیں۔ لاش ترے تھانے کے حلقہ میں برآمد ہوئی ہے۔ پیغام میں کہا گیا کہ اپنے علاقے کے کشدہ لوگوں کے خاندان والوں سے رابطہ قائم کیا جائے۔

یہ پیغام سن کر سلوانٹ نے انسپکٹر یوہن جادے کو پوری بات بتائی۔ اسی وقت چتر لیکھا کے بھائی سرندر سنگھ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ اس کے بعد چتر لیکھا

کے سبھی ملنے جلنے والوں کو تھانے بلا لیا گیا۔

لاش کی شناخت کرنے کے لئے چتر لیکھا کے بھائی سرندر سنگھ اور خاندان کے دوسرے لوگوں کو ربالے پولیس اسٹیشن لایا گیا۔

پولیس نے لاش کو دکھایا۔ لیکن لاش کی پہچان نہیں ہوئی کیونکہ ایک تو لاش پانی میں رہنے کی وجہ سے کافی پھول چکی تھی دوسرے لاش کم از کم ایک ہفتہ پہلے کی تھی۔ جس سے وہ کافی خست ہو چکی تھی۔ عورتوں کو لاش کے پاس نہیں جانے دیا گیا۔

پھر متوفیہ کی ساڑھی بلاؤڑ وغیرہ بھی سرندر اور ڈاکٹر سسی کر کو دکھایا گیا لیکن دونوں نے پہچاننے سے انکار کر دیا کیونکہ کپڑوں میں اتنا زیادہ خون لگا تھا کہ پہچانا مشکل تھا۔

پولیس نے اس معاملے میں عورتوں کی مدد لینا مناسب سمجھا کیونکہ عورتیں کپڑے وغیرہ پر زیادہ دھیان رکھتی ہیں۔ اس طرح پولیس نے چتر لیکھا کی چھوٹی بہن دیا اور پدما کو ساڑھی دکھائی تو دونوں ہاتھیں مار کر ہا پڑیں۔

یہی ہیں میری بہن کے کپڑے۔ پھر بیچ و پکار مچتی شروع ہو گئی۔ تھانے میں ایک کھرام بچا کیا۔ سرندر سنگھ تو بھانڈیں کھا رہا تھا۔ ڈاکٹر سسی کر بھی ایک کونے میں غمزے پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ اس وقت وہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ موجود تھے۔

ربالے تھانہ اور نوپاڑہ تھانے کے ساتھ ساتھ ضلع تھانہ پولیس ہیڈ کو ارنر کے کئی اعلیٰ افسران موجود تھے۔ لاش کا تعلق تین پولیس اسٹیشنوں سے تھا مگر چونکہ متوفیہ کا تعلق نوپاڑہ سے تھا اور لاش ربالے پولیس اسٹیشن سے ملی تھی۔ اس کی وجہ سے اس کی تحقیقات دونوں پولیس اسٹیشنوں کو سونپی گئی۔

پولیس کے سامنے کئی باتیں واضح ہو چکی تھیں۔ اور لاش کی شناخت ہو جانے کے بعد تو پولیس نے راحت کی سانس لی تھی۔

اب مرحلہ قحطیوں تک پہنچنے کا۔ پولیس کی نظر میں ڈاکٹر سسی کر اس پوری کہانی کا مرکزی کردار تھے۔ کیونکہ چتر لیکھا سے ان کے نامیائز تعلقات تھے دونوں ساتھ رہتے تھے۔ پھر چتر لیکھا کا کسی اور سے شادی کر لینا جیسا کہ فون پر اطلاع ملی تھی کافی اہمیت رکھتا تھا۔ پولیس نے سوچا کہ ممکن ہے ڈاکٹر سسی کر اپنی محبوبہ کی اس بے وفائی کو برداشت نہ کر سکے ہوں اور چتر لیکھا کا صفایا کر دیا۔ چتر اچودہ بولائی کو لاپتہ ہوئی تھی اور آخری بار ڈاکٹر سسی کر کے ساتھ دیکھی گئی تھی۔

پولیس نے معاملے کے دیگر پہلوؤں پر بھی غور کیا۔ ڈاکٹر سسی کر اور چتر لیکھا دونوں ہی طلاق شدہ تھے تو کہیں اس قتل میں چتر لیکھا کے سابق سسرال والوں کا تو ہاتھ نہیں ہو سکتا ہے۔ کہ چتر لیکھا کا سابق شوہر کوہلی ناتھ دائل نے اسے ٹھکانے لگا دیا ہو۔

دوسری طرف اعلیٰ پولیس افسران نے یہ بھی سوچا کہ کہیں ڈاکٹر سسی کر کے سسرال والوں نے یہ ارتکاب جرم کیا ہو کیونکہ ڈاکٹر سسی کر نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی ممکن ہے چتر لیکھا کی وجہ سے ہی اسے طلاق دی گئی ہو جس کا انتقام ان لوگوں نے چتر لیکھا سے لیا۔

اس طرح پولیس کی دو ٹیمیں بنائی گئیں ایک کو ڈاکٹر سسی کر کی سسرال کی طرف روانہ کیا گیا اور دوسری ٹیم کو چتر لیکھا کی سسرال بھیجا گیا۔

انسپکٹر اینگیا ڈاکٹر سسی کر اور سرندر سنگھ سے پوچھنا شروع کر رہے تھے تو دوسری طرف نوپاڑہ کے سینئر

انسپکٹر بندھارے نے چتر لیکھا کے پڑوسیوں سے پوچھنا شروع کر دی اس طرح دونوں ٹیمیں پولیس افسروں کی کوششوں کا نتیجہ سامنے آ گیا وہ جب قاتل کی تلاش میں تھے تب بھولی بھالی صورت والا وہ شخص شروع دن سے ہی ان لوگوں کے ہی ساتھ ساتھ تھا لیکن وہ کتنا چالاک اور کتنا بڑا اداکار تھا کہ پولیس کو اتنے دن میں اس پر ذرا بھی شک نہیں ہوا لیکن اس تک پہنچنے کے لئے پولیس کو بڑی محنت کرنی پڑی اور ذرا سے رچانے پڑے۔

اس نے جرم کا ارتکاب اس خوبصورتی سے کیا تھا کہ کوئی بے قصور پھانسی لے سکتا تھا۔ لیکن پولیس نے اصلی طرم کو جاننے کے لیے لے کر عدالت کے دروازے تک لے جایا۔

پوچھنا شروع کے دوران انسپکٹر اینگیا کے دماغ میں ایک بجلی سی گئی تھی۔ سوچا۔ ہر لیکھا کے بھائی سرندر سنگھ کو غور سے دیکھا اور معنی خیز انداز میں پوچھا۔

اشوک پوار تو تمہارا گرام دوست ہے وہ اب تک کیوں نہیں آیا جب کہ سارے لوگ آئے۔ تمہاری بہن کی لاش ملنے پر بھی وہ نہیں آیا۔

اس سوال پر سرندر چوٹا پر سنجل کر جواب دیتے ہوئے اشوک پوار کا پتہ بتا دیا۔

تھوڑی دیر میں پولیس والے اشوک پوار کو تھانے لے آئے۔ انسپکٹر اینگیا نے اس کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

تم نے چتر لیکھا کا قتل کیوں کیا تھا؟ اس اچانک سوال پر اشوک گھبرا گیا اسے علم بھی نہیں تھا کہ ایسے خطرناک سوال کئے جائیں گے۔ اس نے اپنے منہ اس پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ میں کیوں کرنے لگا کسی کا قتل صاحب۔

تو کیا یہ قتل سریندر سنگھ نے کیا ہے؟

انسپکٹر نے سمجھتے ہوئے لمبے لمبے میں پوچھا۔ اس طرح کئی سوال کئے گئے لیکن پولیس کو تسلی بخش جواب نہیں ملا۔

پھر انسپکٹر اینگیا نے ایک اسکیم تیار کی۔ انہوں نے سریندر کو الگ کمرے میں رکھا اور اشوک کو الگ کمرے میں۔ اب تک پولیس نے کسی کے ساتھ ذرا بھی سختی نہیں کی تھی۔ اور انسپکٹر اینگیا نے تہہ کر رکھا تھا کہ وہ اذیت دینے بغیر ہی جرم قبول کرائیں گے۔

انہوں نے ایک پولیس افسر کو سمجھایا کہ وہ دس پندرہ منٹ کے بعد آکر کے کہ اشوک ٹوٹ گیا اور اس نے گناہ قبول کر لیا ہے۔ یہ بات سریندر سنگھ کے سامنے کہی جائے چنانچہ پولیس افسر نے دسیا ہی کہا۔ انسپکٹر اینگیا سریندر کے پاس تھے۔ وہ غری سے باتیں کر رہے تھے اور سمجھا رہے تھے کہ کمرے میں ایک پولیس افسر نے آکر تجربہ اہٹ کے ساتھ کہا۔ سر اشوک نے سب کچھ بتا دیا اور اس نے اقبال جرم کر لیا ہے۔

یہ بمل سریندر کے لئے، حما کہ ثابت ہو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور وہ کانپنے لگا۔ اس کا پورا وجود لرز رہا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بڑی کوشش کی لیکن پولیس اپنی چال میں کامیاب ہو چکی تھی۔ اسی طرح اشوک پوار کے کمرے میں کہا گیا جہاں ایک پولیس افسر نے یہ کہا کہ سریندر ٹوٹ گیا اور اس نے اقبال جرم کر لیا اس فقرے نے بھی ایک دھماکے کا کام کیا۔ اس طرح اشوک اور سریندر نے واقعی اقبال جرم کر لیا اور پوری رودار پولیس کے سامنے بیان کر دی۔

چتر لیکھا چھ ہمیں تھیں اور ایک بھائی سریندر

سنگھ۔ اکلوتا بیٹا ہونے کی وجہ سے وہ ماں باپ کی آنکھ کا تارہ تھا۔ وہ بچپن سے ہی ضدی اور اوباش قسم کا تھا۔ اس کا باپ شورام سنگھ فون سے سبکدوش ہونے کے بعد حیدر آباد میں ریلوے ڈرائیور کے عہدے پر تھا۔

اس ملازمت کے دوران ہی شورام نے ضلع تھان کے پانچ پانچڑائی محلے میں دیواشی سوسائٹی میں اپنے خاندان کے لئے ایک مکان خرید لیا تھا۔ ماں باپ کے زیادہ لاڈ و پیار کی وجہ سے سریندر غلط سوسائٹی میں پڑ گیا۔ اس کے بگڑنے کا صدمہ ہی شورام کی موت کا سبب تھا۔

پھر چتر لیکھا کی طلاق نے بھی شورام کو بالکل توڑ دیا لیکن چتر لیکھا نے جس ثابت قدمی کا ثبوت دیا اس سے بوڑھے ماں باپ کو کافی سہارا ملا۔ اس نے نرس کی نوکری کر کے پورے گھر کو سنبھال لیا۔ یہی وجہ تھی کہ مالانے مرتے وقت دیواشی سوسائٹی والا مکان چتر لیکھا کے نام کر لیا تھا۔

اشوک پوار سریندر کا گہرا دوست تھا اور جرائم پیشہ ذہنیت کا تھا۔ وہ اکثر سریندر کے ساتھ ہی رہتا تھا اور اشوک کے کردار کی وجہ سے ہی پولیس کو سریندر پر شک ہوا جو بعد میں تحقیق میں بدل گیا۔

چودہ جولائی کی صبح چتر لیکھا ڈائمن مسی کر کے ساتھ حسب معمول تیار ہو کر ڈائمن مسی کے لئے نکلی لیکن ساڑھے آٹھ بجے گھر واپس آئی کیونکہ اس کے بیٹے میں شدید درد تھا۔

وہ بالائی منزل پر جا کر سریندر کے ہاتھ روم میں پٹی لٹی اور سریندر اسے ختم کرنے کی پابجک بہت پہلے سے کئے ہوئے تھا لیکن ڈائمن مسی کر کی وجہ سے اسے موقع نہیں ملا تھا لیکن چودہ جولائی کی صبح اسے وہ موقع مل گیا۔

قاتل

کون سے قتل کرنے میں ملوث آتا تھا، سترائے موت کا
حکم سنایا گیا، سترائے موت ٹیبلٹ سے پہلے اس سے
پر چھائی تھی، بی بی آفری خواہش ہے۔

تو اس نے فحش بکا خطا کیا، بولا: ایک آخری خواہش میں رکھنا، مدد
ہوں نیکیوں میں جاتا ہوں کہ آپ میں سے کوئی بھی مجھے پورا نہیں کر سکتا۔
اس سے اصرار کے ساتھ پوچھا گیا: تم اپنی آخری خواہش بیان نہ کرو۔
میں نے پوری کر دی ہے۔

تو اس نے جواب دیا: میں چند انوں کے لیے حکومت کو پہچانتا ہوں،
جس نے جس کو کہہ: قہاری، آہستہ کی خواہش خلافت تو قہ نہیں
ہے کیونکہ تمام چیزیں ہیں کہ یہی خواہش ہوتی ہے کہ کاشش وہ چاہے
ہستہ دے جاتے۔

ہاں کی موت کے بعد ڈاکٹر سسی کر میرے ہی گھر میں آ
کر رہنے لگے تو مجھے غصہ آیا۔ میری دو جوان کنواری
بہنیں ہیں۔ ان پر کیا اثر پڑتا اور ایسے گھر کی لڑکی سے
شادی کون کرے۔

ڈاکٹر سسی کر اور چتر لیکھا کھلے عام بغیر شادی بیاہ
کے میاں بیوی کی سی زندگی گزار رہے تھے۔ وہ بھی
میرے سر پر۔ میں نے سوچا اس میں ڈاکٹر کا کیا قصور
ہے اگر اپنا ہی سکہ کھوتا ہے تو دوسرے کو کیوں
تصور دار فہم لایا جائے۔

مگر پولیس کا کہنا ہے کہ یہ سب محض باتیں ہیں۔
سریندر نے چتر لیکھا کا قتل اس حسد سے کیا کہ چتر لیکھا
اس جائیداد کی مالک بن گئی تھی جس کا اصلی حقدار
سریندر تھا۔

چتر لیکھا کی موجودگی میں سریندر کو اپنا مستقبل
خطرے میں لگا اور انجام کار اس نے بہن کو راستے
سے ہٹانے کی پلاننگ کی۔ اگر ڈاکٹر سسی کر کی وجہ
سے اس نے قتل کیا تو اس چتر لیکھا سے ڈاکٹر کے
تعلقات دس سال پرانے تھے اس عرصہ میں سریندر
نے بھی ڈاکٹر سسی کر یا چتر لیکھا سے اس بارے میں
کچھ پوچھا تک نہیں۔

جب چتر لیکھا ہاتھ روم سے باہر نکلی تو سریندر نے
ایک تیز دھار ہتھیار سے اس کے سر پر زوردار وار
کیا۔ چتر لیکھا ایک زوردار چیخ کے ساتھ میٹھ کے لئے
خاموش ہو گئی۔ چتر لیکھا کی چیخ پڑوسن نے سن لی تھی
وہ دوڑی ہوئی آئی مگر سریندر کی بیوی منیشا نے اسے
برآمدے میں روک لیا اور ہمانہ بنا کر واپس کر دیا۔

اب میرے سامنے سب سے بڑا مسئلہ تھا لاش کا۔
سریندر نے اپنی سگی بہن چتر لیکھا کو قتل کرنے کی
روداد سناتے ہوئے پولیس سے کہا۔

میں نے اپنے ایک واقف کار سے دوسرے دن
صبح کار مانگنے کا پان کیا۔ پوری لاش نکالی نہیں جاسکتی
تھی اس لئے میرے دوست اشوک نے اس کا سر ہاتھ
پیر کاٹ کر الگ کر دیئے۔ میرے ہاتھ روم کا پائپ ٹونا
ہوا ہے۔ اس لئے ہم نے لیٹرین میں لاش کے ٹکڑے
کئے کیونکہ ہاتھ روم سے خون باہر چلا جاتا۔

ہم نے لاش کے ٹکڑوں کو قتل کے نیچے رکھ دیا تا
کہ خون پانی میں بہ کر چلا جائے۔ تقریباً چار گھنٹے
میں ہم نے پورا انتظام کر لیا۔ اس کے بعد پورے گھر
کو دھویا تاکہ کہیں خون کا جذبہ نہ رہ جائے۔

لاش کو دو بورچوں میں بھر کر کار کے ذریعہ میں
اشوک کے ساتھ سورج نکلنے سے پہلے ہی نکل پڑا اور
شعبانہ گاؤں کی پہاڑی کے پیچھے لاش کو پھینک دیا۔
میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ لاش نو دن بعد یہاں
آکر ملے گی۔

آخر تم نے اپنی بہن کو اس بے دردی سے کیوں
مار ڈالا؟

پولیس افسر کے اس سوال پر سریندر نے کچھ
سوچتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر سسی کر کے ساتھ اس کے تعلقات گھر سے
باہر تھے اس وقت تک ہم نے کچھ نہیں کہا مگر جب

لالچی سر کے ہاتھوں قتل ہونے والے
ایک شخص کی کہانی جو بے موت مارا گیا

تارک خورشیاں

بچہ امیر خاں

شمانہ نے جیسے ہی جوانی کے آئینوں میں قدم رکھا تو اس کی شادی ضلع غازی آباد کی تحصیل باپوڑ کے محلہ پتھر والا کنواں کے رہنے والے اسماعیل خاں کے صاحب زادے جاوید خاں سے کر دی گئی۔

22 سالہ جاوید خاں ایک خوبصورت جوان تھا لیکن باپ کی رحلت کے بعد وہ معاشی بحران کا شکار ہو گیا تھا۔ لکھ کا سارا بوجھ اس کے اوش ناتواں پر ہی آپڑا تھا۔ چھ بہنوں اور دو بھائیوں کے علاوہ ایک بیوہ ماں پر مشتمل اپنی خانہ کے نان و نفقہ کا انتظام وہ محض ایک برتن پالش کے کارخانے سے کسی طرح کر رہا تھا۔ تین بہنوں کی شادی تو اسماعیل خاں اپنی زندگی میں ہی کر گئے تھے۔

10 جون کو جب شمانہ سرخ بوڑے میں بیوس جاوید خاں کے خیمہ عروسی میں چٹکی تو جاوید خاں کو ایسا لگا جیسے اس کے خوابوں کی تعبیر اسے مل گئی ہو۔ شمانہ حسین ہونے کے ساتھ ایک سلیقہ مند اور سکون لڑکی تھی۔ اور پھر جلد ہی شمانہ کی گود بھی بھر گئی۔ پٹی گود لکھ لڑکھی کے چہروں پر مسرت تھی۔ بابہ بوش سے حقیقت کی تقریب منائی گئی اس کے بعد جاوید خاں شمانہ کو لے کر اس کے مانیکہ پانچا تاکہ وہ پنکھ دن وہاں بھی رہ سکے۔

شام کے وقت محفل نہی تھی۔ سسرال والے

شمانہ کی پرورش اس کی مائی نے کی وہ دس سال کی تھی کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ جوں سال ماں نے بیوی کی زندگی گزارنے کی بجائے محمد حسین سے نکاح کر لیا۔ محمد حسین قریبی گاؤں گروہ میں رہتا تھا۔ کفیل کے انتقال کے بعد مائی بوانے یہ سوچ کر شمانہ کو اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا کہ ہمیں اپنا کی کس نواہی سوتیلے باپ کی اپوائی کی جھنٹ نہ چڑھ جائے۔ ویسے بھی حسینی بیگم کو ہائیں باتھ سے محروم ہونے کی وجہ سے ایک سارے کی ضرورت تھی۔

شمانہ کے ماما ناظم اور اس کے دادا کفیل امیر خاں دونوں ہی ضلع باند شہر کے قصبہ سیانہ کے محلہ قوضی فیل میں رہتے بنانے کی بیکری چلاتے تھے۔ آمدنی معقول تھی۔ دونوں کھان کا خرچ باآسانی چل جاتا تھا۔ ناظم خاں نے اپنی بیٹی کا نکاح کفیل احمد سے کر کے انہیں اپنے ہی قریب میں ایک مکان بنا کر رہے دیا تھا۔ کفیل کے انتقال کے بعد اکیلے ناظم خاں سے بیکری کا کام نہیں سنبھل رہا تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنے بیٹے رمضان کو بھی اپنے ساتھ بیکری میں چار رکھ لیا اور اپنے لئے دادا محمد حسین کو بھی ساتھ کر لیا۔ لیکن ناظم خاں نے نصیب میں تارکلیاں مقدر رہ چکی تھیں۔ اچانک ان کی آنکھیں بے نور ہو گئیں اور کافی عرصے کے بعد بھی کوئی خاطر خواہ نوفاقد نہ ہوا۔



وہ پیشانی پر ہل ڈالتے ہوئے ہوا۔
 ”آپ لوگ کتنا لیا چاہتے ہیں؟“ سر سے کہا۔
 ”جاوید تم اپنے کچھ والوں سے الگ ہو جاؤ ہم
 تمہیں اپنی اپنی گزرتی زندگی گزاریں گے، لیکن اس کے لئے
 اپنی پسند سے ناروایاں گزاریں گے، لیکن اس کے لئے
 ہماری ایک شرط ہے کہ تم اپنے کچھ والوں سے کوئی
 رابطہ مضبوط نہیں رکھو گے۔“

بڑے شیریں لہجہ میں جاوید کو کچھ والہ بننے کی دعوت
 دے رہے تھے بیٹا اب تک تم دو تھے تو ہم خاموش
 تھے، لیکن اب ہاشم، احمد ایک بچی کے باپ بن گئے ہو،
 تمہیں اس کے مستقبل کے بارے میں ابھی سے
 سوچنا چاہئے۔ اب بھی اگر بھائی بہنوں کے کنبہ کے
 ساتھ رہو گے تو کماتے کماتے مریدانہ کے اور اولاد کے
 لئے چوٹی کوڑی بھی نہ بچا سکو گے۔

یہ سن کر جاوید خاں کے خون کی گردش تیز ہو گئی۔

جاوید کا ضمیر چیخ اٹھا تو کیا باپ کے انتقال کے بعد میں اپنی اس ماں کو تنہا چھوڑ دوں جس نے اپنا خون جگر پلا کر مجھے جو ان 'یا' ان بہنوں کے حقوق سے دستبردار ہو جاؤں جن۔۔۔ میرا خون کا رشتہ ہے 'میں اتنا بے غیرت بن جاؤں کہ اپنے عزیز اذ جاں بھائیوں کو سردار کا سرگدائی لئے بھٹاتا بھوڑ دوں۔

شمانہ جس کے یوں پر اب تک مر سکوت گلی تھی 'اچانک ہون اٹھی۔

میں اپنی صربان ماں اور بہنوں سے بڑھ کر قربان جانے والی تندوں سے الگ ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتی 'ان کے ساتھ رہ کر مجھے ساری تکلیفیں منظور ہیں۔ بہترین ہے کوئی بھی ہمارے خاندانی مسائل میں دخل اندازی نہ کرے 'اللہ کا شکر ہے ہم اپنے گھر میں بہت خوش ہیں۔"

"خاموش! باپ کے سامنے زبان درازی کرتے تھے شرم نہیں آتی 'کیا تیری آنکھوں کا بھی پانی مر گیا۔ اور آج جاوید میاں نے بھی منہ زوری کر کے اور ہمارے فیصلہ کو رد کر کے اپنے حق میں اچھا نہیں کیا۔ اسے بد تمیزی کا ثیازہ بھگتنا پڑے گا' اور ایک بات کان کھول کر سن لو شمانہ 'اب تم اس وقت تک جاوید کے ساتھ نہیں ہوؤ گی جب تک وہ ہمارے حکم کے آگے گھٹنے نہ ٹیک دے 'اور جہاں اب اپنی مانی کے گھر جا کر سو جاؤ لیکن جاوید کو اپنے گھر۔۔۔ کی بجائے آئین میں پڑے چھپر کے نیچے سلانا محمد حسین نے اپنی پات وار آواز سے شمانہ کو مرموب کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ جاوید نے محمد حسین کے آخری جملے سن لئے تھے 'اس نے غصہ سے بے قیاد ہوتے ہوئے سسر سے کہا۔ "رات تو فٹ پاتھ پر بھی بسر ہو جاتی ہے آپ چھپر کی بھی زحمت نہ فرمائیں۔"

شمانہ بڑی مشکل سے منہ کر جاوید کو مانی بوا کے گھر

لے گئی 'اس نے جاوید سے اپنے ہی ساتھ کمرے میں سونے کی التجا کی لیکن وہ راضی نہ ہوا۔ وہ چھپر کے نیچے ہی سونے پر ہنر تھا 'وفادار بیوی کو یہ کب گوارا تھا کہ شوہر سردی کے موسم میں خستہ چھپر کے نیچے تھا سونے۔ اس نے بھی اپنا بستر وہیں لگایا 'رات گئے تک دونوں باتیں کرتے کرتے سو گئے 'صبح کو جاوید نے شمانہ سے کہا کہ تمہارے والد بھگت۔۔۔ پر آمادہ ہیں اس لئے میں تمہیں پندرہ دن بعد آکر لے جاؤں گا یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

شمانہ اپنے والدین سے سخت ملاں تھی 'اس نے اپنے اس سوتیلے باپ سے کوئی واسطہ نہ رکھا جو اس کے گھر میں بے غیرتی کی دیوار اٹھاتا چاہتا تھا '15 دن گزر گئے لیکن جاوید خاں نہیں آیا 'شمانہ بے چین تھی 'لیکن وہ آتا بھی کیسے شمانہ کے باپ نے جاوید خاں کو اپنی بیکری کے کارمیکروں سے خوب پٹوایا تھا 'اس کے سینے پر اینٹ سے ضربیں لگائی تھیں جب جاوید بے دم ہو گیا تو اسے سڑک پر ڈالوا دیا۔

بڑی مشکل سے بے چارہ کسی طرح باپوڑ جا پہنچا۔ پوشیدہ زخم اٹھنے جانے لیا تھے کہ جاوید کا دماغی توازن برقرار نہ رہ سکا 'گھر والوں نے اس سے واقعہ کی تفصیل معلوم کرنا چاہی لیکن وہ عتاب سے اس قدر بے دم تھا کہ کچھ نہ بتا سکا 'اس کے چھوپا نیاز احمد 'بنوکی محمود اور سحر خاں اسے باپوڑ کے ہسپتال لے گئے۔

ڈاکٹر نے بتایا کہ سر اور سینہ پر شدید ضربیں لگائی گئی ہیں۔ جلد جلد اندر ہی اندر خون ہم کیا ہے جس کی وجہ سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہو گئی ہے 'اچھا بوا کہ ہر وقت انہیں طبی امداد مل گئی ورنہ کیس قابو سے باہر ہو جاتا۔

ماں نے جاوید کو سمجھایا 'بیٹا کسی کے چہرے پر تو کچھ

الگ ہو جاؤ۔ تم خوشی سے شانہ کو ساتھ لے جاؤ۔ وہ کب سے تمہارے لئے چشم براہ ہے۔ اسے کیا معاملہ کہ اس کے سر تاج پر کیا کیا مظالم ڈھائے گئے۔ شانہ اپنی مائی بوا کے یہاں ہے تم وہیں چلے جاؤ۔" جیسے ہی شانہ کو خبر ملی کہ جاوید آیا ہے تو وہ دوڑتی ہوئی آئی اور آکر اپنے جاوید سے پٹ گئی، جیسے کئی صدیوں بعد وہ اپنے ساجن سے ملی ہو۔

جاوید کی آمد سے شانہ کے بدن میں بجلیاں سی بھر گئی تھیں۔ وہ کھ بھر میں بھاگی بھاگی پھر رہی تھی۔ اسے یوں مست و سرشار تیاری میں مصروف دیکھ کر اس کی مائی بوا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے بیٹی! ایسی بھی کیا جلدی ہے کہ آج ہی جاؤ گی، پھوٹی پیٹی ساتھ ہے، موسم سرد ہے کل چلی جانا بیٹی۔" پھر وہ جاوید کو سمجھانے لگیں۔

"بیٹا تم محمد حسین سے خفا ہو میں جانتی ہوں، اس نے تم سے انتہائی غلط قسم کا مطالبہ کیا، مجھے تم پر اور تمہاری عہدہ قدی پر غرے، لیکن بیٹے شانہ مجھے اپنی بیٹی کی طرح عزیز ہے، میں نے اسے بچپن سے پالا ہے میرا بھی کچھ حق ہے، میری تو یہی رائے ہے کہ تم لوگ کل چلے جانا۔"

جاوید کو مائی کے ظلم کے سامنے سرخم کرنا پڑا، لیکن اس نے محمد حسین کے ظلم کے بارے میں مائی مائی کو بتایا اور نہ شانہ ہی کو، رات کو وہ دونوں پتھر کے ہی نیچے بستر لگا کر سو گئے، رات کافی گزر چکی تھی، ایک چارپائی پر شانہ اپنی بیٹی کے ساتھ لٹاف ڈھانپے محو خواب تھی اور ایک چارپائی پر جاوید سویا ہوا تھا کہ اچانک کسی نے جھٹکے سے اس کا لٹاف کھینچا، اس سے پہلے کہ جاوید کچھ سمجھ پاتا، ایک چاقو اندھیرے میں چکا اور اس کے پیٹ میں اترتا چلا گیا، وار نہایت نپاٹا تھا۔

لکھا ہوتا نہیں، میں نے تو شانہ کو یتیم سمجھا تھا اور اس کی عادت و اطوار مجھے پسند تھے، لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ دن بھی دیکھنا پڑے گا، کوئی وحشی اس کا باپ بن کر میرے جگر پارے کو ظلم کا نشانہ بنائے گا۔ بیٹا تم سر کی بات مان لو، میں خوشی سے تمہیں الگ ہونے کی اجازت دے رہی ہوں۔ مجھے تو بس تمہاری جان عزیز ہے، میں نہیں چاہتی کہ تم کسی سازش کا شکار ہو کر اپنی جان گنوا بیٹھو، تم ہی سوچو تمہاری ننھی بچی کا کیا ہو گا۔

جاوید کی حالت جیسے ہی کچھ اور بہتر ہوئی وہ باپوڑ کے لئے روانہ ہو گیا، تین فروری کی شام چھ بجے وہ اپنی سسرال پہنچا تو سب سے پہلے اس کی ملاقات اپنی ساس سے ہوئی۔ وہ کچھ مزاحیہ مزاج کی تھیں۔ جاوید نے جاتے ہی سواں کیا، "شانہ کہاں ہے میں اسے لے جانے آیا ہوں۔"

جاوید نے ساس کے چہرے کا جائزہ لیا، لیکن اس کے چہرے پر تصنع کا شائبہ تک نہ تھا، تو اس نے کہا مجھ پر کیا کیا مظالم ڈھائے گئے، کیا یہ بھی نہیں معلوم، یہ سن کر ساس متحکک ہو گئی، کیا ہوا مجھے تو ذرا بھی خبر نہیں۔

جاوید نے محمد حسین کے اشارے پر بیکری والوں کے مظالم کی داستان سنائی تو اس کی ساس زار و قطار رونے لگی۔ آخر وہ اس کی بیٹی کا شوہر تھا، دل کا غبار جب کچھ حد تک آنکھوں کے راستہ بہ کر کم ہو گیا تو اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"بیٹا میں تو تمہارا برا کبھی نہ چاہوں گی، جس دن شانہ کے ابا نے تمہیں طعنے کی پر مجبور کرنا چاہا تھا، میں اس دن ان کے ساتھ شریک ضرور تھی، لیکن صرف ان کی دھمکیوں کے ذرے سے، ورنہ میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ تم اپنی ماں اور بہن کو بے سارا چھوڑ کر

جاوید کی چیخ نکل مٹی اس کا پیٹ کافی کٹ گیا تھا۔ آنتیں باہر کو آرہی تھیں۔ اس نے ہمت سے کام لے کر حملہ آور کو پہچاننا چاہا تو دو سراوار اس کی گردن پر ہوا وہ بری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ لیکن پھر بھی ہمت کر کے اس نے شانہ کے بستر کی طرف دیکھا تو وہ بھی بچی کے ساتھ لو میں ڈوبی پڑی تھی۔ ایک طرف گھر۔ دُشم دوسری طرف مٹی اور بیوی کی لاشیں۔ وہ کراہ کر بے ہوش ہو گیا۔ حملہ آور فرار ہو گئے۔

مٹی بوا اور ماما الگ کمرے میں سوئے ہوئے تھے۔ انہیں اس خونریزی کی بھٹک بھی نہ تھی صبح کو چار بجے حسبِ عادت جب مٹی بوا کی آنکھ کھلی تو انہوں نے شانہ کو آوازیں لگانی شروع کیں۔ جواب نہ پا کر وہ سمجھیں کہ آج رات دیر سے سوئی ہوگی اس لئے بے خبر سو رہی ہے۔ انہوں نے خاموشی اختیار کر لی لیکن پھر جب کافی دیر تک وہ نہ اٹھی تو مٹی بوا شانہ کو اٹھانے کے لئے اس کے پاس آ رہیں۔ لیکن یہاں کام منظر دیکھ کر ان کی چیخ نکل مٹی۔

وہ فوراً "باہر بھاگیں تو شدتِ غم سے گر پڑیں۔ مٹی کی چیخ سن کر ڈبل روٹی کارخانے کے ملازمین اور شانہ کے ماموں رمضان خاں بھی دوڑتے ہوئے آئے تو دیکھا مٹی بوا زمین پر پڑی ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا ہو گیا تو مٹی نے چھپر کی طرف اشارہ کر دیا۔ رمضان خاں اور ملازمین جب چھپر کے نیچے پہنچے تو وہ حیران رہ گئے۔ پورے پلنگ پر خون پھیلا ہوا تھا۔ جاوید خاں زمین پر پڑا ہوا تھا۔ شانہ آدھی پلنگ اور آدھی زمین پر پڑی تھی۔ مٹی شانہ کے بازو پر مردہ پڑی تھی۔ رمضان خاں نے ہوش و حواس پر قابو پاتے ہوئے تینوں کی ہنسیں دیکھیں۔ جاوید کی نبض بڑی سست رفتاری سے چل رہی تھی۔ لیکن شانہ اور اس کی بچی اب اس دنیا میں نہیں رہی تھیں۔ اس نے جلدی

سے محمد حسین کو بلوایا وہ گھر پر ہی تھا۔ آکر اس نے دیکھا۔ لیکن اس کے چہرے پر سفاکی کے علاوہ کچھ نہ تھا اس نے کہا۔

"مر جانے دو حرام زادے کو" اسی نے سب کو مارا ہے۔ "رمضان خاں نے غصہ ناک ہو کر محمد حسین کو ڈانٹا۔ ایک شخص موت سے لڑ رہا ہے اور تم اس پر اترام لگا رہے ہو" اس نے کارٹیر کو بھیج کر ڈبل روٹی بھرنے والا کتہہ منگوایا اور اس میں جاوید کو اٹال کر سرکاری ہسپتال لے گیا۔ لیکن ڈاکٹر نے فرسٹ ایڈ دے کر کہا کہ یہ پولیس کیس ہے۔ آپ لوگ رپورٹ درج کرائیے میں اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرتا ہوں۔

رپورٹ لکھانے محمد حسین نے بڑی تیزی دیکھائی اور اپنی ساس حسین بیگم کو ساتھ لے جا کر اپنے منصوبہ کے مطابق رپورٹ درج کرا دی۔ حسین بیگم سیدھی سادی عمر دراز عورت تھی۔ محمد حسین نے اس کی طرف سے رپورٹ اس طرح لکھائی۔

میری نوای شانہ کی شادی جاوید خاں بن محمد اسماعیل صاحب محلہ پتھر والا کنواں قصبہ باپوڑ کے ساتھ ہوئی۔ دو قروری کو جاوید اپنی بیوی کو لینے میرے گھر آیا۔ کیونکہ شانہ میرے پاس ہی رہتی تھی۔ بیماری اور کچھ گھریلو کام کانی کی وجہ سے میں نے جاوید سے کہا کہ چند روز بعد لے جائے۔ اس پر وہ کالی کلوچ کر کے چلا گیا۔ پھر تین قروری کو شام کو دوبارہ آیا اور کھانا کھانے کے بعد میری نوای اور جاوید کمرے کی بجائے چھپر میں سو گئے میں کمرے میں سوئی تھی۔ پانچ بجے جب میری آنکھ کھلی تو میں باہر آئی تو دیکھا جاوید اپنے ہاتھیں استرو لئے میری نوای اور اس کی بچی پر حملہ کر رہا ہے میں نے شور مچایا تو نیچے کارخانے کے ملازم کلیم خاں۔۔۔ اور میرا دادا محمد حسین ولد فضلہ خاں وغیرہ آ

گئے۔

انہوں نے جب جاوید کے سر پر خون سوار دیکھا تو اسے پکڑنے کے لئے دوڑے لیکن اس نے موقع دیئے بغیر خود کشی کے ارادے سے اپنے پیٹ اور گلے پر استرو سے وار کرنے شروع کر دیئے جاوید زندہ ہے اور ہسپتال میں داخل ہے۔ پچھڑے کے نیچے میری نواسی اور اس کی بچی کی لاش پڑی ہے فوراً معاملہ کی چھان بین اور کارروائی کی جائے۔ حسین عظیم زوجہ ناظم خاں۔

محرم نے مقدمہ جرم نمبر 27 ذی قعدہ 1402-302 کے تحت درج کر لیا اور تحقیق کا کام ایس آئی نے اپنے ذمہ لے لیا اور فوراً جائے واردات پر جا پہنچے پھر ہسپتال جا کر جاوید کا بیان قلمبند کرنا چاہا لیکن ڈاکٹروں نے کہا کہ وہ بول نہیں سکتا کیونکہ اس کا پیٹ اور گلا بری طرح کٹا ہوا ہے۔

محمد حسین نے ایک چال اور چلی وہ ایک سادہ کانڈ لے کر جاوید کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ اس پر دستخط کر دو ہم اس پر بیان لکھ دیں گے کہ تم نے شہانہ اور بچی کو قتل نہیں کیا ہم تمہیں بچائیں گے۔ جاوید نے رمضان خاں کے اشارے پر منع کر دیا اس نے اشارے سے کہا کہ وہ انگوٹھا کاٹتا ہے محمد حسین نے اس کا انگوٹھا کانڈ پر لٹوا لیا۔

جاوید کی والدہ کو جب اس دل موڑ حادثہ کی خبر ملی تو وہ بھی روتی بھرتی آ پہنچی اور جاوید کو میڈیکل کلج لے لے ایمر جنسی وارڈ میں بھرتی کر دیا جاوید کی والدہ کو ان کے وکیل نے مشورہ دیا کہ وہ بھی اپنی رپورٹ درج کرا دیں جاوید خاں کی والدہ نے رپورٹ تیار کر کے کوٹوالی سیانہ جا کر رپورٹ درج کرائی لیکن وہاں کے کوٹوال نے اس معاملے میں مل متوں سے کام لیا اور رپورٹ درج کرنے سے انکار کر دیا۔

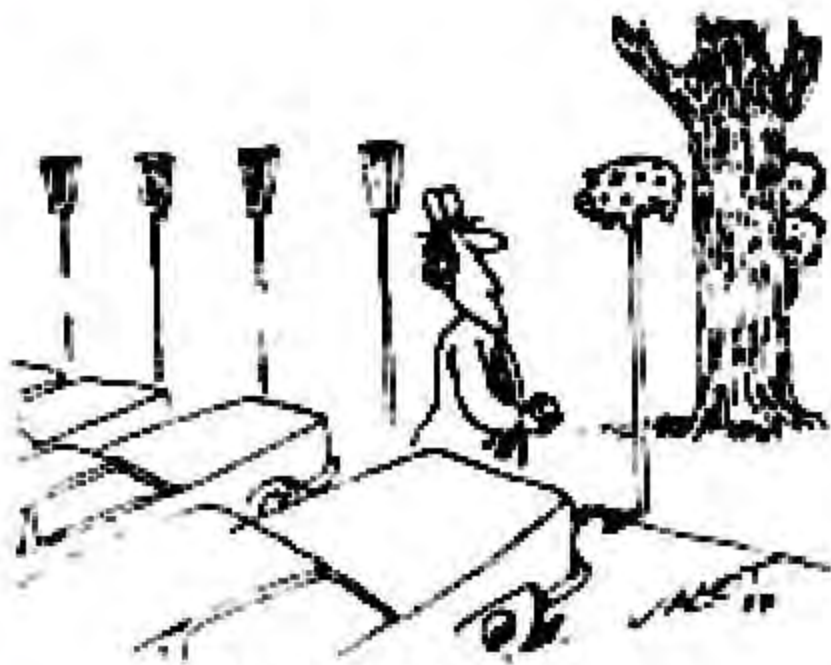
رپورٹ کا مضمون اس طرح تھا۔

میرا لڑکا جاوید خاں تین فروری کو اپنی بیوی کو لینے سیانہ اپنی سسرال گیا تھا چار فروری کو مجھے خبر ملی کہ جاوید۔ اس کی بیوی اور بچی کو کسی نے قتل کر دیا ہے میں فوراً سیانہ پہنچی وہاں جا کر میں نے دیکھا کہ میری بہو اور بچی مر چکے ہیں اور میرا بیٹا جاوید بری طرح زخمی حالت میں ہسپتال میں موت و حیات کے درمیان پھنکے کھارہا ہے۔

میرے بیٹے کا سر محمد حسین سوتیا ہے وہ جاوید کی بیوی شہانہ کی جائیداد بڑے کے لئے بہت دنوں سے انہیں قتل کرنے کا منصوبہ بنائے بیٹھا تھا اس نے ایک مرتبہ گھڑیلو بات پر ناراض ہو کر میرے بیٹے پر قاتلانہ حملہ بھی کیا تھا۔ مجھے شک ہے کہ میری بہو اور پوتی کا قاتل محمد حسین ہی ہے میری قانون سے استدعا ہے کہ اس وحشیانہ خونریزی کی تحقیق کر کے قاتل کو بے نقاب کیا جائے اور اسے عبرتناک سزا دی جائے۔ اختتامی عظیم زوجہ اسماعیل خاں مرحوم۔

سیانہ کا کوٹوال محمد پال کا جیسٹر مین مسٹر بدر خاں کے واد میں تھا اس لئے اس نے جاوید کی ماں کی رپورٹ درج نہیں کی مجبور ہو کر ایک نیٹیرام کے ذریعہ مذکورہ مضمون کی رپورٹ ایس پی بلند شہر کی خدمت میں بھیجی گئی۔

اسی دوران شہانہ اور اس کی بچی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ بھی آ گئی جس سے محمد حسین کا یہ نبھات سامنے آ گیا کہ جاوید صحیح پانچ بجے شہانہ پر حملہ کر رہا تھا کیونکہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق شہانہ کے معدہ میں پایا جانے والا کھانا نیم ہضم تھا اور کچھ کھانے پر ابھی عمل ہضم شروع بھی نہ ہوا تھا جس سے ثابت ہو گیا کہ قتل کی واردات ایک بجے سے دو بجے کے درمیان واقع ہوئی۔ قاتل نے جاوید کو اس لئے زخمی



کیا تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ اس نے خود اپنی بیوی اور بچی کو قتل کر کے خود بھی خودکشی کی کوشش کی تھی۔ سنا میں یہ انوار کرم تھی کہ جاوید نے اپنی بیوی و بچی کو قتل کیا ہے۔

جاوید خاں کا بیٹا سات اچھے لڑکا تھا اور گردن بھی دو اچھے گتے تھے لیکن ڈاکٹروں کی جہد مسلسل اور پوری توجہ سے اس کی زندگی بچال نئی عمر بولنے کی اجازت حاصل ایک ماہ کی زبان بندی کے بعد ہی ملی تو پھر جاوید کا بیان قلم بند کیا گیا۔

”میں تین فروری کو اپنی بیوی شہانہ کو لینے سرائے گیا تھا، مجھ سے میرے سرے سرے اگلے دن لے جانے کو کہا میں نے ان کی بات مان لی اور پھر میں اپنی اہلیہ کے ساتھ اس کی مانی کے یہاں آگن میں پڑے تھپیر کے نیچے سو گیا۔ رات تقریباً ”تین بجے میں مجھے سن کر اٹھا تو دیکھا میرا سر محمد حسین اور دو اجنبی شخص میری بیوی اور بچی پر چاقو سے حملہ کر رہے ہیں، میں برداشت نہ کر سکا اور راستہ بچانے کے لئے جیسے ہی اٹھا تو محمد حسین نے میرے پیٹ پر حملہ کیا۔“

میری آنکھیں باہر نکل آئیں میں نے اسٹریٹ لائٹ کی روشنی میں ان لوگوں کو پہچاننے کی کوشش کی، اتنے ہی میں دو سرائے میری گردن پر کیا گیا میں نے ہوش یو کر کر پڑا تو یہ لوگ مجھے مردہ سمجھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

میڈیکل کالج سے ڈسچارج ہونے کے بعد بے گناہ جاوید کو ایک ماہ تک بلند شہر کی قیل میں رہنا پڑا، پھر ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔

ساتھ باپ محمد حسین نے شہانہ اور اس کی معصوم بچی کو قتل کیوں کیا یہ جتنی بھی سلجھ گئی ہے۔ بات یہ تھی کہ حسین بیگم کو شہانہ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ دو سال کی عمر سے وہ انہیں کے سایہ تک پران چھٹی

تھی۔ حسین بیگم اپنی ساری جائیداد شہانہ کے نام کرنا چاہتی تھیں۔ وہ گھر میں بار بار اس کا اعلان بھی کر چکی تھیں اور اب کچھ دنوں سے مستقل بیمار رہنے کی وجہ سے وصیت بھی کرانے والی تھیں، شہانہ محمد حسین کی حقیقی بیٹی نہیں تھی لیکن شہانہ کی ماں اب اس کے نکاح میں تھی۔ محمد حسین کی دو بڑیاں اس کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں اور اب وہ جوان ہو چکی تھیں۔ محمد حسین شہانہ کو راستہ سے ہٹا کر مانی کی جائیداد اپنی بیٹیوں کے نام کرانا چاہتا تھا اسی لالچ کے لئے اس نے یہ خونی کھیل کھیلا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

شہانہ کی جوان موت سے ایسا بانگاہ حادثہ تھی کہ اس کی مانی برداشت نہ کر سکیں اور چھ ماہ تک اس غم میں گھٹ گھٹ کر اس فرسنی دنیا سے نیش کے لئے رخصت ہو گئی ہے جاوید کی معاشی حالت اب اور خست ہو گئی ہے اس لئے وہ اپنے حق کے لئے قانونی چارہ جوئی کی بہت اپنے اندر نہیں پاتا، تین جوان بہنوں کی فکر الگ پریشاں کن ہے اس لئے قاتل قیل کی سلاخوں سے باہر آؤ تو کھوم رہے ہیں اور جاوید سے کیس ختم کرنے کا مطالبہ بھی کیا جا رہا ہے۔

دام تحریر محمد حسین اور کسی دوسرے شخص کی کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آ سکی۔



عائمہ کے ٹوٹکے

انچارج۔ عائمہ جہیں

اس عنوان کے تحت ہمیں ”گھر یونٹ کے“ ارسال کریں ہم اسے آپ کے ہمارے شائع کر دیں گے۔ اس کالم میں مرد حضرات بھی شرکت کر سکتے ہیں۔ خواتین چاہیں تو اپنی تصویر کے ساتھ بھی نوٹکے شائع کر دے سکتی ہیں۔

دیکھ کر عائمہ کے ٹوٹکے۔ ماہنامہ پتی کہانی 29 صیب بینک بلڈنگ اردو بازار لاہور

برتنوں کی چمک بحال کریں

کبھی برتن اندر سے اچھی طرح صاف نہیں ہوتے ہیں اور ان کی چمک مائل پڑ جاتی ہے۔ ایسے میں برتنوں میں گرم پانی ڈالیں اور اس میں دو ٹیبل اسپون سرکہ ڈال کر رات بھر اسی حالت میں چھوڑ دیں مگر اس سے قبل اسے ڈھکنا نہ بھولیں۔ صبح اچھی طرح صفائی کریں برتنوں کے اندر کے سارے داغ دھل جائیں گے اور برتنوں میں چمک آجائے گی۔
ہٹا طاہرہ رفیق۔ کوئٹہ

ڈشپیر کی بو ختم کریں

اگر کمرے میں تازہ تازہ ڈشپیر ہوا ہو تو اس میں کچھ خشک گھاس رکھ دیں۔ یہ عمل کرنے سے 24 گھنٹے کے اندر اندر چیٹ کی بو ختم ہو جائے گی۔

ہٹا عمیرہ۔ رحیم یار خان

آلوؤں میں سفید ڈنڈیاں نمودار نہ ہوں
اگر آپ چاہتی ہیں کہ آلوؤں میں چھوٹی چھوٹی سفید ڈنڈیاں نمودار نہ ہوں تو ان آلوؤں کے درمیان ایک عدد سیب رکھ دیں۔

ہٹا حارثہ۔ ملتان

چاقو اور چھری تادیر تیز رکھیں

چاقو اور چھری کی تیزی کو تادیر برقرار رکھنے کے لیے انہیں روزانہ رات کو ڈیپ فریزر میں رکھ دیں اور صبح کے وقت نکال لیا کریں۔

ہٹا عائشہ۔ لاہور

بخار ختم کریں

بخار بہت تیز ہو تو اسے نیچے لانے کے لیے تھوڑی سی کانٹن لیں اور اس پر ایک چمچ برائڈی ڈال دیں اور اس برائڈی سے بھینے کانٹن کو بخار سے متاثرہ شخص کی ناف پر رکھ دیں۔ پانچ منٹ کے اندر اندر بخار اتر جائے گا۔

ہٹا بتول زہرہ۔ اسلام آباد

باتھ ٹاول کو جاذب نظر بنائیں

باتھ ٹاول کو اور زیادہ جاذب نظر بنانے کے لیے اسے کچھ دیر کے لیے نمک میں ملے پانی میں بھگو دیں۔

ہٹا نادیہ۔ سیالکوٹ

روشن خیال ایک شادی شدہ عورت کی حقیقت جس
نے اپنے آشنا کے لیے اپنے شوہر کے ساتھ بے وفائی کی

خیال پردہ کی

سجہ..... اگر وال

چترتا ایک ہی سانس میں کہہ گئی۔ اسے محسوس
ہو رہا تھا کہ اشوک کو اس وقت یقین اور اعتماد کی
ضرورت ہے۔ اسی لیے اپنی بات کہہ کر وہ اس
کے سینے سے لگ گئی۔

کیا تم سچ کہہ رہی ہو چترتا؟

ایک اضطراب کے عالم میں اشوک نے پوچھا
اور پھر اس سے پہلے کہ چترتا کچھ جواب دیتی اشوک
بولے۔

آج یہی الفاظ تم نے ملن کے سامنے بھی ادا
کئے تھے۔

ملن کا نام اشوک کے منہ سے سن کر چترتا
سنائے میں رہ گئی۔ پھر سنبھل کر بولی۔

آج کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ ملن کا قصہ تو سب کا
تمام ہو گیا۔ پھر آج کیسے ان صفحات کو پٹ رہے
ہیں؟

اس لیے کہ وہ کہانی ابھی اوجھوری ہے، آخری
باب ابھی لکھا جانا باقی ہے۔

اشوک اٹھ کھڑا ہوا اور چترتا کے شانوں پر ہاتھ
رکھ کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

پوچھا کہہ رہی تھی کہ آج بھری دوپہر میں تم
ملن کے ساتھ اندر بیڈ روم میں۔۔۔؟

مسٹر چترتا! شام سے ہی محسوس کر رہی
تھی کہ اشوک کچھ چپ چاپ سا ہے۔ آخر کیا بات
ہو سکتی ہے؟ وہ دل میں سوچتی ہوئی تویہ اٹھا کر
ہاتھ روم میں تھس گئی۔

فریش ہونے کے بعد وہ بیڈ روم میں آئی تو
دیکھا کہ اشوک اب بھی آرام کرسی پر نیم دراز
اپنے خیالوں میں گم ہے۔

چترتا نے عقب سے اس کی گردن میں بازو
گماں کرتے ہوئے کہا۔

کن حسین خوابوں میں ڈوبے ہوئے ہیں
جناب؟

لیکن اشوک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں
آئی بلکہ وہ اور سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اس نے چترتا کے
چہرے پر نگاہیں گاڑتے ہوئے کہا۔

چترتا تم مجھے پیار تو کرتی ہو نا؟

ہاں۔ چترتا حیرت سے بولی۔

کتنا۔۔۔؟

شوہر ایک یوی جتنا پیار کر سکتی ہے، اتنا ہی میں
بھی آپ سے پیار کرتی ہوں۔ آپ ہی میرے
سب کچھ ہیں۔ میری زندگی ہیں۔ آپ کے بغیر
میری زندگی نامکمل ہے۔



جدا کر کتاب لے کر بیٹھ گیا لیکن لاکھ کوشش کے
باوجود اس کا دل کتاب میں نہیں لگا۔ آخر کار کتاب
ایک طرف رکھ کر اس نے اپنی بیوی کی طرف
دیکھا اور اس کی بغل میں لیٹ گیا۔
پھر دل کے بھاگتے ہوئے گھوڑے کی لگام اس
نے ڈھیلی چھوڑ دی۔ اسے یاد آنے لگی سن کے
ساتھ اپنی ایک ملاقات.....

اور تم نے سن لیا؟
بھلا وہ کیوں بھوٹ بولتے گی۔ تمہاری چغلی
کرنے میں اس کا کیا فائدہ ہے وہ جیسے میری بیٹی
ہے ویسے ہی تمہاری بھی۔
دیکھو جی بچوں کی بات پر میرے اوپر الزام
مت لگاؤ۔
اشوک اس رات چاہ کر بھی نہیں سو پایا۔ جی

ویسے بھی نوارہ ضلع کے ایک گاؤں میں رہتے
خاندان کی کافی زمین تھی لیکن اشوک بچپن سے
ہی اپنے پیپا کے پاس پنڈے میں رہا تھا۔ دوست کی
شادی کی تقریب میں چرتا سے ہوئی اس کی ملاقات
دھیرے دھیرے دوستی میں بدل گئی۔

اب پنڈے کی سڑکوں پر چرتا اشوک کے ساتھ
موٹر سائیکل پر بیٹھی نظر آنے لگی تھی۔ چرتا
اکثر اشوک سے کہا کرتی۔

زندگی زندہ دلی کا نام ہے تب کیوں نہ اسے
بھرپور خوشیوں کے ساتھ گزارا جائے۔ یہ سن کر
بار بار آتے ہیں؟

دو سال گزرتے گزرتے یہ ملاقاتیں اب ہوس
بھرے پیار میں بدلنے لگیں۔ چرتا اشوک کی
بانہوں میں الجھ کر دھیرے دھیرے اپنی عقل بھی
بھولنے لگی۔

آخر کار سترہ اپریل 81ء کو چرتا اور اشوک نے
اپنے پیار کو محبت بھریوں میں باندھ کر سماجی طور پر
اسے باوقار بنا دیا۔ دونوں میاں بیوی بن گئے۔
اشوک کے والد جو اب تک رٹائرڈ ہو چکے تھے
کسی بھی قیمت پر اس شادی کے حق میں نہیں
تھے۔ انہیں چرتا کی محلی شکلا سین پیتا کی اصلیت کا
علم ہو چکا تھا۔

مہسی میں ایڑا انڈیا کے انجینئر اجیت سین
گیتا کی بیوی مسز شکلا کی پہلی شادی رنجیت کمار ہوم
سے ہوئی تھی۔ رنجیت کمار رانچی بھار کے رہنے
والے تھے اور رانچی میں ہی بھار سرکار کے پبلک
ریلیشنز محکمے میں فوٹو گرافر تھے۔ ان کی بیوی شکلا
ڈھاکہ بنگلہ دیش کی رہنے والی تھیں۔

پنڈے کنکر باغ میں اشوک کے ایک دوست رام
کمار رہتے تھے۔ انہوں نے بلبل نامی ایک
ٹوبھسورت لڑکی سے محبت کی شادی کی تھی۔
دوست ہونے کے ناطے رام کمار نے اشوک کو
بھی اپنی شادی کے استقبال میں مدعو کیا تھا۔ پنڈال
میں رام کمار کے ساتھ بے تکلفی سے ایک لڑکی کو
بٹیتے دیکھ کر اشوک بے خودی میں اسے دیکھتا ہی رہ
گیا۔ رام کمار نے اس لڑکی سے تعارف کراتے
ہوئے کہا تھا۔

ان سے کچھ دیر پہلے سالی صاحبہ مس چرتا
ہیں۔

اشوک نے ہاتھ جوڑ کر مستے کیا تو رام کمار
اشوک سے بولا۔

تم لوگ بیٹھ کر باتیں کرو میں ذرا پارلی دیکھتا
ہوں۔

چرتا سکڑی مٹھی سی اس کے ساتھ لان میں
پڑی کرسیوں پر بیٹھ گئی۔ اسٹارٹ اور ہنس مکھ
اشوک کی کچھے باز باتیں کسی بھی لڑکی کا دل جیتنے
کے لیے کافی تھیں۔ اوپر سے وہ آئی اے ایس
افسر گووند مہتے کا بیٹا تھا۔ بھار سرکار کے سیکرٹری
ہونے کے سبب گووند مہتے کے نام سے پنڈے کے
تمام لوگ واقف تھے۔

بی ایس سی، ایل ایل بی او ڈپلومہ انٹر نل
ایڈمنسٹریشن کی بی بی چوڑی ڈگری لینے کے بعد اشوک
مہتے ان دنوں پوپلز کورٹ نامی ایک ہفتے وار
انگلش اخبار کی ادارت سے وابستہ تھا۔ یہی نہیں
باپ کی مہربانی سے وہ پنڈے اور نوارہ کے درمیان
ایک بس بھی چلا رہا تھا۔

ان کی اور رنجیت کمار کی شادی دونوں کھرانوں کے ایک واقعہ کار کی معرفت ہوئی تھی۔ شادی کے کچھ سالوں بعد ہی مسز شکلا تین بچوں کی ماں بن گئی۔ سب سے بڑی بلبل تھی اس کے بعد چترتا اور پھر ایک بیٹا تھا پلو۔ 75ء میں مسز شکلا اپنے شوہر رنجیت کمار سے لڑکر پنڈ آگئی اور پنڈ ایرپورت میں ایک ریڈی میڈ گارمنٹ کے شوروم میں بطور سیلز گرل نوکری کر لی۔

بغیر پوچھے گھر چھوڑ کر بیوی کا نوکری کرنا رنجیت کمار کو پسند نہیں آیا۔ مسز شکلا کے روپے سے انہیں بڑا دکھ پہنچا اور ان کی ازدواجی زندگی میں دراڑ آگئی۔ ماں تو ماں ہے بچے بھی باپ کا ساتھ چھوڑ کر ماں کے پاس پنڈ آ گئے۔ رنجیت کمار بیوی اور بچوں کی فرقت برداشت نہ کر سکے اور ایک دن دل کی حرکت بند ہو جانے سے ان کی موت ہو گئی۔

شوہر کی موت کے بعد مسز شکلا اور بھی آزاد ہو گئی۔ پنڈ میں کتنے ہی لوگوں سے اس کی دوستی تھی۔ اسی دور ان مسز شکلا کی بڑی بیٹی بلبل سے رام کمار نے محبت کی شادی کر لی اور مسز شکلا بھی اجیت سین گپتا کے ساتھ ازدواجی بندھن میں بندھ گئی۔

مسز سیوم سے مسز سین گپتا ہو گئی اور پنڈ چھوڑ کر نئے شوہر کے ساتھ ملاؤ ممبئی میں رہنے لگی۔ پلو ممبئی میں اپنے نئے باپ اجیت سین گپتا کے ساتھ تھا جبکہ چترتا پنڈ میں اپنے بہنوئی رام کمار کے یہاں بلبل کے ساتھ رہ رہی تھی۔

اب چترتا گوندہ ہتہ کی چھوٹی بہو کی طرح

اشوک کے ساتھ ان کے لاجندر ٹکڑ میں واقع مکان میں رہ رہی تھی۔ شادی کے کچھ برسوں بعد جب چترتا پوجا اور پرنیکا کی ماں بن گئی تب چترتا کے بارے میں ہتہ کے خاندان میں اٹھتے بیٹھتے روز روز کے جھگڑے کے باعث اشوک کو چترتا اور بچیوں کے ساتھ گھر چھوڑ دینا پڑا۔

پنڈ میں ہی کنکر بان میں دو کمروں کا ایک چھوٹا سا فلیٹ کرائے پر لے کر چترتا اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ الگ سے گریسٹی سنبھالنے لگی۔ وقت پر لگا کر اڑتا چلا گیا اور اسی دوران پوجا اور پرنیکا کے بعد چترتا ایک بیٹے کی ماں بھی بن گئی۔ اس کا نام رتن یرہ ورشی رکھا گیا۔

اشوک ہتہ نے جوڑ توڑ کر کے پنڈ کے شاند ار مور یہ لوک کمپنیکس میں دو دکانیں سی 151 اور سی 151 اپنے نام لائٹ کرائیں۔ چترتا کے کہنے پر اشوک نے ایک دکان میں بیوٹی کیئر کے نام سے ایک بیوٹی پارلر کھول لیا بیوٹی کیئر میں مرد اور عورت دونوں کے لیے الگ الگ مقام تھے۔

بیوٹی پارلر کا خواتین شعبہ چترتا نے خود سنبھال لیا۔ چترتا کی سوجھ بوجھ اور محنت کے سبب یہ بیوٹی پارلر پنڈ کی متوسط طبقہ کی خواتین میں کافی مقبول ہو گیا۔ اشوک نے دوسری دکان میں ایک فاسٹ فوڈ کارسٹوران کھول لیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ایک ہاٹ پوائنٹ ریسٹوران بھی کھول لیا جو لوگوں میں مشہور ہو گیا۔

ریستوران کے ساتھ ساتھ اشوک ہتہ نے ایک لی روٹس کی مشین بھی لگائی اور اس کے ساتھ ہی اس نے فریزر روڈ پر واقع شانقی دہار

اپارٹمنٹ کی چھٹی منزل میں ایک شاندار فلیٹ بھی خرید لیا اور کنکریٹ باغ والا کرایہ کالینٹ چھوڑ کر اپنے نئے فلیٹ میں آگیا۔

شانتی دہار کے فلیٹ کے علاوہ انہوں نے ثانی اپارٹمنٹ میں بھی ایک فلیٹ خرید لیا تھا اور ساتھ میں بھی ایک فلیٹ خرید لیا تھا اور ساتھ میں ہی چار مرلہ کا ایک پلاٹ بھی۔ جنوری ۱۹۹۲ء کے ابتدائی مہینے کی بات ہے۔ خوشی سے چمکتے ہوئے چترتا نے اپنے شوہر اشوک سے کہا۔

آج اوپر والے منتری جی کی فیملی میرے فلیٹ میں آئی تھی۔
مبارک ہو۔

اشوک نے اسے اپنے بازوؤں میں بھرتے ہوئے کہا وہ جانتا تھا کہ اوپر والے منتری جی سے چترتا کا مطلب موجود نگر وکاس راجیہ منتری مسٹر نارائن یادو سے ہے۔ مسٹر نارائن یادو کا جیمبر مور یہ سپیکس میں بیوی کیئر کے اوپر پہلی منزل پر تھا۔

مسز یادو کو تو میرا کام بہت پسند آیا۔ انہوں نے مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت بھی دی ہے۔

ڈارلنگ تم ہو بہت خوش قسمت۔

اشوک نے خوشی سے جھوم کر کہا۔

دوسرے دن ہی شری جی کی لال جی والی سرکاری گاڑی شانتی دہار اپارٹمنٹ میں آئی اور چترتا کو لے گئی۔ اس طرح سے چترتا کا مسٹر نارائن یادو کے گھر میں آنا جانا شروع ہو گیا۔

کچھ دنوں بعد ہی نارائن یادو کی نواسی کی سالگرہ تھی، گولڈی کی ثانی یعنی منتری جی کی بیوی اپنے

بیٹے سدانند عرف لنن کے ساتھ گولڈی کی سالگرہ پارٹی کا دعوت کارڈ دینے آئی تھیں۔ چترتا نے لنن کا تعارف اپنے شوہر سے کراتے ہوئے کہا۔

ڈیڑان سے ملو یہ ہیں منتری جی کے راجکار سدانند جنہیں گھر میں سب لنن کہتے ہیں۔

اشوک نے بڑی گرمجوشی سے لنن سے ہاتھ ملایا۔ چترتا مسز یادو کے ساتھ کافی لینے اندر بکچن میں چلی گئی اشوک اور لنن باہر ڈرائنگ روم میں بیٹھے ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے۔

گولڈی کی سالگرہ پارٹی میں لنن نے خاص طور سے اشوک کا تعارف اپنے باپ نارائن یادو سے کروایا۔ منتری جی کی بیوی مسز یادو بات بات میں چترتا کی تعریفوں کے پل باندھے جا رہی تھیں۔ بیوی کی تعریف سن کر اشوک اپنے دل میں فخر سا محسوس کرنے لگا۔

کچھ ہی دنوں بعد پوجا کی برتھ ڈے پارٹی تھی، چترتا اور اشوک دونوں نے ایک ساتھ جا کر مسٹر نارائن یادو کے خاندان کو اپنی بیٹی کی برتھ ڈے پارٹی میں مدعو کیا تھا۔

چترتا پارٹی کے لیے وقت سے پہلے ہی تیار تھی۔ سیاہ رنگ کی ماری اس کے گورے بدن پر بہت ہی جگ رہی تھی۔ اس دن چترتا کی جج دیکھ کر گستاخا کہ اس دن پارٹی اس کی بیٹی کی نہیں بلکہ خود اسی کی ہے۔

کیک کاٹنے کی رسم کے بعد لنن نے اپنے ہاتھوں سے کیک کا ٹکڑا اٹھا کر چترتا کے منہ میں ٹھونس دیا تو چترتا بھی فیسکس کے بغیر نہ رہ سکی۔

اس دن چترتا کے ہاتھ سے آکس کریم سیکر

مخاطب ہوتے ہوئے اشوک سے کہا۔
کاش ہمارے لہن کی بھی تمہاری جیسی حسین
اور شگزی بیوی ہوتی۔

اب اشوک اور اس کی حسین ترین بیوی چترتا
کی منتری جی کے خاندان کے ساتھ خوب پٹے لگی
تھی۔ یہاں تک کہ لہن نے اپنے باپ مسر
نارائن یادو سے کہہ کر اشوک کو پنڈ امپرومنٹ
ٹرست کا ممبر مقرر کرا دیا تھا۔

اب اکثر لہن کی کار چترتا کے بیوی کیئر کے
سامنے کھڑی دکھائی دینے لگی تھی۔ ایک دن
اشوک کی بڑی بیٹی پوجا نے اپنے پیار کو بتایا۔
پاپا مئی بڑی گندی ہیں آج وہ لہن انگل کے
ساتھ بیڈ روم میں۔

بیٹی تم مذاق تو نہیں کر رہی ہو؟
نہیں پاپا لہن انگل نے پرینکا اور پریم ورشی کو
فانیو اشار دے کر نیچے کھیلنے بھیج دیا تھا میں اپنے
کمرے میں بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ تبھی فون کی
تھنٹی بجی۔ بلبل موبی کا فون تھا۔ میں مئی کو بتانے
کے لیے ان کے کمرے میں گئی تو وہاں مئی لہن کے
ساتھ۔

پوجا کی بات سن کر اشوک پریشان ہو گیا۔ اس
وقت چترتا گھر پر نہیں تھی۔ شاید لہن اسے اپنے
ساتھ شاپنگ کے لیے لے گیا تھا۔ دیر رات گئے
تک وہ چترتا کے انتظار میں جاگتا رہا اور جب اس
نے لہن کے بارے میں چترتا سے پوچھا تو اس نے
ساری بات مذاق میں اڑا دی۔

لیکن ایک دن تو اشوک نے خود اپنی آنکھوں
سے چترتا کو لہن کی آغوش میں دیکھ لیا۔ دونوں بے

لباس تھے۔ اس وقت اپنی عزت کے لیے اسے
خاموش رہ جانا پڑا۔ بعد میں سمجھا بھجا کر اشوک
چترتا کو صحیح راستے پر لانے کی کوشش کرتا رہا پوجا
پرینکا اور پریم ورشی کا واسطہ دیا لیکن چترتا لہن سے
کسی بھی قیمت پر دوستی نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔
تھک بار کر اشوک نے اپنی سانس مسز شکلا سین
گپتا کو مہی ایک خط لکھا۔

تم بچوں اور چترتا کے ساتھ یہاں آ جاؤ میں
اسے سمجھا دوں گی۔

جواب میں چترتا کی مئی نے اشوک کو لکھا۔
اشوک نے جب چترتا سے مہی چلنے کے لیے
کہا تو چترتا غصہ سے بھر کر بولی۔

مہی میری جوتی جائے تم نے مئی سے پتلی کی
ہے تم ہی وہاں جاؤ۔

چترتا کے اس سلوک نے اشوک کو بری طرح
سے توڑ دیا تھا روز روز کے گھیلو جھگڑوں کے
سبب بچوں پر بھی برا اثر پڑ رہا تھا۔ اس لیے
اشوک پوجا پرینکا اور پریم ورشی کو کسی اچھے
ہوسٹل میں داخل کرا دینے کے لیے سنجیدگی سے غور
کرنے لگا۔ چترتا بھی یہی چاہتی تھی کہ بچے کسی
بورڈنگ ہاؤس میں چلے جائیں جس سے کہ اس کی
آزادی میں رکاوٹ نہ پڑے۔

لہن نے کرنل براؤن اسکول دہرہ دون کی کافی
تعریف کی تھی۔

نھیک ہے ہم کل ہی فلائیٹ سے دہلی چلے
ہیں۔ وہاں سے دہرہ دون جا کر ان بچوں کو کرنل
براؤن سکول میں داخل کرا دیں گے۔
دبے لیجے میں اشوک نے حامی بھری۔

اس وقت اشوک اندر ہاتھ روم میں نماز پڑھتا تھا۔ رات بھر سب لوگ چترتا کے لوٹنے کا انتظار کرتے رہے۔ پلو اور اس کی بیوی خاموش تھے۔ لیکن ان کے چہروں پر پریشانی کے آثار نہیں تھے۔ لگتا تھا کہ انہیں پہلے ہی سے پتہ تھا کہ چترتا کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے ملن پنڈ سے نمبھی آیا ہوا ہے۔

رات بھر چترتا کا انتظار کرنے کے بعد چند رو مٹی کی صبح اشوک نے ملاؤ تھانے میں اپنی بیوی کے قائب ہونے کی رپورٹ درج کرائی اور دیکھی من سے اپنے قینوں بچوں کو لے کر واپس پنڈ آ گیا۔ پنڈ لوٹ کر اشوک ملن کے پتائی نارن سے ملا تو دو بولے۔

مستر تم میرے بیٹے پر بھونا الزام لگا رہے ہو اب تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو نہیں تو مور یہ کپدیکس میں تمہاری بھی دکانوں کا تار تروا کر ان سب پر چترتا کا قبضہ کرانا پڑے گا۔

منتری جی کی دھمکی من کر اشوک سمجھ گیا کہ وہ لوگ اس کی بیوی کے ساتھ ساتھ اس کی جائیداد کو بھی ہضم کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے اس نے پنڈ کے منصف مجسٹریٹ کے یہاں دفعہ 497 کے تحت منتری جی کے بیٹے سد انند عرف ملن کے اوپر مقدمہ قائم کر دیا۔

منصف مجسٹریٹ نے اشوک کا بیان قلمبند کرنے کے بعد ملن کے نام من جاری کر دیا۔ ملن نے اشوک کے ذریعہ دائر کیا ہوا مقدمہ نمبری 92/326 میں ضمانت کرائی۔ لیکن بات یہیں تک

28 اپریل کو جب چترتا اپنے شوہر اشوک اور قینوں بچوں کے ساتھ دہلی جانے کے لیے طیارے میں سوار ہوئی تب ایئر ہوسٹس کا اعلان سن کر چونک پڑی 'ایئر ہوسٹس کہہ رہی تھی۔ سبھی لوگ اپنی اپنی سیٹ بیلٹ باندھ لیں اور سکریٹ نوشی نہ کریں ہمارا جہاز دو گھنٹے پندرہ منٹ کی پرواز کے بعد نمبھی پہنچے گا۔

اشوک تم نے پھر مجھے بیٹ کیا۔ دہلی کا نام لے کر دھوک دے کر نمبھی لے جا رہے ہو۔ اپنی سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے چترتا اشوک کو گھور دے ہوئے بولی لیکن اشوک مسکراتا رہا۔ نمبھی پنڈے پر پتہ چلا کہ چترتا کی ماں مسز شکلا تو ہٹاکہ گئی ہوئی ہیں گھر میں اس کا چھوٹا بھائی پلو اور اس کی بیوی تھی۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ انچائیک چترتا کے ماما کی موت کاڑھٹاکہ سے مار آیا تھا۔ اس لیے مسز شکلا کو بغیر کسی پروگرام کے ڈھاکہ جانا پڑا۔ رات کے کھانے کے وقت پلو اور اس کی بیوی نے یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ جھاڑے۔

یہ تمہارا میاں بیوی کا جھڑا ہے۔ ہم بھلا اس میں کیا کر سکتے ہیں؟

نمبھی میں بھی چترتا فون پر ملن سے باتیں کرنا نہیں بھولتی تھی یہ سب دیکھ کر اشوک دماغی طور پر پریشان ہوتا جا رہا تھا۔

چودو منی کو پو جانے دیکھا کہ ایک ٹیکسی گھر کے سامنے آ کر رکی ٹیکسی میں ملن بیٹھا تھا۔ اسے دیکھتے ہی اس کی مٹی چترتا ہاتھ میں اتبجی لیے پک کر ٹیکسی میں ملن کی بغل میں جا کر بیٹھ گئی اور ٹیکسی تیزی سے ایک سڑک کی طرف بڑھ گئی۔



ترقی کے لیے پچھلے کئی برسوں سے اس کا استحصال کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور اب اس نے مخالفت کی تو حالت یہاں تک آچکی۔

من سے اپنے تعلقات کے بارے میں چترتا نے کئی بیان بدلے۔ ابتدا میں چترتا نے کہا کہ من سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر بعد میں ایک بیان میں چترتا نے کہا کہ من سے اس کا تعلق صرف دوستی تک محدود ہے اور یہ دوستی اس کے شوہر اشوک مہتہ کے سبب ہوئی۔

من نے بھی پہلے کہا کہ نہ تو وہ اشوک مہتہ کے گھر گئے اور نہ ہی چترتا مہتہ سے کبھی اس کا تعارف رہا۔ لیکن بعد میں من نے کہا کہ چترتا کو وہ بھالی مانتے رہے ہیں۔

گھر وکاس منتری مسٹر نارائن یادو اس معاملہ پر مسلسل خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اوہر چترتا پنشن میں مسلسل چھپ کر رہ رہی ہے اور بار بار اپنی جان کو خطرہ ہونے کی دہائی دے رہی ہے۔

• منشی کی کہانی • 137 • جون 2014ء

نہیں رکی۔

چچیسی منی کو چترتا نے بھی اپنے شوہر کے خلاف طلاق کی درخواست دائر کرتے ہوئے کہا کہ میرے شوہر اپنے مقصد کے لیے میرے جسم کا ناجائز استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ نشاوی کے بعد مجھے ملی شہرت سے جل کر وہ مجھ پر طرح طرح کے بے بنیاد الزام لگا رہے ہیں اس لیے میری ساری جائیداد مجھے دلانے کے ساتھ ساتھ ہماری طلاق بھی قبول کرنی جائے۔

معاملہ طول پکڑ چکا تھا۔ ستائیس منی کو چترتا نے پنشن کو والی تھانے میں درخواست دے کر اشوک مہتہ پر الزام لگایا کہ اس کا شوہر کبھی بھی اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ کر سکتے ہیں۔ پھر گیارہ جون کو چترتا نے اشوک مہتہ اور اس کے والد و بھائی کے خلاف معاملہ درج کروایا کہ بھی مل کر اسے ستا رہے ہیں۔

چترتا کا یہ بھی الزام تھا کہ اشوک اپنی کاروباری

دل

سیر . حویلا اور قمن

ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے بیرونیوں سے حقیقی محبت کرتا ہے۔

بیٹا! آرام سے بیٹھو باقی افراد بھی تو قلم دیکھ رہے ہیں۔ ابو! یہ کتبوں ہیں معمولی سی داد بھی نہیں دے سکتے۔ فنکار کی فنکارانہ صلاحیتوں کو تسلیم کرنا چاہئے۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ تمام افراد کنبہ قلم میں اس قدر مصروف ہیں کہ مجبوراً شہنا جو کہ ایم۔ اے اردو کی تیاری کر رہی تھی فون سننے کے لئے گئی۔ رات کے دو بج چکے ہیں ابھی تک قلم دیکھی جا رہی ہے۔

بیلوا کھسک پھسکی تواز سنائی دیتی ہے۔ شہنا نے زرا اونچی آواز میں کہا۔ آپ کون بول رہے ہیں۔ جان سن آہستہ بولو۔ کوئی اٹھ جائے گا۔ جی فرمائیے کیا حکم ہے؟ نیند نہیں آ رہی تھی میں نے سوچا چلو کسی سے گپ شپ ہو جائے۔ تمہیں شرم نہیں آتی رات کے دو بجے بھی تمہیں چین نہیں آتا۔

میرادل تو تم نے چڑایا مجھے نیند خاک آئے۔ کیسی فضول باتوں میں اپنی زندگی برباد کر رہے ہو۔ خدا کا خوف کھاؤ۔ کیا تمہارے گمراہ بسن نہیں۔ سوری! آپ برا مان گئیں۔ میں آصف بول رہا ہوں، عشق کرنا ہر فرد کا پیدائشی حق ہے۔ آپ مجھے

ابوئی دی پر قلم لگ چکی ہے۔ ہاتھی بھاگ کر آؤ بڑا اچھا گانا لگا ہوا ہے۔ امی آپ ہمیشہ دیر سے ٹی وی روم میں پہنچتی ہیں۔ آج کی قلم پلیز مس نہ کرنا۔ نعمان جو کہ قلمی دوستی کا کالم پڑے غور سے پڑھ رہا تھا۔ جیتنے ہوئے کما پلیز شور نہ مچاؤ۔ مس شائلہ پوسٹ بکس نمبر 1757 کراچی بہت خوب اس کو ضرور خط لکھوں گا۔ مس نومی بن کر بے وقوف بنایا جاسکتا ہے۔ ملتان فون نمبر 5333 پر ندیم کو لڑکی بن کر فون کیا۔ آدھا گھنٹہ مس قاتلہ بن کر باتیں کیں پہچان بھی نہ پایا۔

سلیمان نعمان کا دوست ٹی وی روم میں داخل ہوتا ہے۔ نومی کیا سوچ رہے ہو۔ اتنی اچھی قلم لگی ہوئی ہے اور تم سوچوں میں گم ہو۔ کنول بھی اپنی اسی کے ہمراہ قلم دیکھنے پہنچ گئی۔ سلیمان کنول صاحبہ ایف۔ اے کے ہیپر کیسے ہوئے۔ ہیپر تو اچھے ہوئے ہیں اب رزلٹ دیکھیں کیا آتا ہے۔ کنول نے کہا جناب کے بھی تو بی۔ اے کے ہیپر سر رہے ہیں۔ کیسی تماری ہے۔

ہیپر کے بارے میں مجھے فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ابو جان کا پیسہ کب کام آئے گا۔ سیدھی بات ہے ہم تو پیسوں کے بل بوتے پر پاس ہوتے ہیں۔ نعمان اچھل پڑا۔ ابو یہ دیکھیں کتنا پیارا سین



اگر جہیں یقین نہیں آتا تو اپنے ساتھ
دالے کرے میں جھانک کر دیکھ سکتی ہو۔ مجھے کوئی
معلوم نہیں شہنا نے مزید تلخ لہجے میں ریسپور کو
کریڈل پر دے مارا، لیکن تجسس نے اسے مجبور کیا کہ
دیکھوں تو ہنسی کون سی قسم لگی ہوئی ہے۔ دروازے
میں جھانکنے کی دیر تھی کہ اس کے پاؤں سے زمین
نکل گئی۔ شہنا کی امی اور ابو کپڑوں سے آزاد
شراب کے نشے میں... کنول اور سلیمان نے بھی اس
موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ نعمان نشے میں
دُست ایک طرف پڑا ہوا تھا۔ شراب سلیمان
خصوصی طور پر اپنے دلاست سے لایا تھا اور کنول

اس سے نہیں روک سکتیں، کیونکہ پورا محلہ تمہاری
حرکات سے واقف ہے۔ تمہاری چھوٹی بہن کنول
میرے دوست پر مرتی ہے۔ مزید منہ نہ کھلوانا ورنہ
ان دونوں کی ناقابل اعتراض تصاویر میرے پاس
موجود ہیں۔ اگر سیدھی انگلیوں سے کھی نہ نکلا تو
ہمیں دوسرا حربہ استعمال کرنا پڑے گا۔ تمہارا بھائی
مس فائزہ بن کر کس سے آدھا گھنٹہ بات کرتا رہا۔
لبی چوڑی تقریر کا میری ذات سے کیا تعلق جو
تم نے مجھے پریشان کر دیا۔ شہنا نے تلخ لہجے میں کہا۔
ہر لڑکی اچھی طرح سمجھتی ہے کہ کوئی لڑکارات
دبے فون کرے

نے کشمیری مشروب کہہ کر سب کو پلا دیا۔ فی دی پر
فحش ترین قلم چل رہی تھی جس نے جلتی پر تیل کا کام
کیا۔

شہنا ہانپتی ہانپتی بیڈ پر گر گئی۔ اس قدر عروانی
اس نے کبھی تصور میں بھی نہیں سوچا، لیکن جذبات تو
ایک بہتا سمندر ہیں جن کو شہنا قابو میں لانے کی
کوشش کر رہی تھی، لیکن ناکام ہو رہی تھی۔ ٹیلی فون
کی پھر گھنٹی بجی۔ آصف نے دوبارہ فون کیا۔ شہنا
نے ریسیور اٹھایا، بڑی مشکل سے بولو کہہ پائی۔

بس بس محترمہ زیادہ غصہ صحت کے لئے
اچھا نہیں ہوتا۔ کچھ ہمارے بھی حقوق ہیں۔ بہتی گنگا
میں میں بھی نہالوں گا تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جذبات و
احساسات کی ایک لہر نے شہنا کو اپنی پلیٹ میں لے
لیا۔ ٹیلی فون سمیت فی دی روم میں چلی گئی۔ سکریٹ
پر تصاویر نے اس کو اندر سے توڑ دیا۔ چند
لحظات بعد آصف نے ہلکی سی دستک دی۔ تم اس جگہ
بھی پہنچ گئے۔ فون پر تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ خبردار
اب گھر میں قدم رکھ چکا ہوں تو مایوس
نہ بھیجنا۔ تمہارا کیا مطلب ہے، میں اپنی بربادی کا
ایک باب رقم کر لوں۔ تمہاری چھوٹی بہن۔۔۔ خبردار
چھوٹی بہن کا کردار چھوٹی بہن کے ساتھ۔۔۔ جیسے
آئے ہو ویسے اٹے پاؤں چلے جاؤ ورنہ۔۔۔ ورنہ تم
میرا کیا کر لو گی۔ پولیس کو بلانے سے قفل نہیں یہ
سوچنا ہو گا کہ تمہاری ماں، بہن، بھائی اور باپ یہ
شراب نوشی کا مقدمہ بنے گا۔

ایک غیر لڑکے کا تمہارے گھر

میں پایا جاتا۔

آصف نے ایک قہقہہ بلند کرتے ہوئے کہا ذرا
میں بھی دی سی آر تو دیکھوں طنز کا تیر شہنا کے سینے
میں پیوست ہو گیا۔ وہ دیوار بن کر کھڑی ہوئی، لیکن
صنف ٹازک تھی، بازو کو ذرا جنبش دی اور شہنا
زمین پر گر گئی۔

فی دی روم کا منظر چونکا دینے والا تھا۔ آصف
نے فوراً کمرہ نکالا اور تین عدد مختلف پوز سے تصاویر
اتار لیں۔ کمرہ لہراتے ہوئے شہنا کے پاس آیا، اس
میں اب تمہاری عزت ہے۔ جب انکار کر دی
تمہارے خاندان کی تصاویر چوک پر آویزاں کر دی
جائیں گی۔ مسٹر آصف یاد رکھو تم مجھے بلیک میل
نہیں کر سکو گے، ذہنی کڑے تو اس کا نقصان
تمہیں اٹھانا پڑے گا۔ اسی لمحے سلیمان جس کا نشہ ہلکا
ہوا تھا کمرے سے باہر آیا اور شہنا سے دست
در آوی کرنا شروع کر دی۔ نشہ عقل کا دشمن ہے۔
شہنا کے کپڑے پھٹ چکے تھے۔ آصف نے ایک
اور فون لیا، اور اپنے گھر کا فون نمبر دے کر واپس چلا
گیا، اور یہ پیغام دے گیا کہ میں دو دن انتظار کروں
گا۔ تیری عزت اب اس کمرے کے رحم و کرم پر
ہے۔ یہ یاد رکھو آصف نے آج تک جس لڑکی کو پسند
کیا ہے اس کو حاصل بھی کیا ہے۔

آصف اور سلیمان اکٹھے گھر سے نکلے، لیکن
پولیس جو پہرہ دے رہی تھی اس نے دونوں کو آوارہ
گردی کے کیس میں حراست میں لے لیا۔ اسی رات
حلقے کے ایم این اے کے گھر چوری ہو گئی۔ دونوں
دوست چوری اور ہیروئن فروشی کے الزام میں جیل
کی چار دیواری میں پہنچ گئے۔ سلیمان پر شراب نوشی



تم بچوں کے لئے ہیں۔ اس سے مراد ہے کہ بچوں کے لئے

لحمان بیرون کے فٹے کا عادی بن کر والدین کے لئے مزید رسوائی کا سبب بنا۔ کنول اپنے بوائے فرینڈ عنایت اللہ کے گھر سے فرار ہو گئی۔ شہنا کو نامعلوم افراد نے دن کے بارہ بجے بارونق بازار سے اغوا کر لیا اور اب وہ 6 لاکھ روپے تادان مانگ رہے تھے۔

شہنا کا منگیتر یعقوب امریکہ میں پرائیویٹ فرم میں کام کرتا تھا جب اس نے اغوا کی خبر سنی تو منگنی توڑ دی۔

مسز فردوس خان (کنول کی والدہ) کلب میں زیادہ مئے نوشی کے سبب بے ہوش ہو گئی فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا، لیکن ڈاکٹر اس کی جان بچانے میں ناکام رہے، جبکہ ہسپتال کا انچارج ڈاکٹر نعیم اللہ خان کالج لائف میں مسز فردوس کا آئیڈیل فرینڈ تھا۔ مسز فردوس خان کی منگنی ہو گئی جس کی وجہ سے میڈیکل تعلیم ادھوری چھوڑ کر فردوس خان کی بیوی بقیہ زندگی بسر کرنے لگی، لیکن کلب جانا دوستوں سے میل ملاپ میں کوئی فرق نہ پڑا، لیکن آج یہ خاندان اس انجام کو پہنچ گیا۔

۵۰

پہلی کاپی ۱۴۱ء جون ۲۰۱۴ء

کا بھی کیس بن گیا۔ کیمرہ پولیس نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ پولیس انکوائری میں تصاویر تیار ہو کر عدالت کے حوالے کر دی گئیں۔ شہر کا معزز ترین آدمی اس حالت میں فوری طور پر پولیس نے پردہ ڈال دیا، لیکن اندرون خانہ پولیس نے مس کنول، مس شہنا اور ان کی والدہ سے کھل نذرانہ وصول کیا۔ انکار کی صورت میں حوالات کا دروازہ انہیں صاف نظر آتا تھا۔

چار سال بعد دونوں دست جیل سے باہر آئے تو دہشت گردوں کے آلہ کار بن چکے تھے، باہر آتے ہی انہوں نے لحمان کو اپنے گروپ میں شامل کر لیا۔ اسی دوران لحمان کی ملاقات ایک سیٹھ سے ہو گئی جو کہ امریکہ جانے کے لئے ایئرپورٹ پر کھڑا تھا اور لحمان بھی امریکہ جانے کے لئے ایئرپورٹ پہنچا ہوا تھا۔ جہاز میں سامان لوڈ ہو چکا تھا اور مسافر کنٹینر سے اٹھ رہے تھے۔ سیٹھ نے لحمان کا بریف کیس جان بوجھ کر اٹھا لیا اور لحمان بے خبری میں سیٹھ کا یہ سارا عمل سیٹھ نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ کیا۔ لحمان جیسے ہی گیٹ پار کرنے لگا منشیات فروش کے الزام میں لحمان کو پولیس نے گرفتار کر لیا۔

آج لحمان کی قسمت کا فیصلہ تھا، عدالت نے لحمان کو برسرعام پھانسی دینے کا حکم صادر فرمایا۔ عوام کی بھاری نفری چوک پر موجود تھی۔ آصف کے پاس نے پوائنٹ 2 پر تخریبی کارروائی کرنے کا حکم دیا۔ آصف نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ چوک کی قریبی جگہ پر بم رکھنے لگا، لیکن بم ہاتھ میں پھٹ گیا۔ آصف کے جسم کے کئی حصے سڑک پر بکھر گئے۔

پیغامات

انچارج۔ ادارہ

اس عنوان کے تحت آپ اپنے عزیز واقارب اور دوست احباب کو "ماہنامہ نئی کہانی لاہور" کے ذریعے سے مختصر پیغام دے سکتے ہیں۔ ہر پیغام کے ہمراہ 10 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ پیغام مختصر یعنی 10 لائن سے زیادہ نہ ہو زیادہ لائن ہونے کی صورت میں 20 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ ورنہ آپ کی تحریر شائع نہیں کی جائے گی۔ اگر آپ اپنی تحریر کے ساتھ تصویر بھی شائع کروانا چاہتے ہیں تو 50 روپے کے ڈاک ٹکٹ ہمراہ ارسال کریں۔ قارئین اگر چاہیں تو اس کالم میں آپ خطوط بھی ارسال کر سکتے ہیں۔

کھنکھانچا رنج پیغامات۔ ماہنامہ نئی کہانی 29 حبیب بینک بزنس اردو بازار لاہور

پیغام مسلم لیگ (ن)

کی مرکزی قیادت کے نام

سندھ میں درجنوں مسلم لیگ (ن) کے ناراض سینئر اور قدیم رہنماؤں اور کارکنان کی کھپ موہو ہے۔ جو اس بات پر برہم نظر آتی ہے کہ ان کا احساس محرومی اور تحفظات کو دور کرنے کے لیے ان سے قیادت نے رابطہ قائم نہیں کیا۔ یہ رہنما اور کارکنان نامناسب حالات کے باوجود بھی پارٹی کے ساتھ وفادار اور مخلص رہے۔ جمہوری کچھ اسی وقت فروغ پاسکتا ہے جب وفاداری پارٹی کے آئین میں طے کردہ متعین مقاصد کے ساتھ ہم آہنگ رہے۔ اس سلسلہ میں قائداعظم محمد علی جناح کے کردار اور عمل کو مثال اور ماڈل بنایا جاسکتا ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے ہمیشہ پارٹی سے اختلاف رکھنے والوں کو فراخ دلی اور تحمل مزاحمی سے

برداشت کیا بلکہ اگر کوئی ساتھی ناراض ہو کر چلا گیا تو اسے منانے کے لیے خود چل کر ان کے ہاں جانے سے بھی دریغ نہ کیا۔

ایک دفعہ نواب اسماعیل خان (عظیم لنگی رہنما) نے کسی مسئلہ پر اختلاف کیا اور ناراض ہو کر اپنے آبائی گھر میرٹھ چلے گئے۔ تو قائداعظم محمد علی جناح دہلی سے خود انہیں منانے کے لیے ان کے گھر میرٹھ تشریف لائے۔

اسی طرح ایک لنگی رہنما مولانا ظفر احمد انصاری بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر مذاکرات کے اختتام پر میڈیا کے سامنے قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا کہ۔

"میں نے مذاکرات میں طے پانے والے فیصلوں کی توثیق اس شرط کے ساتھ کی کہ اس کی منظوری آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی بھی دے۔"

"تم اپنے دوست کا ساتھ کب تک چاہتے ہو.....؟" میں نے ایک "آنسو" سمندر میں گرا دیا اور کہا۔

"جب تک تم اس کو ڈھونڈ نہ لو تب تک۔" اس پر سمندر رو پڑا اور کہا۔

"کاش! میرا بھی کوئی دوست ہوتا.....!"

دوستی سمندر ہے دوستی کنارہ ہے
دوستی ہی دنیا میں چھینے کا سہارا ہے
دوستی کسی وجہ سے یا کسی مقصد کے لیے نہیں کی جاتی۔ مگر جب یہ ہو جاتی ہے تو زندگی کا مقصد اور چھینے کی وجہ بن جاتی ہے۔

دوست: دوست نہیں دل کی دعا ہوتا ہے
محسوس تب ہوتا ہے جب یہ جدا ہوتا ہے
دوست کے بنا جینا ایک سزا ہوتا ہے
دوست آپ کے جیسا ہو تو چھینے کا مژہ ہوتا ہے

پیارے قارئین! دوستی کے مذہب میں سب ایک ہیں۔ سب برابر ہیں۔ نہ کوئی بڑا نہ کوئی چھوٹا نہ کوئی امیر نہ کوئی غریب نہ کمزور نہ طاقتور دوستی رنگ، نسل، عمر، ذات، پات اور مذہب کے تفرقات سے بالاتر اور پاک ہے۔ دوستی دراصل محبت اور محبت پوجا کا نام ہے۔ منجیدہ مزاج لوگوں کو ناصحیات ثابت قدم مخلصانہ دوستی کی دعوت عام ہے۔

بلا محسن بشیر موبائل نمبر 0321-6243546 گجرات

سہمی زیدی کے نام

آپ ایک بہترین اور دل پسند فنکارہ ہیں۔
آپ کے بے شمار پرستار ہیں جو آپ کے پروگرام

..... سہمی زیدی پر 143 ہوں 2014ء

آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی میں منظوری کے لیے جب یہ مسئلہ پیش ہوا تو کمیٹی کے ایک رکن قاضی عیسیٰ نے دریافت کیا کہ کیا آپ کو خود اس سے اتفاق نہیں تھا.....؟ اس پر میں نے با ساختہ جواب دیا کہ اگر ایسا ہوتا تو میں اس کی تائید ہی کیوں کرتا۔ میرے نوجوان ساتھی! تم یہ بات ذہن نشین کر لو کہ کوئی شخص عقل کل نہیں ہوتا اور ورکنگ کمیٹی کے سامنے پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر اس فیصلے میں کوئی کمی یا غامی موجود ہو تو اس کو دور کرنے کی کوئی تدبیر اختیار کی جاسکے اور اہم بات یہ بھی ہے کہ اس جدوجہد میں جو لوگ شریک ہیں وہ برابر کے سٹینگ ہولڈر ہیں میرے ذاتی نوکر نہیں جن کا کام صرف میرے فیصلوں کی من و عن تائید کرنا ہو۔"

یاد رکھیے کہ قوم کے لیے اجتماعی فیصلے ہمیشہ اجتماعی دانش کے متقاضی ہوتے ہیں۔ ان ذریعہ اصولوں کے تناظر میں لیگی اعلیٰ قیادت کو کارکنان اور رہنماؤں کے تحفظات دور کرنے کی سر توڑ کوششیں کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ چوہدری قمر جہاں علی پوری
معرفت زکریا شمس اولڈ بکسٹر انگلہ باری گیٹ ملتان

شمع فروزاں

ہم میں سے زندہ وہی رہے گا جو دلوں میں زندہ رہے گا اور دلوں میں وہی زندہ رہتے ہیں جو خیر بانٹتے ہیں، محبتیں بانٹتے ہیں اور آسانیاں بانٹتے ہیں.....!
ایک دن زندگی نے مجھ سے سوال کیا۔

میں غربت کا خاتمہ ممکن ہو سکے اور مستحقین کے چہرے پر بھی رونق نظر آ سکے۔ چوہدری وسیم افضل جوڑائیڈوکیٹ کی صحت سلاستی اور کامیابیوں کے لیے خدا سے دعا گو ہوں۔

ہاشم بٹیر، موبائل نمبر 0321-6243546 کجرات

ایک بھائی کی ضرورت ہے

مجھے ایک پیارے سے بھائی کی ضرورت ہے۔
 عمر کی عمر 12 سے لے کر 15 سال ہو۔ مجھے فورا
 S.M.C کرے۔

ایب رشید، موبائل نمبر 0044-7922838325

مسافر کے نام

اے کاش میں آپ کا نام یا ایڈریس اس وقت
 آپ سے پوچھ لیتا تو آج میں اتنا اداس نہ ہوتا کیونکہ
 آج بھی میں وہ سفر نہیں بھول سکا جو ملتان سے لے کر
 کراچی تک تیرے رنگ کیا مجھے آج بھی وہ منظر یاد
 ہے کہ پورے ہسٹال میں سٹک گاڑی جنگل بیاہاں میں
 کھڑی رہی۔ اے کاش کہ وہ وقت وہی پر ختم جاتا
 اور ہم دونوں جدا نہ ہوتے۔

اگر یہ سطر میں آپ کی نظر سے گزریں تو ہمیں
 یاد کر لیتا۔

ایم نواز شاہین، منٹوئی



بے حد شوق سے دیکھتے ہیں۔ آپ شو بزنس کے میدان
 میں کمال مہارت رکھتی ہیں۔ ڈرامہ میوزک اور میزبانی
 جو بھی پروگرام ہو آپ پر سیٹ ہو جاتا ہے۔ جیسے آپ
 اس رول کے لیے ہی پیدا کی گئی ہیں جو آپ کو دیا گیا
 ہے۔ آپ جیسی خوبصورت لب و لہجہ والی آواز شاید
 کسی اور اداکارہ کی نہ ہو۔ پلیز! آپ ڈراموں وغیرہ
 میں نظر آئیں۔ آپ کی اداکاری اور آپ کی صلاحیتیں
 ہمیں بہت متاثر کرتی ہیں۔ امید ہے کہ آپ آئندہ
 پروگرامز میں ضرور حصہ لیا کریں گی۔

چوہدری قمر جہاں علی پوری
 معرفت زکریا شمس اولڈ بکسٹر انٹرنیٹ لائبریری ملتان

چوہدری وسیم افضل جوڑائیڈوکیٹ

دکھی انسانیت کے مسیحا.....!
 آج کے نفسا نفسی کے دور میں بہت کم لوگ
 ہیں جو کسی مجبور یا ضرورت مند کے کام آتے ہیں۔
 دولت کی ہوس اور لالچ نے آج کے انسان کو حقوق
 العباد سے غافل اور بے حس بنا دیا ہے۔ لیکن چوہدری
 وسیم افضل ایڈوکیٹ ایک عہد ساز شخصیت کی عکاسی
 کرتے ہیں اور انہیں اگر میرٹ پر لایا جائے تو وہ دکھی
 انسانیت کے مسیحا ہیں۔ یاد رہے کہ جوڑائیڈوکیٹ ان کو خدا
 نے بے پناہ طاقت سے بے پناہ دولت اور غریبوں کی مدد
 کرنے کے لیے ایک بہت بڑا دل بھی عطا کیا ہے۔
 کاش! اس ملک کا ہر بااثر انسان ایسا ہی نیک رحم دل
 مہربان اور دکھی انسانیت کا مسیحا بن جائے تو اس ملک

عزیز قارئین!

سلام خلاص! آپ کا اپنا خادم انسانیت سید راحت علی شاہ (روحانی سکالر) آپ کے کالم روحانی دنیا کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہے اور ہدیہ سلام پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ پاک آپ کو اپنی امان میں رکھے (آمین)

تاکامیاں آپ کا مقدر ہیں۔۔۔۔؟ نہیں۔۔۔۔ بالکل نہیں۔۔۔۔ تو اس قدر مایوسی کیوں؟

نا کامیاں، نا اتفاقیوں، کمزوری، حالات تمام گھریلو کاروباری پریشانیوں تمام الجھنیں تمام رکاوٹیں خاوند کا نامناسب رویہ دشمنوں، حاسدوں کا خوف، اولاد کا نہ ہونا معذور پیدا ہونا بندش شادی، بندش رشتہ، ناطہ تعویذات، جادو، ٹوٹنے کا، علم کے برے اثرات کی وجہ سے برہاوی تمام روحانی جسمانی اور آسمانی بیماریاں سرگی، ڈپریشن، مزید اولاد کے لئے رابطہ کریں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج میں اپنی ذات کے حوالے سے مطمئن ہوں کہ وہی خواتین و حضرات اپنی زندگی خوشگوار مثالی اور پرسکون طریقے سے گزار رہے ہیں یہ علم حق کی سچائی کا ثبوت ہے کہ وہ اپنی منزلوں پر کامیاب و کامران دکھائی دیتے ہیں اور بارگاہ الہی میں میرے جیسے حقیر کے لئے دعائیں کرتے ہیں تاکہ میں وہی لوگوں کے مزید کام آسکوں ہم بھی مخلوق خدا کا رخصت ماہنامہ اپنی کہانی کی خدمت کے لئے **0300-6483614** (24 گھنٹے موجود رہتے ہیں) تاکہ آپ ہم سے رابطہ کر کے فیض یاب ہوں کیونکہ ہو سکتا ہے آپ نے حصول مقصد کے لئے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ غلط ہو یہ بھی حقیقت ہے کہ الجھنوں پریشانیوں میں ٹھہرا ہوا انسان ذہنی طور پر اس قابل نہیں رہتا کہ وہ راہ نجات خود ہی تلاش کر سکے لہذا آپ ہماری خدمات حاصل کریں دنیا کے قدیم اور پراسرار علوم کے ذریعہ آپ کی مکمل راہنمائی کریں گے۔ انشاء اللہ آپ کامیاب ہوئے۔

تمام قارئین کرام سے امید واثق ہے کہ آپ کا تعاون اسی طرح جاری رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ خدمت انسانی میں عبادت ہے

سید راحت علی شاہ شاہین چوک جی ٹی روڈ گجرات پاکستان
0300-6483614

جہ: سکون قلبی چاہتا ہوں

لاہور

محمد رشید

سوال = ہمارے پاس سب کچھ ہے مگر سکون نہیں ہے بہت بڑا گھر ہے دولت ہے یوں کہہ لیں جو چیز چاہوں خرید سکتا ہوں مگر سکون نہیں ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟

جواب = محترم محمد رشید صاحب! آپ نے لکھا کہ میرے پاس بہت کچھ ہے مگر سکون نہیں ہے۔ اگر آپ سکون کی دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو لوگوں کی خدمت کریں۔ ایک اور بات ذہن میں رکھیں کہ خدمت کروانا بہت آسان ہے لیکن خدمت کرنا بہت مشکل ہے۔ خدمت کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ خدمت کرنا بھی ہر کسی کے نصیب میں نہیں ہوتا تو محترم آپ! آج سے بلکہ ابھی سے اللہ کے بندوں کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں اور پابندی نماز کریں۔ آپ کو سکون قلبی نصیب ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

جہ: بہت جلد کامیابی ملی

محمد ایوب

سوال = عرصہ نو سال سے شادی شدہ تھا لیکن اولاد نہ تھی۔ دنیا جہاں کے علاج کروائے بیوی سے ہر وقت لڑائی جھگڑا اولاد نہ ہونے کی وجہ سے

ہوتا تھا۔ ہمارے گھریلو حالات کشیدہ تھے اور نوبت علیحدگی تک پہنچ گئی تھی۔ "ماہنامہ سچی کہانی" پڑھ کر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے نہایت خلوص اور محنت سے وہ تمام مشکل ترین عملیات خود کیے جو میں نہیں کر سکتا تھا۔ ان عملیات کی بدولت ہمیں اب امید بندھی ہے تمام گھرانہ خوشیوں سے بھر گیا ہے۔ میں تو کیا تمام گھرانہ آپ کے لیے دن رات دعائیں کرتا ہے۔ میں اپنے جیسے دکنی بھائیوں کو مشورہ دیتا چاہتا ہوں کہ اگر وہ بے اولاد ہیں یا اولاد نرینہ کے طالب ہیں تو وہ بھی میری طرح "آپ" سے رابطہ کریں

جواب = محترم محمد ایوب صاحب! میں اس ذات باری کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ کی مشکلات اور بے اولادی کا خاتمہ ہوا۔ آپ اب صاحب اولاد ہونے والے ہیں اور گھریلو ماحول بھی خوشگوار ہو گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ کو نیک اور صالح بیٹا عطا فرمائے (آمین) آپ سے التماس ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور نفل شکرانہ ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب ایم اے زاہد صاحب جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں یاد رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔

بے گھر، تنگدستی، قرض تلے دبے مجبور، بہن بھائیوں میرے ساتھ رابطہ کریں۔ میں آپ سے ایک فون کال کی دوری پر موجود ہوں۔ فون ملائے اور آرمائے۔ کامیابی یقینی طور پر ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ

انشاء اللہ تعالیٰ۔ ☆

☆ نخوست اور پریشانیوں کی یقین دہانی
☆ خادم حسین

سوال = چاروں اطراف سے نخوست اور پریشانیوں نے ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ پریشانیوں کا سلجھاؤ نہیں ملتا۔ دوسرا نخوست نے ہر طرف سے جکڑ رکھا ہے۔ ہر طرف سے پھنس گیا ہوں۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟

جواب = سخی اثرات کی وجہ سے ایسا ہے آپ صدق بھی ادا کریں ساتھ پابندی نماز کریں ہر نماز کے بعد "313 مرتبہ واللہ سبحانہ و تعالیٰ" (سورۃ آل عمران آیت نمبر 34) پڑھیں اول و آخر تین تین مرتبہ درود شریف ضرور پڑھیں اور دعا کریں آپ یہ عمل اپنی روز تک جاری رکھیں

☆ سب کچھ یر باد ہو چکا تھا

☆ سجاد حسین
سوال = میں نے عزیزوں رشتہ داروں سے قرض لے کر بڑے پیمانے پر کام شروع کیا چند ماہ کام ٹھیک رہا پھر اس میں نفع کی بجائے نقصان ہونا شروع ہو گیا۔ آہستہ آہستہ سب کچھ ختم ہو کر رہ گیا تھا۔ قرض سر پر بہت چڑھ گیا تھا۔ خدا گواہ ہے کہ میں بہت ہی زیادہ پریشان

تھا۔ ایک دن "ماہنامہ جی کہانی" پڑھ کر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے نہایت خلوص اور بھرپور سے ہمارے لیے مشکل ترین عملیات خود کیے۔ جو میں نہیں کر سکتا تھا۔ ان کی بدولت میرا قرضہ بھی اترنا شروع ہو گیا ہے اور کاروبار بھی آہستہ آہستہ بہتری کی طرف جا رہا ہے میں تو دن رات آپ کو دعائیں دیتا ہوں اور اپنے جیسے دکھی بھائیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بھی اپنے مسائل کے حل کے لیے "آپ" سے رابطہ کریں

جواب = محترم سجاد حسین صاحب! میں اس ذات باری کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ کا کاروبار پھر سے چل پڑا اور آپ کا قرضہ بھی اترنا شروع ہو گیا ہے۔ اب آپ ایک بہترین اور مثالی زندگی بسر کر رہے ہیں دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ کو مزید کامیابی عطا فرمائے (آمین) آپ سے التماس ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور نفل شکرانہ ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب ایم اے زاہد صاحب جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں یاد رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ.....

☆ نواد (خاص کر اولاد فریاد) کے لیے پریشان نہیں بھائیوں میں آپ سے ایک فون کال کی دوری پر موجود ہوں۔ فون ملائیے اور آزمائیے۔ کامیابی یقینی طور پر ہوگی

☆ الجھنوں میں پھنس گیا ہوں ☆

عابد علی جھنگ

سوال = میں الجھنوں سے چھٹکارا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے میں نے بہت سے وظائف کیے اور بہت سے تعویذات بھی لیے مگر ان کا الٹا اثر ہوا آپ کے بارے میں "ماہنامہ ہجی کہانی" میں پڑھا اور بہت سے لوگوں سے سنا ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟

جواب = بد عملیات کے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے آپ پابندی نماز کریں ہر نماز کے بعد "135 مرتبہ "ت" بسم اللہ بسم اللہ بسم اللہ" پڑھیں اول و آخر تین تین مرتبہ درود شریف ضرور پڑھیں اور دعا کریں آپ یہ عمل چاندی 2 تاریخ سے لے کر 22 دن تک جاری رکھیں آپ یہ عمل بعد از نماز عشاء سے شروع کریں ہجی کہانی میرے شوہر کانوں کے کچے تھے ہجی کہانی ضرور بند کیا۔

سوال = میرے شوہر کانوں کے کچے تھے۔ جو کچھ ان کی ماں اور بہنیں کہتی تھیں اس پر آنکھیں بند کر کے عمل کرتے تھے میری نہیں سنتے تھے۔ پہلے میری سنتے تھے لیکن اب جو میں کہتی اس کا الٹ کرتے تھے۔ میری سانس اور میری نندیں مجھے تباہ کرنے پر تکی ہوئی تھیں۔ میں ذہنی طور

پر میں مفلوج ہو چکی تھی۔ "ماہنامہ ہجی کہانی" پڑھ کر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے بہت محنت اور خلوص سے تمام عملیات جو کہ مشکل ترین تھے وہ انھوں نے خود کیے..... جن کی بدولت میرا شوہر راہ راست پر آگیا ہے اب میرے شوہر 'ماں' بہنوں کی باتوں میں نہیں آتے۔ اب مجھے ذہنی سکون ہے اور اب میرا شوہر ہم سب کا بہت خیال رکھتے ہیں میں تو دن رات آپ کو دعائیں دیتی ہوں کہ اللہ آپ کا بھٹا کرے (آمین) میں اپنی جیسی دکھی بہنوں کو یہ کہنا چاہتی ہوں کہ وہ بھی میری طرح "آپ" سے رابطہ کریں ہجی کہانی

جواب = جی ضرور بند کیا۔ میں اس ذات باری کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ کا نوتا ہوا گھر دوبارہ آباد ہو گیا ہے۔ آپ کا شوہر راہ راست پر آگیا ہے اب بچوں اور آپ کا خیال رکھتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک آپ دونوں کو ہمیشہ شاد و آباد رکھے (آمین) آپ سے التماس ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور فضل شکر ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب امیم اے زاہد صاحب جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں یاد رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ..... ہجی کہانی

نوٹ: (فائل کر اواؤ فریڈ) کے لیے پریشان مہینہ نیوں میں آپ سے ایف فون کال کی دوری پر مدد جو ہوں۔ فون ملائے اور آزمائیں۔ کامیابی یقینی طور پر ہوگی۔

☆ صحت اور شفاء نہیں ہو رہی جیڑا

☆ محمد ابراہیم اوکاڑہ

سوال = جوں جوں علاج کروا رہا ہوں مرض بڑھ رہا ہے تکلیف بہت زیادہ ہے اب تو کھانا بھی نہیں کھا سکتا۔ ہر قسم کے علاج کرائے مگر صحت اور شفاء نہیں ملی۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ کوئی روحانی عمل تجویز فرمائیں؟

جواب = سفلی اثرات کی وجہ سے ایسا ہے آپ پابندی

نماز کریں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے

"۱۱ مرتبہ اللہ اکبر ابیات الكتاب

الحمید ۵۰ السراہیم السراہیم

السراہیم پڑھ کر پانی پر دم کر کے نہار منہ

پیئیں اور دعا کریں۔ مدت عمل ۱۴ روز ہے جیڑا

جیڑا خونی لکیروں سے نجات ملی ہوگا

☆ محمد یعقوب تحصیل نیلسا

سوال = پہلے کبھی کبھار ایسا ہوتا تھا اب تقریباً روزانہ کا

معمول بن چکا تھا گھر یعنی صحن کمروں میں

خون کی بارش ہوتی تھی۔ جب سے ایسا ہو رہا

تھا میرے تمام اہل خانہ وحشی اور پاگل بن

جاتے تھے۔ ایک دوسرے کو مارنے کے

درپے تھے۔ ایک دوسرے کا سر تو کئی مرتبہ

پھاڑ چکے تھے کسی وقت بھی کوئی بڑا حادثہ ہو سکتا

تھا بہت پریشانی تھی۔ میں نے "ماہنامہ سچی کہانی"

پڑھ کر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب)

سے رابطہ کیا انہوں نے ہمارے گھر کو جادو ٹونہ

کے اثرات سے بچانے کے لیے تمام مشکل

ترین عملیات خود کیے۔۔۔۔۔ جن کی بدولت آج

وہی میرا گھرانہ ایک مثالی گھرانہ بن گیا ہے

خدا گواہ ہے کہ ہم دن رات آپ کے لیے

دعا میں کرتے ہیں اور میں اپنے جیسے دکنی

بھین بھائیوں کو مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ وہ بھی

میری طرح "آپ" سے رابطہ کریں جیڑا

جواب = محترم محمد یعقوب صاحب! میں اس ذات باری

کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے

آپ کے اور اہل خانہ پر کیے گئے جادو ٹونہ کے

اثرات کا خاتمہ ہوا۔ اب آپ تمام اہل خانہ

آپس میں مل جل کر پیار اور محبت سے رہنے

لگے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ کو اور

آپ کے اہل خانہ کو سلامت رکھے (آمین)

آپ سے التماس ہے کہ آپ سب سے پہلے

اللہ تعالیٰ کے حضور نقل و شکر ادا کریں پھر ہر

نماز کے بعد جناب الیم اے زاہد صاحب!

جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر کو اپنی

مقدس دعائیں میں یاد رکھیں۔ اللہ پاک!

آپ کو اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔۔۔۔۔ جیڑا

جیڑا کاروبار آہستہ آہستہ ختم ہو رہا ہے جیڑا

☆ عام حیدر ساہیوال

سوال = کاروبار میں کوئی برکت نہیں ہے جو کھاتے

اگر طاق کا مسئلہ ہے تو فوراً حل ہو گا۔ بہن بھائیوں میں آپ سے ایک فون کال کی ضرورت ہے

جو جوہر میں۔ فون ملائیے اور آزمائیے۔ کامیابی یقینی طور پر ہوگی

ہیں وہی کھاتے ہیں اصل رقم جو "راس" ہے وہ آہستہ آہستہ ختم ہوتی جا رہی ہے بہت سے سیالوں سے رابطہ کیا بہت سے تعویذات بھی لیے مگر نڈارد۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟

جواب = بد عملیات کے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے آپ گوشت کا صدقہ بھی ادا کیا کریں ساتھ پابندی نماز کریں اور نماز عشاء کے بعد 100 مرتبہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ 0 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ 0 پڑھیں اول و آخر تین تین مرتبہ درود شریف ضرور پڑھیں اور دعا کریں۔ مدت عمل 40 روز ہے ☆

☆ ساس نے میرا جینا حرام کر رکھا تھا جینا ذکیہ خانم اسلام آباد

سوال = میری ساس بات بات پر مجھے خوب ذلیل و رسوا کرتی تھی ہر وقت میرے خلاف باتیں کرتی تھی اور اپنے بیٹے یعنی میرے خاوند کو ہر وقت کوئی نہ کوئی پتی پڑھاتی رہتی تھی۔ میری ساس نے میرا جینا حرام کر رکھا تھا۔ میری زندگی حیوانوں کی طرح تھی۔ میری ساس کو مجھے اذیت دے کر سکون ملتا تھا۔ میں نے "ماہنامہ بچی کہانی" پڑھ کر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے بہت محنت اور خلوص سے تمام مشکل عملیات خود کیے جن کی بدولت آج وہی میری

ساس میری تعریفیں کرتی نہیں تھکتی اور مجھے بیٹی کہہ کر پکارتی ہے۔ میں تو دن رات آپ کو دعائیں دیتی ہوں اور اپنی جیسی دکھی بہنوں کو مشورہ دیتا چاہتی ہوں کہ وہ بھی اپنے ایسے مسائل کے حل کے لیے "آپ" سے رابطہ کریں ☆

جواب = بیٹی ذکیہ خانم صاحب! میں اس ذات باری کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ کی ساس راہ راست پر آگئی ہے۔ اب آپ کی ساس آپ سے پیار اور آپ کی بہت عزت کرتی ہے دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ کو اپنے گھر میں سدا آباد و شاد رکھے (آمین) آپ سے التماس ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور نفل شکرات ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب ایم اے زاہد صاحب جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں یاد رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ..... ☆

☆ میں بے خوابی کا مریض ہوں جینا ذکیہ خانم محمود شکر گزار

سوال = مجھے رات کو نیند نہیں آتی بہت سی دوائیں بھی لی ہیں مگر مسلسل دماغی کشمکش کی وجہ سے میں بے خوابی کے مرض میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ میں نے بہت سے علاج کیے تعویذات بھی لیے مگر کوئی آفاق نہیں ہوا۔ آپ سے التماس ہے

☆ اواز کی نافرمانی سے حادثہ میں آپ اور مجبور بہن بیویوں میں آپ سے ایک فون کال کی دوری پر موجود ہوں۔ فون مارا ہے۔ کامیابی یقینی طور پر ہوگی ☆

کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟

جواب = فکر آلام، خوف، رنج، دماغی خشکی کی وجہ سے

ایسا ہے آپ پابندی نماز کریں اور نماز عشاء

کے بعد (سورۃ بقرہ کی پہلی آیت مرتبہ

لَعَلَّ ذٰلِكَ الْكِتَابُ الْاَرْقَمُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تک چند بار پڑھنے سے نیند کی

میں کمی آگوش نصیب ہو جائے گی ☆

☆ میرے خاوند راہ راست پر آگئے ☆

سوال = میرے خاوند دوسری عورتوں سے تعلقات

رکھتے تھے کئی بار گھر میں اس وجہ سے لڑائی

جھگڑا بھی ہوا.... مگر میرے خاوند اپنی گندی

اور اوجھی حرکتوں سے باز نہ آئے۔ میرے

سامنے دوسری عورتوں کو فون کرنا ان کا معمول

تھا۔ میں بہت بے بسی زندگی بسر کر رہی تھی۔

ایک دن "ماہنامہ نئی کہانی" پڑھ کر آپ

(سید راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا

انھوں نے مجھے اپنی بیٹی سمجھتے ہوئے وہ تمام

عملیات جو کہ مشکل ترین تھے انھوں نے

میرے لیے خود کیے.... ان عملیات کی بدولت

آج میرے خاوند راہ راست پر آگئے ہے

اب میرا اور بچوں کا بہت خیال رکھتے ہیں۔

اب تمام گندی اور اوجھی حرکتوں کو چھوڑ چکے

ہیں۔ میں تو دن رات آپ کو دعا کرتی رہتی

ہوں اور اپنے جھکی دکھی بہنوں کو مشورہ دیتی

ہوں کہ وہ بھی میری طرح "آپ" سے رابطہ

کریں ☆

جواب = بیٹی سعد یہ جہیں صاحب! میں اس ذات باری کا

انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ کا

خاوند راہ راست پر آگیا ہے اور گندی حرکتوں

سے باز آگیا ہے اب آپ کا اور بچوں کا بہت

خیال رکھتا ہے۔ آپ کا گھر ایک مرتبہ پھر سے

آباد ہو گیا ہے دعا ہے اللہ پاک! آپ کو سدا

آباد اور شاد رکھے (آمین) آپ سے التماس

ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور

لفل شکرانہ ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب

ایم اے زاہد صاحب جناب طاہر امین صاحب

اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں یاد

رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔

انشاء اللہ تعالیٰ..... ☆

☆ گھریلو اختلاف بیماری ☆

☆ محمد حسین ☆

سوال = ہمارے گھر پر محبت کے سائے ہیں جس کی

وجہ سے گھریلو اختلاف، تنگدستی، پریشانی اور

بیماری کا غلبہ ہے اس نحوست کی وجہ سے ہر

وقت لڑائی رہتی ہے۔ آپ سے التماس ہے

کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟

☆ کا اہم چاروں نوٹ اور آسیب کے اثرات کی وجہ سے بے بسی کی زندگی بسر کرنے والے بہن بھائیوں میرے ساتھ رابطہ کریں۔ میں آپ سے ایک فون کال کی دوری پر موجود ہوں۔ فون مانیٹ اور آزمائے۔ کامیابی یعنی عبور پر ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ ☆

جواب = بد عملیات کے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے
آپ پابندی نماز کریں ہر نماز کے بعد "313
مرتبہ دُستِ غفور و رحیم" (سورۃ آل
حسراں آیت نمبر 31) پڑھیں اول و آخر
تین تین مرتبہ درود شریف ضرور پڑھیں اور
دعا کریں آپ یہ عمل چاند کی 2 تاریخ سے
لے کر 22 دن تک جاری رکھیں آپ یہ عمل
بعد از نماز عشاء سے شروع کریں آمین

☆ مردہ اولاد پیدا ہوتی تھی ☆

☆ فرانس پروین فیصل آباد
سوال = میری شادی کو نو سال ہو چکے تھے ان نو سالوں
کے دوران میرے ہاں پانچ بچے پیدا ہوئے
تھے اور پانچوں ہی فوت ہو گئے تھے۔ میں
ذہنی طور پر بہت ہی زیادہ پریشان تھی کہ تک
میری ساس اور سر میرے خاوند کی دوسری
شادی کرنا چاہتے تھے میں نے "ماہنامہ بچی کہانی"
پڑھ کر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب)
سے رابطہ کیا انھوں نے بڑی محنت اور خلوص
سے تمام عملیات خود کیے۔ جن کی بدولت
آج میری گود میں بیٹا ہے اب میرے خاوند
اور میرے سسرالی سب کے سب مجھ سے اور
میرے بیٹے سے بہت پیار کرتے ہیں۔ خدا
گواہ ہے کہ میں آپ کو دین رات دعا کریں
دیتی ہوں اور اپنی جھسی دھکی بہنوں کو مشورہ دینا

چاہتی ہوں کہ وہ بھی میری طرح اپنے مسائل
کے لیے "آپ" سے رابطہ کریں آمین
جواب = بیٹی فرانس پروین صاحب! میں اس ذات باری
کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے
آپ کو صحت مند اور زندگی والا بیٹا عطا ہوا۔
بچوں کا بار بار مرنا بہت خطرناک مرض ہوتا
ہے اور اس موذی مرض سے آپ کو نجات ملی۔
دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ کو سدا آباد و شاد
رکھے (آمین) آپ سے التماس ہے کہ آپ
سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور نفل شکرانہ
ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب ایم اے زاہد
صاحب جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر
کو اپنی مقدس دعائیں میں یاد رکھیں۔ اللہ پاک!
آپ کو اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ آمین
☆ گھر کا سکون ختم ہو چکا ہے ☆

☆ نیکسلا

سوال = کالی گارڈن روڈ کی جھگڑا اور بچوں کی نافرمانی
کی وجہ سے گھر کا سکون تباہ ہو چکا ہے
ہر وقت کچھ نہ کچھ جھگڑا ہوتا ہے بچوں کو ہم نے
بہت سکھایا مگر وہ کلمائی نہیں سنتے۔ وہ کھٹکی کی
 بجائے اس کی بے عزتی کرتے ہیں۔ آپ مدد
فرمائیں اور کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟
جواب = بد عملیات کے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے
آپ پابندی نماز کریں ہر نماز کے بعد "127

☆ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ اس مسئلہ کو حل فرمائے۔
☆ کالی گارڈن روڈ کی جھگڑا اور بچوں کی نافرمانی کی وجہ سے گھر کا سکون تباہ ہو چکا ہے۔

مرتبہ بسا سہبہ سن با باسط یا باقی
 پڑھیں اول و آخر تین تین مرتبہ درود شریف
 ضرور پڑھیں اور دعا کریں آپ یہ عمل چاند کی
 5 تاریخ سے لے کر 25 دن تک جاری رکھیں
 آپ یہ نفل بعد از نماز عشاء سے شروع کریں ہنہ
 ہنہ بچیوں کی عمریں بڑھ رہی تھیں ہنہ

امتل النساء
 حیدر آباد
 سوال = میری دو بچیوں کی شادی نہیں ہو رہی تھی۔
 بچیوں کی عمریں بڑھ رہی تھیں میری رات کی
 نیند اور دن کا چمکنا بھگن چکا تھا۔ کوئی ہل سکون
 نہیں تھا بہت ہی زیادہ پریشانی تھی۔ میں نے
 ”ماہنامہ نئی کہانی“ پڑھ کر آپ (سید راحت
 علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے
 مجھے اپنی بہن سمجھتے ہوئے وہ تمام عملیات جو کہ
 بہت مشکل تھے جو میں نہیں کر سکتی تھی انھوں
 نے خود کیے۔ جن کی بدولت میری ایک بیٹی
 کی شادی ہو گئی ہے اور دوسری کی نسبت طے
 ہو گئی ہے میں تو پھر سے زندہ ہو گئی ہوں۔ خدا
 گواہ ہے کہ میں آپ کو دن رات دعائیں
 دیتی ہوں اور اپنی جیسی دکھی پریشان بہنوں کو
 مشورہ دیتی ہوں کہ وہ بھی میری طرح اپنے
 مسائل کے حل کے لیے ”آپ“ سے رابطہ
 کریں ہنہ

جواب = بہن امتل النساء صاحبہ! میں اس ذات باری کا
 انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ
 کی ایک بیٹی کی شادی اور دوسری بیٹی کی نسبت
 طے ہو گئی ہے ان پر جو ”بندش شادی“ تھی اس

کا خاتمہ ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ پاک! سب کی
 بیٹیوں کو اپنے اپنے گھروں میں سکھی رکھے
 (آمین) آپ سے التماس ہے کہ آپ سب
 سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور نفل شکرانہ ادا
 کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب ایم اے زاہد
 صاحب جناب طاہر امین صاحب اور اس فقیر
 کو اپنی مقدس دعائیں میں یاد رکھیں۔ اللہ پاک!
 آپ کو اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ہنہ
 ہنہ دوسرے کی بے عزتی کرتے ہیں ہنہ
 حیدر آباد

سوال = میرے گھر میں اتفاق نہیں ہے گھر کے تمام
 افراد اپنی اپنی بولی بول رہے ہیں۔ ایک
 دوسرے کی بے عزتی کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں
 ان کو سمجھا سمجھا کر تنگ آپکا ہوں۔ آپ سے
 التماس ہے کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز
 فرمائیں؟

جواب = بد عملیات کے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے
 آپ تمام اہل خانہ پابندی نماز کریں اور ہر
 نماز کے بعد درود شریف بکثرت سے پڑھیں
 اس کے بعد 100 مرتبہ اللہم بسببوں
 کبدا 100 و تبتدا کبدا 100 پڑھ کر تکیوں
 پر 11 روز تک دم کیا جائے۔ احتیاط لازمی
 ہے کہ ایک تکیہ دوسرا استعمال نہ کرے ہنہ

کاروباری بد حالی تھی

محمد یاسین

سوال = کاروباری بد حالی نے ختم کر کے رکھ دیا تھا

اسمائے الحسنیٰ

کا میاں بی کا راستہ

کیا آپ بے اولاد ہیں اولاد ہو کر مر جاتی ہے یا معذور پیدا ہوتی ہے یا صرف لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ رابطہ کریں۔ ہم دنیا کے قدیم پراسرار علوم کے ذریعہ سے آپ کی مکمل راہنمائی کریں گے۔ خالق کائنات آپ کو ضرور نیک اور صالح فرزند عطا فرمائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ...

☆ قرضہ اور بیماری جان نہیں چھوڑتی ☆
☆ نورانی لالہ موی ☆

سوال = بیماری جان نہیں چھوڑتی دوسرا قرضے نے پریشان کر رکھا ہے۔ قرضہ اٹھا اٹھا کر علاج کروائے مگر شفا نہیں ہو رہی اور قرضہ بھی دن بدن بڑھ رہا ہے۔ خدا گواہ ہے کہ بہت پریشانی ہے۔ آپ سے اتنا حساس ہے کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟

جواب = بد عملیات کے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے آپ پابندی نماز کریں ہر نماز کے بعد "134 مرتبہ با صابا صمد بحق اصحابیل" پڑھیں اذل و آخر تین تین مرتبہ درود شریف ضرور پڑھیں اور دعا کریں آپ یہ عمل چاند کی 9 تاریخ سے لے کر 29 دن تک جاری رکھیں آپ یہ عمل بعد از نماز عشاء سے شروع کریں ☆

☆ بچوں کی تعلیم کا مسئلہ ہے ☆

سابقہ سوال

محمد حسین

کبھی کوئی مشینری ٹوٹ جاتی اور کبھی کوئی مشین خراب ہو جاتی۔ لاکھوں روپے کا قرضہ لے کر کاروبار میں شامل کر دیا تھا مگر سب کا سب تباہ ہوتا نظر آ رہا تھا۔ فیکٹری چلنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔ بہت پریشانی تھی میں نے "ماہنامہ عجیب کہانی" پڑھ کر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے نہایت خلوص سے تمام مشکل ترین عملیات خود کیے۔ جن کی بدولت آج پھر میرا کاروبار آہستہ آہستہ چل پڑا ہے میں تو آپ کو دن رات دعائیں دیتا ہوں اور اپنے جیسے دیکھی بہن بھائیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ بھی میری طرح کے اپنے مسائل کے حل کے لیے "آپ" سے رابطہ کریں ☆

جواب = محترم یاسین صاحب! میں اس ذات باری کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ کی مشکلات کا خاتمہ ہوا اور آپ کے کاروبار پر جو کالے علم کے اثرات تھے ان کا خاتمہ ہوا۔ آپ کا کاروبار پھر سے چل پڑا ہے دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ کو مزید خوشیاں نصیب فرمائے (آمین) آپ سے اتنا حساس ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور نفل شکر ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب الیم اسے ذابہ صاحب جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں یاد رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ...

خصوصی اعلان

بیرون ممالک میں بھی آپ کی خدمت
بیرون ممالک خصوصاً شارجہ، ابوظہبی، دبئی،
سعودی عرب، امریکہ وغیرہ کے لوگ ایک فون
کال پر اپنا مسئلہ گارنٹی سے حل کروائیں۔
بیشمار مہینوں سے دور مہم جن مہین بنائوں کی خدمت

ایسے مسائل کے حل کے لیے "آپ" سے
رابطہ کریں ☆

جواب = بی بی زوبیہ ارم صاحبہ! میں اس ذات باری کا
انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ
کا پیچیدہ مسئلہ حل ہو گیا ہے اور خاص کر آپ کا
شوہر راہ راست پر آ گیا ہے اب وہ آپ پر
کوئی شک وغیرہ نہیں کرتا۔ آپ اس وقت
ایک بہترین اور مثالی زندگی بسر کرتی ہیں دعا
ہے کہ اللہ پاک! آپ کو سدا شاد و آباد رکھے
(آمین) آپ سے التماس ہے کہ آپ سب
سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور نفل شکرانہ ادا
کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب امیم اے زاہد
صاحب جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر
کو اپنی مقدس دعائیں میں یاد رکھیں۔ اللہ پاک!
آپ کو اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ..... آمین
آپ کا اپنا نسخہ خود انس نیت
(روحانی سکالر) سید راحت علی شاہ
شاہین چک۔ قی فی روزہ گجرات
(0300-6493614)

☆ ☆

☆ بی بی زوبیہ ارم 155ء جون 2014ء

سوال = میرے بچے تعلیم کی طرف دھیان نہیں دیتے
ہر وقت اُدھم مچاتے رہتے ہیں ہر وقت بڑوں
سے بدتمیزی کرتے رہتے ہیں۔ اپنی ضد پراڑ
جاتے ہیں پڑھائی وغیرہ میں کوئی دلچسپی نہیں
لیتے۔ بہت پریشانی ہے آپ سے عرض ہے
کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟

جواب = سفلی اثرات کی وجہ سے ایسا ہے آپ پابندی
نماز کریں ہر نماز کے بعد 21 مرتبہ چادوں
فل شریف "پڑھ کر پانی پر دم کر کے تمام
بچوں کو پلائیں۔ ہر روز پانی پر دم کرنا اور پلانا
ہے۔ مدت عمل 21 روز ہے ☆

☆ میرے شوہر کو عجیب بیماری تھی ☆

☆ زوبیہ ارم انلی (ITALY) ☆

سوال = میرے شوہر کو وہم کی بیماری تھی۔ ہم پردیس
میں رہتے ہوئے ان کی حرکتوں سے بہت
پریشان تھے۔ میرے خاوند مجھ پر شک کرتے
تھے اس وجہ سے میں ذہنی طور پر بہت پریشان
تھی۔ پاکستان سے میری ایک کنبلی کے کہنے
پر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے
رابطہ کیا انہوں نے مجھے اپنی بیٹی سمجھتے ہوئے
تمام مشکل ترین عملیات خود کیے..... جن کی
بدولت آج میں بہترین زندگی بسر کر رہی ہوں
اور میرے شوہر اب کوئی ایسی بات نہیں کرتے
جس سے بد مزگی پیدا ہو۔ میں تو آپ کو دن
رات دعائیں دیتی ہوں اور بیروں ملک میں
رہنے والی میری طرح جو بہنیں پریشان ہیں
ان کو مشورہ دینا چاہتی ہوں کہ وہ بھی اپنے

تحقیق چاند بابو

پرائز بانڈز کی دنیا

کسی نقصان سے بچنے کی بجائے پرائز بانڈز کی خرید پر توجہ دیں (ادارہ)

شعبہ فیصل آباد ڈرافٹ نمبر 58 02-06-2014 40000

00	002	021	101	200	500	550	66	
01	11	15	21	10	34	42	51	71
02	12	18	24	0	36	44	55	78
04	14	20	31	21	41	48	61	91
10	0021	0250	1012	1248	2001	5500	94	

شعبہ کوئٹہ ڈرافٹ نمبر 58 16-05-2014 200

00	010	037	112	211	387	523	58	
01	10	17	21	10 1 02 0 1	26	41	49	70
02	11	19	24		39	42	50	74
05	12	20	25		40	45	4	80
08	0100	0101	0102		1120	2110	7750	9

تحقیق بابا راؤ شاہ

انعامی مبلہ

کسی نقصان سے بچنے کی بجائے پرانے ہانڈز کی خرید پر توجہ دیں (ادارہ)

شہر فیصل آباد ڈرائیو 58 02-06-2014 40000

00	043	070	200	277	373	772	74		
01	07	20	28	0	7	40	48	54	77
02	10	22	31	7	41	50	70	80	
04	14	27	35	2	0	43	53	72	83
05	0702	1246	2140	2521	2770	7720	88		

شہر کوئٹہ ڈرائیو 58 16-05-2014 200

02	005	143	250	341	344	443	55		
03	16	27	31	1	4	34	43	46	63
10	22	28	32	4	40	44	48	70	
13	26	30	33	3	3	41	45	49	78
14	0005	0400	1433	3413	3443	4431	90		

تہذیبی اہلیت

تحقیق بیا کمال شاہ

کون آتس ن س نچنی بی با س پانز بانز ن فرید پرتوبہ یں (ااااا)

شیر فیساں آباور 58 ذراشیر 02-06-2014 40000

00	000	021	048	100	101	120	45		
01	05	11	15	0	1	24	28	39	58
02	07	12	20	2	25	33	40	71	
03	10	13	21	0	1	27	36	41	72
04	0210	0211	1200	4500	7505	9002	83		

شیر کوک 58 ذراشیر 16-05-2014 200

00	000	002	028	314	400	413	58		
01	06	11	18	4	4	31	39	43	62
02	07	13	21	1	33	40	44	68	
03	10	14	30	3	3	34	41	53	76
05	1470	2000	3143	4133	4134	4305	82		

تحقیق بیاروی شاہ

پیشکش کا منصوبہ

کسی نقصان سے بچنے کی بجائے پرانے ہانڈ لڑکی خرید پر توجہ دیں (ادارہ)

شہر فیصل آباد، ڈرائنگ نمبر 58									
02-06-2014									
40000									
00	005	012	051	052	150	250	40		
01	06	12	15	0	0	20	25	31	50
02	10	13	16	5	21	26	33	51	
04	11	14	17	2	1	22	30	35	52
05	0000	0025	0512	0520	1502	2501	58		

200										16-05-2014										58										شہر کوئٹہ ڈرائنگ نمبر																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																						
00	052	055	101	250	434	550	53																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																													

ایسوسی کیئر

انچارج۔ فضلہ ماہین

اس عنوان کے تحت ہمیں "یونی ٹیس" ارسال کریں ہم اسے آپ کے نام سے شائع کریں گے۔ خواتین چاہیں تو اپنی تصویر کے ساتھ بھی یونی ٹیس شائع کروا سکتی ہیں۔

کچھ یونی کیئر۔ ماہنامہ۔ سچی کہانی 29۔ پ ب بینک بلڈنگ اردو بازار لاہور۔

جلد کی حفاظت کے نسخے

یہ معمولی اور آسان ٹوٹے روزانہ کی بنیاد پر ہمارے لیے بہت مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہم بازار جا کر گلو کے حساب سے کریم اور لوشنز وغیرہ خرید کر لے آئیں اور ان سے اپنے آپ کو نکھارنے کی کوشش کرتے رہیں۔

لہذا یہاں چند ایسی ترکیبیں بتا رہی ہوں جن پر آپ عمل کر لیں تو آپ کی جلد صاف ہموار اور صحت مند رہے گی۔

ہلکا متوازن غذا استعمال کریں۔۔۔ آپ جو کچھ بھی کھا رہی ہیں اس کے اثرات آپ کی جلد پر ہونے چاہیں۔ ہلکا روزانہ تقریباً سات سے آٹھ گھنٹوں کی بھرپور نیند لیں۔۔۔ نیند کی کمی کے اثرات آپ کی آنکھوں کے گرد حلقوں اور شکنوں کی صورت میں نمودار ہونے لگتے ہیں۔

ہلکا اپنی جلد کو نرم رکھنے کے لیے۔۔۔ روزانہ سات سے آٹھ گلاس تازہ پانی ضرور پیا کریں۔ ہلکا روزانہ کی ورزش کو اپنا معمول بنالیں۔

۱۔ خوب تازہ ہوائیں۔ لیکن سرد اور گرم ہوا سے پرہیز راست لطف اندوز نہ ہوں بلکہ ان سے بچنے کی کوشش کریں۔

۲۔ دھواں کی شدت سے بچیں کیونکہ آگے چل کر اس کے اثرات بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ انٹر ایکٹ ہو جائیں آپ کے لیے کسی طور مفید نہیں ہیں۔

۳۔ اپنی جلد سے مردہ خلیات کو ہفتے میں کم از کم دو بار صاف کر لیا کریں۔

۴۔ اپنے چہرے کو کبھی صابن اور فلیمنز سے صاف نہ کریں بلکہ صرف صاف پانی سے دھو لیا کریں۔

بہر حال ان تمام متوازن غذاؤں اور نسخوں کا لب لباب یہ ہے کہ آپ کی جلد خوبصورت ہموار اور صحت مند دکھائی دیتی رہے۔

یاد رکھیں کہ آپ کا چہرہ آپ کے پورے جسم کی کھڑکی ہے۔ لہذا اس کھڑکی سے تازہ ہوا آنے دیں۔ اسے کریم لوشنز اور ایسی دوسری چیزوں سے بوجھل نہ کریں۔

ہلکا شاز یہ انصاری۔ سلاٹوالی ضلع سرگودھا ☆ ☆

طِبُّ ہونانی، طِبُّ روحانی اور طِبُّ نبوی ﷺ سے علاج

حکیم شیخ محمد امین گولڈ میڈلسٹ..... موبائل نمبر 0333-520355 www.devapk.com

ہومیو پیتھک بانجھ پن کے

خاتمے کے لیے بہترین طریقہ علاج

میرا طریقہ شریعت کے عین مطابق ہے
س = ڈاکٹر صاحب! کیا بانجھ پن کا خاتمہ ممکن ہے؟

جواب = ہومیو پیتھک اس دور میں ایک بہترین طریقہ

علاج ہے۔ بنایا بیٹی دینا یہ سب رب العزت

کے اختیار میں ہے۔ مگر میں دعوے سے کہتا

ہوں کہ ایسے لوگ جنہیں شادی کیے ہوئے

طویل عرصہ ہو گیا ہے مگر ان کے ہاں اولاد

نہیں ہوئی اور وہ مسائل کا شکار ہیں۔ وہ ایک

مرتبہ میرے پاس ضرور تشریف لائیں۔ میں

صرف ان کا کامیاب علاج کروں گا بلکہ ان

کے بانجھ پن کے خاتمے کے لیے ایسی ادویات

دوں گا۔ جن کے استعمال کے بعد اللہ تعالیٰ نہ

صرف ان کو اولاد دے عطا فرمائے گا بلکہ وہ

خوشگوار ازدواجی زندگی بھی گزار سکیں گے۔

پاکستان کے ساتھ ساتھ پوری دنیا میں ہومیو

پیتھک پر ریسرچ ہو رہی ہے۔ میں دعوے

سے کہتا ہوں کہ اب تک جو لوگ میرے پاس

آئے اور انہیں بیٹے یا بیٹی کی خواہش تھی میرے

علاج کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد دے

عطا کی۔ میں نے ہومیو پیتھک پر جدید ریسرچ

کی ہے جس کے نتیجے میں میرے پاس علاج

کی غرض سے آنے والے ہزاروں لوگ جن
میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو بیٹے کی
خواہش لے کر آئے..... بعض ایسے بھی تھے
جن کے گھر میں 4 سے 5 بیٹیاں تھیں اور وہ
بیٹے کی خواہش رکھتے تھے۔ ان کے گھر میں
بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے تنازعات جنم لے
رہے تھے۔ میرے علاج کے بعد رب العزت
نے انہیں اولاد دے عطا کی۔ اس کے بعد وہ
میرے علاج سے اس قدر مطمئن اور خوش
ہوئے کہ بعد میں اپنے ہمراہ سینکڑوں ایسے
جوڑے لے کر آئے جن کے ہاں اولاد نہ
نہیں ہو رہی تھی۔ وہ لوگ میرے پاس آئے
اور مجھ سے کامیاب علاج کروانے کے بعد
رب العزت نے انہیں بیٹے جیسی نعمت سے
نوازا۔ ہمارے پاس Azospor کا
خاص طور پر علاج کیا جاتا ہے۔

س = ڈاکٹر صاحب! آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ کے
علاج کے بعد 90 فی صد جوڑوں کو اللہ تعالیٰ
نے اولاد سے نوازا..... لیکن اس کے باوجود
ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے معاشرے کا ایک بڑا
طبقہ عامل اور پوروں فقیروں کے آستانوں کا
ریخ کرتا ہے۔ آخر وہ کون سے عوامل ہیں جن
سے عوام الناس صحیح یا غلط میں تیز کر سکتے ہیں؟
جواب = یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ متعدد لوگ ضعیف

العقادی کے باعث ایسے جلعسازوں سے متاثر ہوتے رہتے ہیں۔ ایک محتاط انداز نے کے مطابق پاکستان میں تقریباً 90'000 سے زائد عامل وغیرہ کام کر رہے ہیں اور ان کے پاس جانے والے سالکوں کی تعداد پانچ لاکھ یومیہ سے کم نہیں۔۔۔۔۔ آپ شہر کے کسی بھی گلی محلے کو سچے یا شہر کے کسی ویران کوٹے میں چلے جائیں وہاں آپ کو یہ عامل پیر فقیر ضرور دکھائی دیں گے اور سادہ لوح عوام خاص طور پر خواتین ان کا شکار بنتی ہیں۔

افسوس آج معاشرے میں ہر جگہ جادو نوٹے تعویذ گنڈے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ کالے جادو اور دوسرے عملیات کا باقاعدہ الاعلان دعویٰ کیا جاتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں شرک اور منتر غلط جھاڑ پھونک جو جادو کرنے والے ہیں وہ دوسرے افراد کو نقصان یا فائدہ پہنچانے کا کام جنات و شیاطین کے تعاون سے کرتے ہیں۔ جب یہ بد فطرت افراد شرک و کفر کرتے ہیں تو شیطان اس عامل کے ساتھ اس کام میں تعاون کرتا ہے کیونکہ یہ تعاون اس شرط پر ہوتا ہے کہ عوام الناس مرد یا عورت سے شرک کروایا جائے۔ غرض اخبارات میں دعوؤں سے مرعوب ہو کر پریشان حال لوگ ان عاملوں پر ہزاروں روپے خرچ کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اکثریت خواتین اور لڑکیوں کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتی ہے اور آستانے پر آنے والا ہر فرد اس امید کے ساتھ آتا ہے

کہ یہاں ہر اجماع عامل پیر فقیر اس کے تمام مسائل کو منٹروں سے حل کر دے گا۔ اس کے برعکس معاشرے میں کچھ ایسے عالم بھی ہیں جو لوگوں کے مسائل کے لیے قرآنی آیات و طائف دیتے ہیں اور وہ یہ کام فی سبیل اللہ کرتے ہیں اور لوگ شفا یاب بھی ہوتے ہیں لیکن ایسے بے غرض لوگ بہت کم ہیں۔

اچھا تو ایک اور بات یہاں قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ ہر انسان میں Perceptual Disorder ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو یہ زیادہ ہوتا ہے وہ مختلف چیزیں تصور کر لیتے ہیں کہ میرے آگے پیچھے کچھ لوگ پھر رہے ہیں یا فلاں چیز مجھے مار رہی ہے۔ سائنس کے مطابق بعض لوگوں کے Sensory Organs اتنے تیز ہوتے ہیں کہ وہ کرے کے دوسرے جانب یا شہر سے باہر ہونے والی چیزوں کو دیکھ یا سن سکتے ہیں۔ وہ صرف لاعلمی، جہالت اور ضعیف العقادی کی وجہ سے ان جعلی عاملوں اور پیروں کے جال میں پھنس جاتے ہیں ان میں زیادہ تعداد خواتین کی ہے۔ لوگ ہسٹیر یا جیسے مرض کا علاج جادو نوٹے سے کر داتے ہیں۔

س = ہسٹیر یا ہے کیا.....؟

جواب = ہسٹیر یا کا مرض زیادہ تر خواتین کو ہوتا ہے۔ مردوں میں اس کا تناسب انتہائی کم ہے۔ ہسٹیر یا ایک نفسیاتی مرض ہے۔ دراصل جب لڑکا اور لڑکی بالغ ہو جاتی ہیں تو ان کی جنسی

جلبت بیدار ہو جاتی ہے۔ یہ جنسی بھی ہو سکتی ہے۔ محبت میں کمی یا عدم توازن بھی ہو سکتی ہے جب یہ خواہشات پوری نہیں ہو پاتیں تو مریض عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ مریض کو محسوس ہوتا ہے کہ گلے میں گولہ آ کر ایٹک گیا ہے۔ ہاتھ پاؤں اکڑ جاتے ہیں۔ اس ہسٹیریا کے دورے کو لوگ جن یا آسیب کا نام دیتے ہیں۔ یہ سب جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ حالانکہ ہسٹیریا کے مرض میں جٹلا لڑکی کے علاج میں خاص احتیاط برتنی چاہیے۔ جادو کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا ذکر قرآن شریف میں ملتا ہے۔ مسلمانوں کے پاس قرآن شریف دنیا کی واحد عظیم ترین کتاب موجود ہے۔ جس میں بنیادی مسائل کا حل موجود ہے۔ ضرورت اس سے استفادہ ہونے کی ہے۔ جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو اس کے مرض کا باقاعدہ علاج ہونا چاہیے۔ ہم مذہب سے دور ہو رہے ہیں۔ لہذا معاشرے میں بے چینی خود غرضی اور توہم پرستی بڑھ رہی ہے۔

س = ڈاکٹر صاحب! یہ بتائیے کہ ازدواجی یا جنسی صحت کے حوالے سے کیا کیا غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور ان کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے؟

جواب = بھرپور زندگی گزارنے کے لیے انسان کا ذہنی، جسمانی اور جنسی طور پر صحت مند ہونا ضروری ہے۔ جسم کے دیگر نظاموں کی طرح انسان کا جنسی و تولیدی نظام بھی اس کی توجہ کا طالب ہوتا ہے اور جس طرح انسان کی جسمانی صحت

پر موسم جذبات، دوست و احباب، ثقافت، والدین، اساتذہ وغیرہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ جنسی صحت پر بھی یہ تمام چیزیں اثر ڈالتی ہیں لیکن ان میں سب سے اہم خود ہم ہیں۔ ہم دوسروں کے رویے کا ذکر تو بڑی شدت کے ساتھ کرتے ہیں مگر اپنے طرز عمل اور رویے کی طرف ہماری توجہ نہیں جاتی۔ حالانکہ ہمارا کردار یا رویہ ہماری سوچ اپنے اور دوسروں کے بارے میں ہمارے خیالات کا عکاس ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمیں اپنی سوچ اور کردار کا ناقدانہ جائزہ لینا چاہیے۔ اس طرح ہماری سوچ اور رویے میں جو مثبت تبدیلی ہوگی وہ ذہنی، جسمانی اور جنسی صحت کی بہتری میں اہم سنگ میل ثابت ہوگی۔ ماہرین نفسیات کے مطابق ہر شخص کو فطری طور پر درج ذیل حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ ازدواجی یا جنسی کے ضمن میں آخری نکتہ نہایت اہم ہے یعنی اپنے آپ سے محبت۔ اگر اپنے آپ سے محبت کا فن آپ سیکھ جائیں تو آپ کو زندگی میں اطمینان اور خوشی کا خزانہ مل جائے۔ واضح رہے کہ محبت سے مراد جنسی کشش نہیں ہے۔ یہ تو شہوت ہے۔ اسے محبت کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ محبت اصل میں نام ہے اس جذبے کا جس میں عزت و احترام اور قربت و لگن یکجا ہوتے ہیں۔ اپنے آپ سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی سے محبت کرتے ہیں اور اپنے پاکیزہ خیالات و جذبات کا احترام کرتے ہوں اور پرسکون مطمئن ہوں۔ اپنے

آپ سے محبت کی یہ کیفیت پیدا ہونے کے بعد آدمی دوسروں کا احساس کرنے اور احترام کے قابل ہوتا ہے۔ دوسروں سے محبت وہی کر سکتا ہے جو اپنے آپ سے محبت کرتا ہے۔

اپنے آپ سے محبت کرنا سیکھئے

اپنے آپ سے محبت کرنا ایک فن ہے۔ یہ صلاحیت آپ کی جنسی صحت اور ازدواجی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ یہ فن اسی وقت آتا ہے کہ جب آدمی خود کو نظم و ضبط کا پابند بناتا ہے۔ نظم و ضبط کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے لیے جو کام مفید ہیں انہیں کیجئے اور جو کام معسر ہیں انہیں ترک کر دیجئے۔ جنس ہماری زندگی کا ایک نہایت قوی جذبہ ہے۔ شاید سب سے قوی جذبہ یہی ہے چنانچہ خواہشات اور جنسی تقاضوں کے مقابلے میں خود کو نظم و ضبط کا پابند کرنا دنیا کے مشکل ترین کاموں میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی کے دیگر شعبوں میں کامیاب اور ڈسپلین کے پابند افراد جنس کے ہاتھوں بے بس ہو کر بے قابو ہو جاتے ہیں۔ اکثریت کا معاملہ یہ ہے کہ وہ تعلیم کاروبار معاشرتی تعلقات وغیرہ میں برے بھلے کی تمیز کر لیتے ہیں اور صحیح غلط کا فیصلہ کر کے عمل بھی کرتے ہیں مگر جنسی معاملات میں بے پرواہی اختیار کر کے جنسی صحت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ ان کا غیر محتاط رویہ ان کی جنسی صحت کو گھن کی طرح چاٹ جاتا ہے۔ ایسے میں خاص طور پر نوجوان کف افسوس ملتے اور اپنے مستقبل کو تاریک رکھتے ہیں۔ یہ مایوسی ان کی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔ جنس کی جانب سے بے پرواہی ان کی زندگی کے دیگر شعبوں کو بھی گہنا

دیتی ہے۔

نہ کہنا سیکھئے

آپ نے اکثر سنا ہوا گا کہ منظم اور مربوط زندگی کے لیے بعض کاموں سے انکار کرنا معذرت کر لینا بہت ضروری ہے۔ لیکن ہم میں سے اکثر یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی کا کوئی کام نہ کیا اور معذرت کر لی تو یہ بد اخلاقی ہوگی بلکہ بعض افراد معذرت کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں مگر پست ہمتی کی وجہ سے "اس دفعہ اور" کہہ کر ہر بار معذرت سے فرار اختیار کرتے ہیں انہیں لوگوں سے معذرت اور "نہ" کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ لیکن اگر "نہ" کہنے کا سلیقہ آ جائے تو ہم گویا خود سے محبت کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ ایک دفعہ معذرت کر کے دیکھئے آپ کو ایک نئی حرارت و اعتماد کا احساس ہوگا۔

خوفزدہ مت ہوئے

"معذرت" کرنے یا "نہ" کہنے کی جرأت نہ ہونے کی وہ یہ ہے کہ لوگ "نہ" کہنے پر اس خوف میں رہتے ہیں کہ کہیں سامنے والا ناراض نہ ہو جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم صاف گوئی کو منفی انداز میں لیتے ہیں۔ بہر حال صاف گوئی بنیئے۔ صاف گوئی اپنے آپ سے محبت کرنے کی علامت ہے۔ والدین اپنی اولاد کو کتنی ہی بار مختلف کاموں سے منع کرتے ہیں لیکن ان کا یہ عمل اولاد سے دشمنی کی علامت نہیں ہوتا۔ اگر اس نکتے کو سمجھ لیا جائے تو انکار کرنا اور نہ کہنا آسان ہو جائے گا۔

شریک حیات سے مکالمہ کیجئے

جس طرح ہم زندگی کے تمام ہی شعبوں کے

بارے میں افراد خانہ بالخصوص شریک حیات سے گفتگو کرتے اور مشورے کرتے ہیں رہتے ہیں اپنے ازدواجی معاملات کو درست کرنے اور جنسی صحت کو بہتر بنانے کے لیے بھی شریک حیات سے مکالمہ کیجئے۔ اپنے انتہائی نجی شعبہ حیات میں اپنی شریک حیات کو شامل کیجئے۔ آپ کا ازدواجی مستقبل کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا خاندانی منصوبہ بندی کرنی چاہیے؟ اولاد کتنی ہونی چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ جیسے معاملات پر اپنی شریک حیات سے گفتگو کرنے اور ایک دوسرے کی رائے سننے سے نہ صرف ازدواجی اور گھریلو ماحول بہتر ہوگا بلکہ آپ کی جنسی صحت پر بھی اس عمل کے خوشگوار اثرات پڑیں گے۔

نوجوانوں کی گفتگو

جنسی صحت کے مسائل کا بڑی حد تک تعلق نوجوان سے ہے۔ بزرگوں اور والدین سے دوری غلط ماحول نے ان مسائل کو مزید بڑھا دیا ہے۔ چنانچہ نوجوان رومانی گفتگو میں پڑ کر نفس کو لذت آشیاں دیتے ہیں۔ لیکن جنسی صحت سے بے خبر ہو کر خود کو امراض کی آماجگاہ بنا لیتے ہیں۔ جہاں تک جنسی یا ازدواجی صحت پر گفتگو کا معاملہ ہے نوجوانوں کو بھی قابل اعتماد سنجیدہ اور با عمل اور با علم دوست احباب اور بزرگوں سے اس موضوع پر بلا تکلف و بلا جھجک گفتگو کرنی چاہیے۔ ان کو دیگر ایسے افراد مل جائیں تو اپنے مسائل کے بارے میں کھل کر بات کرنی چاہیے۔ نوجوانوں کا یہ جرأت مندانہ رویہ نہ صرف ان کی ازدواجی زندگی کے لیے مفید ہوگا بلکہ مجموعی طور پر بہترین اور روشن مستقبل کی بنیاد بنے گا۔

غلط فہمیاں دور کیجئے

چونکہ جنس کا موضوع ہمارے ہاں ایک حجاب رکھتا ہے اور اسے وہ اہمیت حاصل نہیں ہے جو مغرب میں اسے حاصل ہے۔ اس لیے حجاب کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں جنس کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں عام ہو گئی ہیں۔ مزید یہ کہ عموماً جو باتیں بیان کی جاتی ہیں ان کی بھی کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ آپ بھی ایسی ہی کچھ غلط فہمیوں میں پھنسے ہوں۔ اپنی جنسی صحت کو بہتر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ان غلط فہمیوں کو دور کیجئے اور حقائق جاننے کی کوشش کیجئے۔ مثلاً کے طور پر نوجوانوں میں یہ بات عام ہے کہ مادہ منویہ کا ایک قطرہ خون کے 100 سے 40 قطروں سے مل کر بنتا ہے۔ (اس غلط فہمی کی بنا پر نوجوان نفسیاتی طور پر خود کو کمزور اور لاغر محسوس کرنے لگے ہیں) حالانکہ اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مادہ منویہ خون سے نہیں بنتا۔ اس طرح احتلام کو اور خاص طور پر اس کی تعداد کو بھی ہوا بنا دیا گیا ہے۔ حالانکہ صبیغے میں ایک یا دو دفعہ اس کا ہونا صحت کی علامت ہے لیکن نوجوان بلا بجا اس سے خوفزدہ ہو کر خود کو مریمیں اور کمزور خیال کرنے لگتے ہیں۔

یہ صورت حال پاکستانی نوجوانوں میں بہت عام ہے۔ رومانی ماحول نے نوجوانوں کی صحت کو مزید برباد کر دیا ہے۔ اگر آپ اپنا مستقبل روشن بنانا چاہتے ہیں اور جنسی طور پر خود کو صحت مند رکھنا چاہتے ہیں تو اس قسم کی غلط فہمیوں سے خود کو محفوظ رکھنے کی دیر کیجئے۔ معتبر ذرائع سے درست معلومات اور حقائق جاننے کی کوشش کیجئے۔ لوگ جنس کے بارے میں

بات کرتے ہوئے اس لیے بھی سمجھاتے ہیں کہ خود اپنی جنسی صحت کو لاحق خطرات سے لاعلم ہوتے ہیں اور جنسی امراض سے بے خبر ہو کر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ صحیح فکر یہ ہے کہ اپنے کردار اور رویے کو قبول کر جنسی معلومات سے باخبر ہو کر اپنی جنسی صحت کی حفاظت کی جائے۔

☆ حکیم شیخ محمد امین

موبائل نمبر 0345-7000088 راولپنڈی

ہسپتائٹس بی سے مکمل علاج یونانی اسلامی طریقہ علاج میں موجود ہے گردے کے امراض مردانہ امراض پرانا نزلہ زکام جلدی امراض کا کامیاب علاج ہوتا ہے ☆ حکیم محمد امین ماہر معالج و گولڈ میڈلسٹ تعارف

ہسپتائٹس کا مرض دنیا بھر میں بالخصوص جنوب مشرقی ایشیاء اور اس کے گرد و نواح کے ملکوں میں ایک وباء کی صورت میں پھیل رہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام الناس کو اس خطرناک بیماری کے تباہ کن اور مضر اثرات سے آگاہ کیا جائے تاکہ اس مہلک وباء کو روکنے کے لیے مناسب اقدامات کیے جاسکیں۔ عالمی ادارہ صحت (WHO) کے مطابق پاکستان دنیا کے ان ممالک میں سے ایک ہے یہاں یہ مرض تیزی سے بڑھ رہی ہے اور ہر 10 میں سے ایک ضرور نقص ہسپتائٹس B یا C کا شکار ہے۔ یہ ایک ایسا متعدی مرض ہے جو ایک انسان سے تندرست انسان کو منتقل ہو جاتا ہے۔ جب انسانی جسم پر اس وائرس کا حملہ ہوتا ہے

تو 2 سے 8 ہفتوں کے بعد اس بیماری کی علامات ظاہر ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ اتنے عرصے میں ان جراثیم کی وجہ سے جگر کے کینسر کے 62 فی صد امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ قاتل وائرس مریض کی موت کا باعث ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ ہسپتائٹس B اور C کا مرض ایڈز اور کینسر سے 100 گنا زیادہ خطرناک مہلک اور متعدی ہوتا ہے۔ اس مرض میں مبتلا اس مرض سے ناواقفیت کی بناء پر لوگ عام یرقان (پیلیا) سمجھ کر مختلف نوٹوں کا سہارا لے کر وقت علاج میں تاخیر پیدا کر کے زندگی کی بازی ہار جاتے ہیں۔ آج کل دنیا بھر میں سب سے زیادہ ہلاکتیں ان لوگوں کی ہو رہی ہیں جو کہ بیرون ممالک خصوصاً عرب ممالک کا ویزا لگوا چکے تھے۔ جب ان کا میڈیکل ٹیسٹ ہوا تو ان کا HBK تشخیص ہو گیا اور اس مرض کی وجہ سے ان کا باہر جانا ناممکن ہو گیا۔ مریض ورطہ حیرت ہوتا ہے۔ مہنگا علاج مہنگا ٹیسٹ مریض کے لیے مزید پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔ جبکہ مالی پریشانیوں کے ازالہ کے لیے مریض اپنا ملک چھوڑ کر مزدوری کے لیے چارہا ہوتا ہے کہ یہ مرض کبھی جی میں عذاب بن کر نازل ہو جاتا ہے۔ ایسے مریض جن کو ہسپتائٹس کا (Reactive) ہوتا ہے ان کو چاہیے کہ وہ فوری علاج کرائیں۔ طب یونانی طب اسلامی میں اس کا بہترین علاج موجود ہے اور یہ مرض بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ یاد رہے کہ ہسپتائٹس کا مرض نیا نہیں ہے بلکہ یہ اصطلاح جدید ہے اس مرض کا طب یونانی اور طب اسلامی کے حکماء اور ماہرین ہزاروں برس قبل یونان مصر چین ایران شرقہ اور بخارا کے ماہرین طبیب بڑے وثوق سے

علاج کرتے رہے ہیں۔ ان ادویات سے نہ صرف برقان بلکہ پیپٹائٹس کے وائرس کا مکمل طور پر اخراج ہو جاتا ہے۔ پاکستان کے گولڈ میڈلسٹ اور مشہور و معروف حکیم شیخ محمد امین نے برس ہا برس کی محنت اور کادشوں کے نتیجے میں قدرتی جزی بوٹیوں اور قیمتی ادویات کے ملاپ سے ایسی ادویات تیار کی ہیں جن کو مسلسل چار ماہ استعمال کرنے سے پیپٹائٹس B اور C کا مرض ختم ہو جاتا ہے۔

جگر کی جسم میں اہمیت

جگر جسم کا اہم عضو ہے جو پسیلوں کے نیچے پیٹ کے دائیں جانب بالائی حصے میں واقع ہے۔ اس کا وزن 1200 گرام تک ہوتا ہے۔ یہ بہت نازک عضو ہے۔ اس میں خون کی بہت مقدار موجود رہتی ہے۔ اس کے خلیات چھوٹے چھوٹے دائروں کے اندر ستونوں کی صورت میں ہوتے ہیں ان کے درمیان انہضام سے آنے والے خون کے فاسد اور زہریلے مادے کی صفائی کا بندوبست ہوتا ہے۔ ان کے دائروں کے درمیان خون کی نالیاں ہوتی ہیں اور سبز رنگ کا مادہ یعنی "بائل" کے اخراج کے لیے نالیوں کا نظام بھی ہوتا ہے۔ یہ مادہ ایک بڑی نالی کے ذریعے "پتہ" میں داخل ہوتا ہے اور وہیں سے آنٹوں میں ایک نالی کے ذریعے داخل ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل صورتوں میں جگر میں خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔

فاسد زہریلے مادوں

کی زیادتی کے جگر پر مضرت اثرات
شراب نوشی تمباکو نوشی اور دیگر خشیات کے استعمال

مثلاً چرس افیون، بکثرت تمباکو نوشی، بوردنگ کا پانی استعمال کرنا اور بڑی مقدار میں پیراسیٹامول کا استعمال وغیرہ ہے۔ کثرت شراب نوشی سے جگر کے خلیات میں چربی جمع ہو جاتی ہے اور پھر خلیات ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں پھر ان خلیات پر مشتمل ستونوں اور دائروں کی ترتیب میں تبدیلی آنا شروع ہو جاتی ہے اور جگر کا اندرونی نظام بے ترتیبی کا شکار ہو جاتا ہے اور صحت مند خلیات کی جگہ ناکارہ خلیات لے لیتے ہیں۔ جو آہستہ آہستہ سکڑتے ہیں اور اس طرح اگر جگر میں موجود وائرس کو ختم کر دیا جائے تو جگر کی مزید تباہی کا عمل روکا جاسکتا ہے۔

جگر پر اثر انداز ہونے والے وائرس

مختلف وائرس جگر میں سوزش پیدا کر سکتے ہیں جو وائرس جگر پر اثر انداز ہوتے ہیں ان کے نام انگریزی حروف تہجی کے مطابق رکھے گئے ہیں ان کے نام A, B, C, D, E وغیرہ ہیں۔ ان میں سے کچھ کم نقصان دے ہیں C اور B پیپٹائٹس کی سب سے خطرناک قسمیں ہیں۔ D اور E وائرس زیادہ عام نہیں ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اقسام میں سے کوئی ایک جگر پر حملہ آور ہوتے ہیں اور متعدد برقان پیدا کرنے کو موجب ہوتے ہیں۔

پیپٹائٹس بی (Hepatis. B)

پیپٹائٹس کے اسباب میں قسم B شدید اور خطرناک ترین ہے۔ پاکستان اور جنوبی ایشیاء کے بہت سے دوسرے ممالک میں یہ وائرس برقان اور جگر کی دیگر بیماریوں کا اہم سبب ہے یہ وائرس جب ایک دفعہ جسم

سکتے ہیں۔ میڈیسن V.P.P نہیں سمجھی جائیں گی۔
طبی مشورے و علاج و معالجہ کے لیے مرض کی مکمل
تفصیل سابقہ لیبارٹری رپورٹس ہمراہ لائیں یا جوانی
لقاذ ساتھ روانہ کریں۔

ہیپاٹائٹس C کے مرض کا علاج

ہیپاٹائٹس C معدی پر قان ہیپاٹائٹس کی اقسام
میں سب سے زیادہ خطرناک اور مہلک مرض ہیپاٹائٹس
C ہے۔ پاکستان میں ہیپاٹائٹس C کے شکار افراد کی
تعداد 10 سے 12 لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ پاکستان
میں ہر گیارہواں افراد ہیپاٹائٹس C کے مرض میں مبتلا
ہے۔ بعض صورتوں میں متاثرہ مریض 48 گھنٹوں
میں موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ زمانہ قدیم میں
ہزار ہا سال سے یونانی طریقہ علاج سے بھی مرض کا
مکمل طور پر خاتمہ کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ علاج کی
قابل تعریف بات یہ ہے کہ اس علاج سے کسی بھی قسم
کے مضر اثرات (Side Effects) نہیں ہوتے۔
حکیم محمد امین نے دنیا کے 30 ممالک میں استعمال
ہونے والی قدرتی جڑی بوٹیوں اور قیمتی ادویات سے
ایسی دوائیں تیار کی ہیں جو کہ صرف ہیپاٹائٹس C بلکہ
دیگر امراض کے لیے بھی موثر ترین ہیں۔ جن کے مسلسل
استعمال کے بعد ہیپاٹائٹس کا نام و نشان بھی باقی نہیں
رہتا اور ٹیسٹ رپورٹ (Non Reactive)
ہوتی ہے۔

ہیپاٹائٹس کے مریضوں

کے لیے غذائی چارٹ

لوکی، بکرے کا گوشت (بغیر چکنائی) دہی مرغی

میں پہنچ جائے تو پھر 80 فی صد افراد میں سالہا سال
تک جگر میں موجود رہنے کا امکان رہتا ہے۔ جگر سکڑنا
شروع ہو جاتا ہے اور بالآخر یہ موت کا سبب ہو سکتا
ہے۔ ہیپاٹائٹس C دائرس کے پھیلاؤ کے طریقے وہ
ہیں جو دائرس B کے ہیں۔ تاہم ہیپاٹائٹس کے پر قان
کی شدت نسبتاً کم ہوتی ہے۔ لیکن 50 فی صد مریضوں
کو دائمی سوزش جگر (Hepatitis Chronic) اور
ان میں تقریباً ایک چوتھائی یعنی 25 فی صد لوگوں
میں یہ جگر سکڑ (Cirrhosis of Liver) پیدا کرتا
ہے۔ جبکہ مریض سرطان کا شکار ہو سکتے ہیں۔ لہذا
ہیپاٹائٹس C کا مرض ہیپاٹائٹس B سے زیادہ مہلک اور
خطرناک ہوتا ہے۔ ہیپاٹائٹس C سے بعض صورتوں
میں مریض کی ہلاکت کے 26 فی صد امکانات ہوتے
ہیں۔

ہیپاٹائٹس B اور C کے مرض

کا مکمل خاتمے کے ساتھ علاج

پاکستان میں 33 فی صد ایسے مریض بھی ہیں
جو ہیپاٹائٹس B اور C دونوں امراض کا شکار ہیں۔ وہ
دو چار ماہ کورس استعمال کریں اور اپنی پسند کی لیبارٹری
سے ٹیسٹ کروائیں رپورٹ انشاء اللہ تعالیٰ 100 فی صد
(Negative) آئے گی۔ پھر دوبارہ ہیپاٹائٹس B
اور C کا مرض نہیں ہوتا۔ حکیم محمد امین سے علاج
کروانے کے بعد پاکستان و بیرون ممالک میں بے انتہا
مریض شفا یات ہو کر صحت مند زندگی گزار رہے ہیں۔
مریضوں کی سہولت کے پیش نظر آپ لوگ منی آرڈر یا
ڈرافٹ کی صورت میں رقم بھیج سکتے ہیں کورس مکمل

(کم مقدار) ٹینڈے، کوئٹہ، آئل، شلیم، فریوز، کالی مرچ (ہلکی)، مولی، مسمی، کھیرا، میتھی، سرسوں کا ساگ، نگری، کرپہ، لوبیا، گریب، فروٹ اور پالک ہے۔

دینی فکر پیما نائنس کورس
موبائل نمبر 0345-7000088

شادی شدہ کمزور مرد
”احسن مہی“ خاص استعمال کریں
20 سال سے آزمودہ

سفر اثرات سے قطعی پاک

سفر جل ایک ایسا پھل ہے جو کچا اور پکا دونوں طرح سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس پھل کے باغات اسپین، لبنان اور عرب ممالک کے اکثر علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ پھل بہت لذیذ اور لطیف ہوتا ہے۔ قدرت نے اس پھل میں ایک خاص صفت پیدا کر دی ہے۔ جس سے بوڑھے مرد بھی جوان ہو جاتے ہیں اور کمزور مردوں کے لیے ایک ٹانک ہے۔ سفر جل ایک ایسا نایاب پھل ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ۔

”سفر جل کھاؤ یہ دل کو طاقت دیتا ہے دل کے دورے کو روکتا ہے دل کو مضبوط کرتا ہے دل کی بیماریوں کو ٹھیک کرتا ہے سانس کو خوشبودار بناتا ہے اور سینے کا بوجھ اتارتا ہے۔“ پھر آپ سرکار ﷺ نے سفر جل کی تعریف کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ۔

”سفر جل کھاؤ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نبی نہیں مامور فرمایا جسے جنت کا یہ پھل سفر جل نہ کھلایا ہو کیونکہ

یہ مرد کی قوت کو چالیس گنا بڑھا دیتا ہے۔“
حکماء قدیم کے نزدیک یہ دل و جگر کی بیماریوں اور قوت خاص کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔ حکیم سیف اللہ سکھوا اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔
”سفر جل میں قدرت مطلق نے وہ تاثیر رکھی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔“

زمانہ قدیم کے نامور حکماء لکھتے ہیں کہ۔
”یہ پھل بے حد مقوی باہ اور قوت خاص میں اس قدر طاقت دیتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔“
حکیم محمد امین سفر جل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ۔

”اس پھل میں قدرت نے وہ قوت رکھی ہے کہ شاید ہی کسی اور پھل میں ہو۔ کیونکہ یہ پھل قوت خاص کے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ نہ جانے اس پھل میں اور کیا کیا قوتیں موجود ہیں جو کہ انسان کے لیے یقینی طور پر مفید ہو سکتی ہیں۔ سفر جل کے فوائد تو اس قدر ہیں کہ اس پھل پر کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں لیکن میں اس وقت دوسرے فوائد کو نظر انداز کر کے آپ کے سامنے وہ قیمتی راز لکھ رہا ہوں جو کہ استاد محترم نے کئی سال خدمت کرانے کے بعد عنایت فرمایا جو کہ باہ کو قوت دینے، سرعت انزال کو دور کرنے اور وقت خاص میں تحریک پیدا کرنے کے لیے، کمال چیز ہے۔ جس کی صرف ایک ہی خوراک کھانے سے مرد میں اتنا کمرٹ آ جاتا ہے کہ مرد پادشاہیاں کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جس کا نام ”احسن مہی خاص“ ہے ویلیوں کی شکل میں مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ ہر قسم کے مفت طبی مشورے اور گھر منگوانے کے لیے اس نمبر پر رابطہ

کریں۔ 0345-7000088۔ احسن بھی خاص
پورے پاکستان میں ہر اچھے دواخانہ ہومیو پیتھک
شور پر دستیاب ہے نام لے کر طلب کریں۔

ہمارے ڈیٹر حضرات

☆ خواجہ شور بالقابل ایمپریس مارکیٹ صدر کراچی
☆ صدر میڈیکل شور صدر کراچی
☆ سپر ہومیو شور میر کرم علی تالپور روڈ صدر کراچی
☆ محمد علی میڈیکل شور آرام باغ کراچی
☆ طلحہ ٹریڈرز وائپرپ چورنگی کراچی
☆ عرفان قادری جری بوٹی لاندھی کراچی
☆ بسم اللہ ہومیو بلدیہ ٹاؤن کراچی
☆ مصطفیٰ دواخانہ رسالہ روڈ راحت سینما حیدر آباد
☆ ماریہ دواخانہ پولیس لائن حیدر آباد
☆ محمد علی دواخانہ لبرٹی پلازہ آپارٹمنٹ اسلام آباد
☆ مسلم ہومیو نعمان ہومیو لچیت روڈ حیدر آباد
☆ جرمن ہومیو لچیت روڈ حیدر آباد
☆ عدنان میڈیکل شور گلشن مارکیٹ کورنگی کراچی
☆ طارق ہومیو ڈہرگی
☆ انار شاپ تھلہ

☆ عاشی ہومیو ایم اے جناح روڈ ٹنڈو آدم
☆ کڑوئل پنسار شور شاہی بازار لاڑکانہ
☆ خالد برادر مدنی سڑیٹ سکھر
☆ مدینہ میڈیکل ورکشاپ ٹنڈو آدم
☆ پاپولر میڈیکل شور شاہی بازار جیکب آباد
☆ ضیاء ہومیو سکندر پورہ پشاور

☆ عارف میڈیکل سندھی ہوٹل نزد کراچی کراچی
☆ شانی دواخانہ شہزاد دواخانہ شاہی بازار بہاولپور

☆ علی ہومیو شور گھنٹہ گھر ملتان
☆ ابن سینا دواخانہ بلاک سی گھنٹہ گھر ڈی جی خان
☆ ارشد برادر زگھاس منڈی ملتان
☆ حافظ دواخانہ کلاں بازار ڈی آئی خان
☆ مشہور دواخانہ مسلم بازار پشاور
☆ اصحت عابد شینڈ روڈ دواخانہ گھنٹہ گھر پشاور
☆ رحمانی ملت دواخانہ گھنٹہ گھر پشاور
☆ نوید صحت ناصر دواخانہ پشاور صدر
☆ حافظ دواخانہ شکر درہ کوہاٹ
☆ حکیم جمیل مینا بازار منگورہ
☆ مدینہ پنسار گجوان روڈ مردان
☆ سعید میڈیکل نوشہرہ
☆ المدد پنسار ایبٹ آباد
☆ ایبٹ پنسار ایبٹ آباد
☆ مشتاق پنساری غازی گھاٹ
☆ بادشاہ دہی ہٹی بوٹر بازار اوپنڈی
☆ حکیم صوفی نور محمد ایبٹ چوک جہلم
☆ زمان دواخانہ روہتاس روڈ جہلم
☆ ہمدرد دواخانہ جہلم
☆ ہمدرد دواخانہ دینہ
☆ ہمدرد دواخانہ لالہ موہی
☆ ہمدرد دواخانہ میرپور
☆ ہمدرد دواخانہ مظفر آباد
☆ ہمدرد دواخانہ گلگت
☆ ہمدرد دواخانہ چلاس
☆ احسن پنسار شور کلی مروت
☆ امجد برادر زکی گیسٹ ہاؤس

☆☆

قلمی دوستی

انچارج۔ ادارہ

ماہنامہ چچی کہانی ماہور میں اپنا تعارف شائع کروانے کے لیے 20 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں، خواتین اپنا تعارف شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی کے ہمراہ ارسال کریں ورنہ تعارف شائع نہیں کیا جائے گا۔ اگر آپ تعارف تصویر کے ساتھ شائع کروانا چاہتے ہوں تو 50 روپے کے ڈاک ٹکٹ ہمراہ ارسال کریں۔ اپنا تعارف صاف صاف اور خوشخط لکھ کر بھیجیں۔

کچھ انچارج قلمی دوستی۔ ماہنامہ چچی کہانی 29 حبیب بینک بلڈنگ اردو بازار لاہور



نام: غلام رسول ضیاء

تعلیم: (جاری ہے)

مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، سکوائش کھیلنا، محافل دوستوں

سے قلمی دوستی کرنا۔

پتہ: موبائل نمبر 0301-4606783

grasooelzia@yahoo.com



نام: اسد رشید

عمر: 33 سال

مشغلہ: چچی کہانی پر حسن قلمی دوستی کرنا۔

پتہ: موبائل نمبر 0044-7922838325 لندن



نام: ملک فیصل سردار ایڈووکیٹ

عمر: 36 سال

تعلیم: ایل ایل بی

مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، ملت احمد کرنا۔

پتہ: ملک فیصل سردار ایڈووکیٹ پوسٹ بکس نمبر

217، پی او صدر راولپنڈی

موبائل نمبر 0300-5116946

advocate@786yahoo.com



نام: عبدالغفور

عمر: 44 سال

تعلیم: ایف اے (فاضل عربی)

مشغلہ: مذہبی تاریخیں روحانی اور ہر قسم کی کتب کا مطالعہ کرنا سیر و سیاحت کرنا خط و کتابت کرنا نیلی فونک دوستی کرنا اچھے اور وفادار لوگوں سے قلمی دوستی کرنا۔

پتہ: عبدالغفور موبائل نمبر 0312-7218443

0343-1624326 حافظ آباد



نام: انجینئر حمایوں چودھری

عمر: 32 سال

مشغلہ: روشن خیال اور زندہ دل خواتین و حضرات سے قلمی دوستی کرنا پروموزز خریدنا۔

پتہ: انجینئر حمایوں چودھری کوٹھی نمبر 1 آفیسرز کالونی TV بوسٹر کھوڑہ ضلع جہلم

موبائل نمبر 0300-4926451

0345-0505482



نام: نسیم شہ

عمر: 31 سال

مشغلہ: لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا چٹ کرنا تنہا تنہا کتب کا تبادلہ کرنا۔

پتہ: موبائل نمبر 0308-4747401 ہور



نام: ڈاکٹر حافظ محمد یونس

عمر: 37 سال

مشغلہ: قلمی دوستی کرنا روحانی و جسمانی بیماریوں کا علاج کرنا دیکھی انسانیت کی خدمت کرنا۔

پتہ: ڈاکٹر محمد یونس معرفت اولیس ہنومپو پیٹھک کلینک ضلع خوشاب

موبائل نمبر 0300-4032658

www.dr.younas.15@yahoo.com



نام: اکرم سہیل

عمر: 25 سال

تعلیم: ایف اے

مشغلہ: لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا غریبوں کی مدد کرنا اور قلمی کاموں میں حصہ لینا۔

پتہ: موبائل نمبر 0302-4050946



نام: مقصود احمد قادری

عمر: 26 سال

مشغلہ: نئی کہانی پڑھنا دعائیں لکھنا اور پڑھنا نکلری کا فنیسی کام کرنا اور وفادار لوگوں سے قلمی دوستی کرنا۔

پتہ: مقصود احمد قادری معرفت البغد ادوڈ ورکس ہاؤس روڈ نزد اعوان چوک بائی پاس روڈ گوجرانوالہ

موبائل نمبر 0300-4775506



نام: خورشید علی خان

عمر: 22 سال

تعلیم: انڈر میٹرک
مشغلہ: کرکٹ کو دیکھنا جنون کی حد تک دیکھی انسان
ہوں اور اچھا دوست جو بھی بنا پسند کرے۔ بے وفاء ہم
نہیں ہیں وفا آپ کر دیں جفا ہم کرو کھائیں۔
پتہ: تحصیل پیدل ضلع میانوالی ڈاک خانہ
بالا شریف بہ تمام خاص بالا شریف پاس عبدالحق
نیلر سٹرک مل کر حبیب اللہ خان نیازی کو ملے۔

نام: کامران علی
عمر: 18 سال
تعلیم: میٹرک
مشغلہ: دوستی کرنا ہر چیز کی تہہ تک پہنچنا فوٹو گرافی
کرنا برائیوں کو ختم کرنا۔
پتہ: کامران علی پوسٹ آفس گلپان محلہ خیال
تحصیل گوجرانوالہ

نام: نور محمد فراق بلوچ
عمر: 32 سال
تعلیم: میٹرک
مشغلہ: شاعری کرنا عبدالستار زخمی اور منصور علی
ملکی کو سننا۔
پتہ: نور محمد فراق بلوچ سندھ والہ معرفت ریاض
الیکٹرک ورکس پکری روڈ میانوالی

نام: عبدالعزیز خان
عمر: 27 سال
تعلیم: ایف اے
مشغلہ: قلمی دوستی
پتہ: پوسٹ بکس نمبر 1319 راولپنڈی

پہلی کہانی "دور" 173 • جون 2014ء

تعلیم: بی اے
مشغلہ: صرف قلمی دوستی۔
پتہ: معرفت احمد شاہ جنرل مشور سٹیشن روڈ کلی خیزی
کوئٹہ خورشید علی خان کو ملے۔

نام: احمد مغل
عمر: 20 سال
تعلیم: بی کام
مشغلہ: لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا فلاحی
کاموں میں حصہ لینا اور غریبوں کی مدد کرنا۔
پتہ: موبائل نمبر 0312-4241300

نام: M-I-S
عمر: 17 سال
تعلیم: میٹرک جاری
مشغلہ: میں B.T.F سے پیار کرتا ہوں۔ لڑکے
لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا۔
پتہ: محمد اقبال شہزاد مکان نمبر 8 مارچ مین روڈ
6103 اسلام آباد

نام: اے حمید
عمر: 25 سال
تعلیم: بی اے
مشغلہ: دنیا بھر سے ملکی و غیر ملکی پاکستانی 16 سے 40
سالہ خواہ صورت بد صورت پر غلوں قلمی دوستی۔
پتہ: اے حمید پی او بکس نمبر 17789 گلشن اقبال
Orenco@cyber.net.pk

نام: حبیب اللہ خان نیازی
عمر: 28 سال

www.paksociety.com

www.paksociety.com

نام: سلطان محمد

عمر: 49 سال

تعلیم: اردو، انگریزی

مشغلہ: قلمی دوستی، سروسیات، فوٹو گرافی، تقریبات، کھیل اور کھاڑی، سینما، فنکار، قلم، سائنس، آپ کو کلینڈر، تاریخ اور میگزین تحفہ بالکل مفت ہے۔

پتہ: خط و کتابت کا پتہ پوسٹ او بکس نمبر 7823 صدر کراچی نمبر 74400

نام: ڈاکٹر وسیم احمد قریشی

عمر: 22 سال

تعلیم: D.H.M.S.R.H.M.P

مشغلہ: مخلص قلمی دوستی کرتا۔

پتہ: ڈاکٹر وسیم احمد قریشی C/O فکیل پر تنگ پریش 228- سرور روڈ لاہور رینٹ

نام: عبد الرحمن جامزو

عمر: 24 سال

تعلیم: M.A. ڈپلومہ انجینئر

مشغلہ: پر خلوص اور سچے دوستوں کے ساتھ دوستی، قلمی دوستی اخلاق کے دائرے میں کرتا، ہر خط کا جواب دیتا۔

پتہ: عبد الرحمن جامزو C/O محمد خاں بروہی نزد نشاط سینما شیشین روڈ رانی پور ضلع خیرپور میرس پوسٹ کوڈ

66100

نام: نور احمد خان

عمر: 18 سال

تعلیم: بی اے (جاری)

پتہ: کبانی روڈ 174، جون 2014ء

مشغلہ: سمائل پڑھنا

پتہ: 53-ای بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور

نام: محمد سلیم

عمر: 21 سال

تعلیم: میٹرک

مشغلہ: پڑھنا، قلمی دوستی کرتا، کرکٹ کھیلتا

ملکی اور غیر ملکی لڑکے اور لڑکیوں سے دوستی کرتا، ہر خط کا جواب دیتا۔

پتہ: قلمی نمبر 1 مکان E100 گلستان کلاونی قلعہ امرتسر 143000

نام: فرخ نذیر

عمر: 30 سال

تعلیم: ایف اے

مشغلہ: لڑکیوں اور لڑکوں سے دوستی کرتا

پتہ: فرخ نذیر، معرفت سلاطینی جنرل سنور نزد سلاطینی مسجد سلطان پور لاہور، قلمی نمبر 28

نام: فکیل احمد

عمر: 21 سال

تعلیم: میٹرک

مشغلہ: قلمی دوستی کے ذریعے پر خلوص دوستوں کی تلاش، کرکٹ دیکھنا، بلیئر، کھیلتا، مختلف کتب کا مطالعہ کرتا۔

پتہ: فکیل احمد، نوید ویڈیو سینٹر اینڈ مووی میکر نزد نواب دین نیلز آفٹاپ چوک امین پارک لاہور

نام: احمد بلال

عمر: 17 سال

تعلیم: پری میڈیکل (جاری)

مشغلہ: قلمی دوستی، میوزک، تبادلہ خیالات۔

پتہ: احمد بلال، C/O پوما سپورٹس سادات گاؤں
بوسن روڈ ملکن 60700

نام: محمد علی
عمر: 25 سال
تعلیم: DH.M.S.
مشغلہ: قلمی دوستی، لڑکے، لڑکیاں بن کر خط نہ
لکھیں۔

پتہ: محمد خالد قلد طب البرید الشعاع، ق/الزین القیسیم
عبدی عرب

موبائل نمبر 00966568338366

نام: فائق
عمر: 18 سال
تعلیم: میٹرک

مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، سیر و سیاحت کرنا، شعرو
شاعری کرنا۔

پتہ: موبائل نمبر 0313-7770046 لاہور

نام: جاوید احمد
عمر: 22 سال
تعلیم: میٹرک

مشغلہ: لڑکے اور لڑکیوں سے دوستی کرنا
پتہ: معرفت اعظم بکڈپو اینڈ لائبریری نزد لوہے والی
ہلی الجھیری روڈ حسین پارک لاہور۔

نام: محمد متین احمد
عمر: 20 سال

تعلیم: بی۔ ایس۔ سی (فائل ایئر)
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا۔

پتہ: روم نمبر 8 اقبال ہل گورنمنٹ کالج بوسن روڈ
ملکن۔

نام: ڈاکٹر عبدالستار جتوئی
عمر: 25 سال
تعلیم: DH.M.S.

مشغلہ: قلمی دوستی، لڑکے، لڑکیاں بن کر خط نہ
لکھیں۔

پتہ: ہومیو ڈاکٹر عبدالستار جتوئی، نزد نیو سبزی منڈی
جام پور ضلع راجن پور۔

نام: بلال احمد
عمر: 20 سال

تعلیم: میٹرک
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، ڈش دیکھنا، لڑکے اور لڑکیوں
سے قلمی دوستی کرنا

پتہ: بلال 29/10 سیکڑ II-F N.K کراچی

نام: برکت علی چٹا
عمر: 18 سال

تعلیم: میٹرک
مشغلہ: لڑکوں اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا۔
پتہ: C/O سائل نوید سحر چٹا، ڈاکانہ و بمقام
سہکے جس دایہ کی غلام شاہ ضلع شکار پور۔

نام: ملک خادم حسین
عمر: 25 سال

تعلیم: بی۔ اے
مشغلہ: مسوری کرنا، اچھے اور قلمی لوگوں سے

پتہ: سٹی کہانی، لاہور، 175، جون 2014ء

دوستی کرتا۔

پتہ: ملک خادم حسین، معرفت فائوینڈیشن ہیرڈسیرز
منڈی مویشیاں روڈ کوٹ اور ضلع مظفر گڑھ۔

نام: غضنفر عباس گھانگل

عمر: 18 سال

تعلیم: D.Com جاری

مشغلہ: کمار سٹو کے فٹسٹیم گیت سنٹا، دکنی بگوں
سے بہرہ روی کرتا، شاعری کرتا

پتہ: غضنفر عباس گھانگل ڈاک خانہ پکا شاہنواز ڈیرہ
غازی خان۔

○ ☆ ○

نام: سید مقصود حسین گیلانی

عمر: 35 سال

تعلیم: میٹرک

مشغلہ: T.V اور ویڈیو پر فری سٹائل ریسٹنگ ویمنٹ
قلمی دوستی کرتا۔

پتہ: سید مقصود حسین گیلانی ایئر پورٹ سیکورٹی
فورس گلگت، ایئر پورٹ گلگت۔

○ ☆ ○

نام: وقار احمد

عمر: 18 سال

تعلیم: (انٹر جاری)

مشغلہ: کرکٹ کھیلتا

پتہ: محلی نمبر 7 مکان نمبر (A) 33 حنیف پارک ہادی
بلخ لاہور۔ اشفاق پرچون والے کو ٹکرو وقار احمد
ملے۔

○ ☆ ○

نام: ڈاکٹر محمد طیب قریشی

... سچی کہانی ... 176 • جون 2014ء

عمر: 36 سال

مشغلہ: تمام ٹاؤن اور غریب مریضوں کو مفت سٹیر
وینا، صرف ٹیک، پاکباز، حیات دار دوستوں سے قلمی
دوستی، مذہبی کتب جمع کرنا اور پڑھنا۔

پتہ: ولہ ڈاک روڈ یوسف آباد پشاور

○ ☆ ○

نام: وجاہت حسین

عمر: 19 سال

تعلیم: D.Com

مشغلہ: قلمی دوستی کرتا۔

پتہ: محمد یوسف کلاتھ بوس 23 صدر بازار نوشہرہ
کیسٹ (ٹاؤن کوٹے)

○ ☆ ○

نام: خالد خانکا

عمر: 18 سال

تعلیم: میٹرک

مشغلہ: فٹ بال کھیلتا، قلمی دوستی کرتا۔
پتہ: حسینی نائن جنرل اسٹور گواہ۔

○ ☆ ○

نام: محمد مرتضیٰ

عمر: 20 سال

تعلیم: F.Sc

مشغلہ: گلے اور غزلیں سننا دوستی ایک حد تک۔
پتہ: 444۔ اے سرور روڈ ملکن۔

نام: وحید گل آوانی

عمر: 25 سال

تعلیم: میٹرک

مشغلہ: قلمی دوستی۔

پتہ: ضلع ملاکنڈ تحصیل دونی گاؤں ڈاک خان گھڑی
عشقی

ناقابل فراموش واقعات

انچارج۔ ادارہ

اس کالم میں آپ سبق آموز معلوماتی، حیرت انگیز، ناقابل فراموش، خوفناک، دہشت ناک واقعات ارسال کر سکتے ہیں۔ جو 3 صفحات سے زیادہ نہ ہو۔ جس کے ہمراہ آپ کو 50 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کرنے ہوں گے۔ ورنہ آپ کی تحریر شائع نہیں کی جائے گی۔ اگر آپ اپنی تحریر کے ساتھ تصویر شائع کروانا چاہیں تو 100 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔

کچھ انچارج ناقابل فراموش واقعات۔ ماہنامہ چچی کہانی 29 حبیب بینک بلڈنگ اردو بازار لاہور

ہم پرستوں نے عجیب عجیب قسم کی باتیں مشہور کر رکھی تھیں عام طور پر اسے بھوتوں کی گڑھی کہا جاتا تھا صنوبر کا اصل نام خدیجہ تھا اس کی ماں کو صنوبر بہت پسند تھا پٹھانوں کے یہاں کسی زمانے میں صنوبر ایک حسین و جمیل کنیز تھی۔ اس کی خوبصورتی اور نزاکت کی کہانیاں بوڑھی عورتیں سنایا کرتی تھیں خدیجہ کی اماں نے اسے صنوبر ہی کہا شروع کر دیا اس کے خیال میں وہ صنوبر کہلائے جانے کی مستحق تھی اس کی گوری چٹی رنگت، ستواں ناگ، خمدار بھونگیں، ایسے ہی ہلکے پھلکے اور پیارے نام کی غالب تھیں ان سب چیزوں نے اس کو ان کہانیوں کا چیتا جانتا کر دار بنا دیا تھا جو عورتوں کے منہ سے سنی جا رہی تھیں آہستہ آہستہ وہ صنوبر ہی کہلائی جانے لگی سب بھول گئے کہ اس کا پیدا کنی نام خدیجہ ہے وہ صنوبر بن کر ہر طرف نظر آنے لگی اس کے چوتھوں میں تیکھا پن آگیا۔ منور اس کے ساتھ کھلیا ہوا تھا اس سے چار سالی بڑا تھا اور اسی گڑھی میں پیدا ہوا تھا بچپن میں دونوں ساتھ کھیلتے تھے منور کا باپ قادر جوانی میں گڑھی کا چوکیدار تھا اس کے اجڑ جانے پر تنخواہ دینے والا کوئی نہ رہا تو وہ چنگ بنا کر بیچنے لگا اس کے تیار کئے ہوئے چنگ بہت مشہور تھے لڑکے اس کی بنائی ہوئی شکل کو عمدہ قسم کے مانجھے میں



گلاب جل

صنوبر ایک چھوٹے سے قصبے میں پیدا ہوئی جہاں پٹھانوں کی بنائی ہوئی بہت بڑی عمارت تھی جو پٹھانوں کی گڑھی کے نام سے مشہور تھی اس کی تعمیر چھوٹی اینٹوں سے ہوئی تھی۔ اس کا کوئی مالک باقی نہیں رہا تھا لاوارث اور ٹوٹی پھوٹی گڑھی کی اب دو ٹین اوپنی اوپنی دیواریں کھڑی رہ گئی تھیں، جن سے بارش اور آندھی میں یا بندروں کے چلنے سے اینٹیں گرتی رہا کرتی تھی۔ راوگیر احتیاط سے بچ کر ان کے نیچے سے گزرا کرتے تھے انہیں اندیشہ رہتا تھا کہ کوئی اینٹ سر پر نہ گرے اس کے اندر جانے سے بھی لوگ گھبرایا کرتے تھے تو

باندھ کر چھڑ لیا کرتے تھے فریق ثانی پنی دار چنگ اڑاتا تھا وہ کٹ جاتی تو خوب تالیاں بجاتی جاتیں چنگ سازی کی تجارت ہی ایسی تھی جو کم پیسوں میں کی جاسکتی تھی قادر ہر اپلا لال اور نیلا سفید باریک کاغذ خرید لاتا اس کی خریداری کے لئے نقد پیسوں کی بھی ضرورت نہ تھی ادھار بھی مل جاتا تھا بانس کی کچھیاں پھیل کر ٹھڈا اور کھائی بناتا اور ڈیسوں ڈال کر دوکان میں گڑی ہوئی کھونٹیوں میں ٹانگ دیتا محلے کے آوارہ اور کھنڈرے لوٹے بھاگتے ہوئے آتے اور اپنی پسند کے چنگ لے جاتے تھے اس کی بنائی ہوئی چاند تارا مشہور تھی اڑتے وقت خوب کئی کاٹتی ویسے دو ماٹکا اور منڈے دار بھی خوب بکا کرتی تھیں۔ قادر کی گزر بسر بہت اچھی طرح ہونے لگی شروع میں منور کئے ہوئے چنگوں کی ڈور اور مانجھا ہی لوٹا کرتا تھا مانجھا اپنے پاس رکھ لیتا اور ڈور صنوبر کو دے آتا اسکو پیٹے پروٹے کے کام میں لاتی اور جب اپنی چھت پر سے کئی ہوئی چنگیں لوٹتی تو منور کو دے دیا کرتی تھی یہیں سے ان کے درمیان ایک معصوم قسم کی محبت کا آغاز ہوا جو دھیمی رفتار سے ہوتا رہا منور سکول میں داخل ہو گیا۔ کھیل کود میں کمی ہو گئی لیکن اس کی اور صنوبر کی محبت عشق بیچاں کی بیل کی مانند بڑھتی، بڑھتی اور پھولتی رہی۔ مشہور ہے کہ آسمان عاشق و معشوق کامل بیٹھنا گوارا نہیں کرتا جلد ہی جدائی کی دیوار کھڑی کر دیتا ہے چنانچہ منور اٹھارہ سال کی عمر میں سعودی عرب چلا گیا تھا جاتے وقت اس نے لرزتے ہوئے ہونٹوں اور بھیگی ہوئی آنکھوں سے صنوبر سے کہا تھا وہاں سے بہت سارے روپے لاؤں گا اور تجھ سے شادی رچاؤں گا انتظار کرنا کسی ایسے ویسے کا ہاتھ مت تھا منور کے گلابی ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ پھیل گئی رندھی ہوئی آواز میں بولی۔ "جس کا ہاتھ تھا منا تھا

تھام چکی اب کوئی یوسف بھی ہو تو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھوں" یہ کہہ کر اس نے منور کو استحقاق کی نگاہوں سے دیکھ کر دو چار آنسو بہا دیئے جو اس کے گول سے گالوں پر بہتے بہتے اچھے معلوم ہوتے۔ منور نے شبیہی رخساروں پر آنسوؤں کی دھار کو دیکھ کر اپنے دل کو پکھلا ہوا محسوس کیا قہرے کی پرانی ریت کے مطابق صنوبر کو پردے کا پابند کر دیا گیا تھا جو اتنا سخت تھا کہ اس کا ٹوٹ جانا لال قلعہ کی دیوار کی گر جانے سے کم نہ تھا۔ وہ کواڑوں کی دراز سے بھاٹک کر آنے جانے والوں کو ایک نظر دیکھ لیا کرتی تھی جن لڑکوں کو چھوٹی عمر میں دیکھا تھا وہ اس کے چاند سے چہرے کی چمک اور اس کی روشن کرنوں کو بھولنے نہ تھے اسے دیکھنے کی غرض ہی سے اس کے باپ کی دوکان سے نکل اور پنی دار خریدنے دن میں کئی بار جایا کرتے تھے اکثر اس کے شربت دیدار سے محروم ہی رہتے اور پیاسے لوٹ آتے۔ صنوبر منور کی میٹھی یادوں میں دن گزار رہی تھی بڑی ہو چکی تھی نسوں میں جوانی کی امتلیں دھیرے دھیرے بیدار ہو چکی تھیں منور کی بچپن والی معصوم محبت میں حسن کا رنگ بھرتا جا رہا تھا ایک ایک کر کے دن گزرتے رہے اور ایک وقت ایسا آیا جب منور کے آنے کی خبریں پھیلنے لگیں معلوم ہوا کہ وہ جلد ہی لوٹ کر آ رہا ہے۔ صنوبر نہایت بے چینی اور شوق سے اس کے آنے کی منتظر تھی اس کی آنکھوں میں چمک اور لبوں پر سرخی بڑھتی جا رہی تھی گلی میں کسی کے آنے کی چاپ سنائی دیتی تو دل ہاتھوں اچھلنے لگتا اور گلاب کی مہک پھیل جاتی سوچتی منور آ رہا ہے ہیروں کی آہٹ سے چنبیلی کے پھولوں کی خوشبو آرہی تھی اور ایک دن سچ سچ وہ آئی گیا اور ڈیوڑھی میں داخل ہونے سے قبل ہی کسی نے کہہ دیا "بہت خوش خوش آ رہے ہو اور وہ چلی گئی" کہاں؟" اس نے

اوپر کوانٹلی انٹرویو وہ غلط نہیں میں جھلا ہو کر ایک دم بے ہوش ہو کر گر پڑا سمجھا صنوبر اللہ کو پیاری ہو گئی۔ کسی نے اندر جا کر زور سے کہہ دیا کہ منور سر کر گر پڑا۔ صنوبر اندھی باؤلی ہو کر بھاگی اس کی ایک ہی عاشقانہ ٹھوکر سے پردے کی دیوار ٹوٹ کر گر پڑی اس نے منور کو ایک نگاہ دیکھا اور اس کا سر زانو پر رکھ کر دڑپٹے کے پلو سے ہوا کرنے لگی۔ منور کی چھاتی زیر زیر ہو رہی تھی صنوبر چیختی۔ "اللہ رکھے مرے نہیں زندہ ہیں۔ اس کی آواز سن کر منور نے آنکھیں کھول دیں اس وقت عورتیں زور زور سے چیخ رہی تھیں۔ "گلاب جل لاؤ!" "جلدی!" "بو تل طاق میں رکھی ہے۔" یہ بول منور کے کان میں پڑے وہ بولا۔ "ضرورت نہیں گلاب جل کی، بو تل تو میرے پاس رکھی مہک رہی ہے میں جی انٹھا۔"

فدا شاہین بھٹی۔ احمد پور ملہ ضلع رحیم یار خان

☆ ☆ ☆

انا

ایسٹریڈیم کی ٹریک بھی عجیب ہے اگر کی مثال دنیا کے کسی دوسرے شہر میں نہیں ملتی یہاں گاڑیاں ٹریک کے ریلے میں چلتی کم ہیں دھکیلی زیادہ جاتی ہیں آج صبح بھی ایسا ہی ہو جب میری ٹیکسی ایسٹریڈیم کے مرکزی بازار سے گزر رہی تھی تو ٹریک کے ریلے میں دائیں جانب دھکیل دی گئی۔ کچھ ہی دور جا کر ٹریک جام ہو گئی اور میری ٹیکسی پھلوں کی ایک دکان کے سامنے رک گئی میں نے ٹریک کے بے ہنگم بہاؤ اور شور سے بے نیاز ہو کر دکانوں اور شور و محز کی جانب توجہ مبذول کر دی۔ پھلوں کی دکان بڑی صاف ستھری تھی اور اس کے پہلو میں لکڑی کی خالی بینیاں

بڑے سلیقے کے ساتھ اوپر نیچے رکھی ہوئی تھیں یکایک ساتھ دلی گلی سے دو لڑکے شرارتیں کرتے ہوئے پر آہ ہوئے اور ان میں سے ایک لڑکے نے شرارت کے طور پر دوسرے کو خالی بینیوں کی جانب دھکا دیا نتیجے میں تمام بینیاں ڈھیر ہو گئیں دکان دار ہاتھ میں ہتھوڑا لے کر لڑکوں کی طرف لپکا اور بولا۔ "حرام خورد! اب لاہر آؤ ہتھوڑا مار کر تمہارا بھیڑا پچکا دوں گا۔" "پاگل کہاڑیئے! کیا میرا دماغ پچکائے گا سامنے سے آتی ہوئی خاتون غصے میں جھلا کر بولی خاتون کم و بیش دو سو پاؤنڈ وزنی ہو گئی اور صرف چار فٹ لمبی فٹ بال معلوم ہوتی تھی چند لمبے سلیبے ہی برابر والے بیونی پارلر سے ہال بنوا کر برآمد ہوئی تھی کہ سامنے سے آتے ہوئے دکاندار سے منہ بھیڑ ہو گئی۔ "اٹا! بھلا یہ میری جرأت کہاں سرکار! آپ کے تو ہال ہی کس قدر خوبصورت اور چمکیلے ہیں "دکاندار بوکھلاہٹ میں اور جانے کیا کیا کہے جا رہا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور فنی سے دوہرا ہو رہا تھا کہ سامنے کی ٹریک نے راستہ دیا اور ہم آگے نکل گئے تھوڑی دور جا کر ہم ایک شہر کے کنارے پر مڑ گئے۔ لیکن زیادہ دور نہ گئے تھے کہ ٹریک پھر جام ہو گئی۔ ڈرائیور نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ اگر جگہ ہو تو واپس لے چلے مگر ہمارے پیچھے بھی ٹریک کی قطار لگی تھی۔ "اس کم بخت لوڈر نے تمام ٹریک خراب کی ہوئی ہے" ڈرائیور نے کچھ ہی فاصلے پر ایک لوڈر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔ "آپ کو جلدی تو نہیں ہے؟" ڈرائیور نے کندھے اچکاتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔ "نہیں! اتنی بھی جلدی نہیں" اس نے ایک سگریٹ میری جانب بڑھائی ایک اپنے لئے لگائی اور اپنی سیٹ میں یوں دھنسن گیا جیسے ٹیلی ویژن دیکھ رہا ہو پیچھے والی گاڑیوں نے کئی مرتبہ

ہارن بجائے۔ "یہ ایسٹریڈیم کے نہیں ہیں" ڈرائیور نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔ "تھیں کیے معلوم ہوا؟ میں نے پوچھا ایسٹریڈیم کا ہر آدمی جانتا ہے کہ یہ لا علاج ہے ہارن بے فائدہ ہے تاہم اگر پھر بھی کوئی ہارن بجائے تو لوڈر مزید آہستہ ہو جاتا ہے یعنی اولے کا بدلہ۔ میں نے بڑبڑاتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا واقعی بلدیہ نے جگہ جگہ ٹراسوں کے بے ہنگم جال بچھا کر ایسٹریڈیم کے باسیوں کی روحوں کو عذاب میں مبتلا کیا ہوا ہے اس پر مستزاد یہ کہ تمام بس سٹاپوں پر یہ الفاظ لکھے ہیں۔ "خدا تمہاری منتا ہے بد دعاست دو خمس سے زیادہ مناسب تنبیہ اور کیا ہو سکتی ہے۔" یہ توانا کا سوال ہے سراسر! ڈرائیور نے کہا "خاص طور پر ایسٹریڈیم کے بے فکرے نوجوانوں کے لئے ہر نوجوان اپنے متعلق بہتر طور پر جانتا ہے جیسا کہ میں اپنے لئے بہتر سوچ سمجھ سکتا ہوں" میں آئینے میں اس کی کھسیانی انہی بنوئی دیکھ رہا تھا جس سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ اپنے ماضی کے کسی واقعہ پر شرمندہ بالکل نہیں "جب میں نوجوان تھا" میرے پاس ٹیکسی نہیں تھی بلکہ میں ایک بڑے ٹرک پر ڈرائیور کے طور پر ملازم تھا۔ وہ ٹرک سامنے والے لوڈر سے بھی بڑا تھا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب نہ سڑکیں اس قدر کشادہ تھیں کہ بڑے بڑے ٹرک آسانی کے ساتھ گزر سکیں نہ یک طرفہ ٹریفک کی پابندی تھی "ٹیکسی ڈرائیور پر اسنے وقت کو یاد کرتے ہوئے اپنی ہی فکر میں بولے جا رہا تھا "مجھے اب بھی یاد ہے کہ ایک سہ پہر میں اپنے ٹرک پر سوار شہر کے درمیانی بازار سے گزر کر ایک تنگ بازار میں مڑ گیا سامنے سے ایک اور بڑا ٹرک آ رہا تھا میرے ٹرک جیسا لمبا چوڑا بازار اتنا تنگ تھا کہ ایک ٹرک بمشکل گزر سکتا تھا لہذا دونوں

ٹرک آمنے سامنے آکر رک گئے ہم دونوں ایک دوسرے کو واپس جانے کے لئے اشارہ دے رہے تھے لیکن دونوں میں سے کوئی بھی واپس جانے کو تیار نہ تھا آخر کار ہم دونوں اپنی اپنی سیٹ پر اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئے میں نے سگریٹ سلگایا اور اس بے فکرے ڈرائیور کی طرف دیکھنے لگا وہ بھی مجھے گھورتا رہا آخر جب میں نے سگریٹ ختم کی تو اس نے سینڈویچ کھانا شروع کر دیا نہایت آہستہ آہستہ ہر لقمے پر میری طرف دیکھتا کہ شاید میں اس طرح کلی چھوڑ کر دوڑ جاؤں گا۔ "ٹیکسی ڈرائیور نے میری جانب بڑے فخریہ انداز میں دیکھا مجھ سے تعریف چاہی اور میرے کچھ بولنے سے پہلے ہی پھر بیان جاری رکھا۔ "قبل اس کے کہ وہ اپنا سینڈویچ ختم کر دے، میں نے اخبار اٹھایا اور اپنی سیٹ میں دھنسن کر پڑھنا شروع کر دیا کافی دیر بعد کھڑکی کے شیشے پر دستک ہوئی۔ میں نے مڑ کر دیکھا وہ میری کھڑکی کے ساتھ کھڑا تھا مجھے خیال گزرا کہ وہ اب یہ کہنے آیا ہے کہ بس کرو! اب چلیں "ٹیکسی ڈرائیور نے کندھے اچکاتے ہوئے میری طرف دیکھا اور بات جاری رکھی۔ "اس زمانے میں آج کل جیسی غنڈہ گردی اور چاقو زنی تھی۔ دوسرا ڈرائیور بے فکر اور بظاہر چوڑا چکلا قسم کا نوجوان تھا لیکن اس کے باوجود میں اس کے بیابانہ انداز سے بالکل مرعوب نہیں ہوا۔ میں نے کھڑکی کا شیشہ نیچے کیا۔ "کیا بات ہے" میں نے دریافت کیا۔ "جب اخبار ختم کر لو تو مجھے بھی دے دینا" اس نے درخواست کی۔ "یہ بات سننے ہی مجھے انہی آگئی اور میں نے اپنا ٹرک واپس موڑ لیا۔"

بہارِ صفر ۱۳۹۵ھ

نیپال کا سفر

میں امروہہ مسلم کالج میں پڑھ رہا تھا۔ میرے ساتھ میرے اور تین دوست تھے۔ ہم تینوں امروہہ سے گھر کو روانہ ہو گئے۔ سفر کافی مزے سے کٹا اور ہم تینوں الگ ہو گئے اور اپنے اپنے گھر کے لئے روانہ ہو گئے۔

میرے دو دوست کا گھراٹر میں لوہا کار اسائیڈ میں تھا اور میں اکیلا تھانہ امور کے لئے روانہ ہو گیا جہاں میرا گھر ہے۔ گھر پہنچ کر سب سے ملاقات کی اور گھروالوں میں شامل ہو گیا۔

کچھ دن تو گھر آرام سے گزارے پھر وعدے کے مطابق اپنے دوست محمد الیاس صدیقی کے گھر پھرنی ہستی پہنچ گیا۔ دوپہر کا کھانا کھا کر دونوں ایم ذکر حسین رانی کے ہاں جانے کے لئے روانہ ہو گئے اور تقریباً رات ساڑھے سات بجے ان کے یہاں پہنچے۔ کرمی کی وجہ سے ان کے بھائی اور ان کے دولہا بھائی اور کچھ لوگ کھلیان میں بیٹھے ریڈیو بجا رہے تھے اور ہلکے ہلکے ہواؤں کے جھونکوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ رانی صاحب گھر پر نہیں تھے شاید کہیں گئے ہوئے تھے۔ کچھ ہی دیر بعد وہ بھی آ گئے۔ سلام دعا ہوئی اور پھر بنی مذاق کا دور دورہ شروع ہوا۔ رات کا کھانا کھا کر سو گئے۔

دوسرے دن اسکے اصرار پر اور رکنا پڑا اگلے دن صبح ناشتہ کر کے تینوں پروگرام کے مطابق خیال گھومنے کے لئے روانہ ہو گئے اور خیال کے بارڈر کو گھربا دن کے بارہ بجے پار کر چکے اور بس میں بیٹھ کر اپنے دوست زاہد الاسلام جو کہ خیال کا باشندہ ہے اسکے گھر کے لئے روانہ ہو گئے۔ چنانچہ ہم تینوں میں سے کسی کو ان کے گھر کا صحیح راستہ معلوم نہ تھا۔ مشہور ہے کہ تلاش کرنے سے خدا بھی مل جاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح بھٹکتے بھٹکتے ان کے گھر تک پہنچ گئے عمر اتفاق

سے گھر پر کوئی نہ مل سکا پھر وہاں سے ہم ان کے بھائی کے سسرال پہنچے اور کافی پریشان ہونے کے بعد ان کے بھائی نے ہماری کافی آؤ بھگت کی اور پھر مارکیٹ گھومنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ کچھ ضروری سامان خرید کر ہم لوگ انڈیا کے لئے روانہ ہو گئے۔ انہوں نے روکنے کی کافی کوشش کی مگر ہم نہ رکے اور چائے ناشتہ کے بعد بس پر سوار ہو گئے۔

ابھی کچھ دور چلے ہی تھے کہ سرد سرد ہوا چلنے لگی۔ بادل گزرتا نہ لگا۔ بجلی چمکنے لگی۔ اس کے ساتھ ساتھ موسلا دھار بارش بھی ہونے لگی۔ نیچے اونچے کھنڈر پانی سے فوراً بھر گئے اور سڑکوں پر پانی کافی اونچا آ رہا تھا۔ پار گزرنے لگا۔ بادل کی گرج اور بجلی کی چمک نے لوگوں کو ہراساں کر دیا اور سب لوگ سم گئے۔ جب بس پہاڑ کے اوپر سے گزرتی تھی تو دل دہل جاتا تھا۔ بار بار یہ سنا تھا کہ جب تیز ہوا چلتی ہے تو بس پہاڑ سے نیچے گر جاتی ہے اور چکنا چور ہو جاتی ہے۔ قسمت نے ایسا کھیل کھیلا تھا کہ ایسے موقع پر آج ہم بس پر سوار تھے۔ موت منہ پہاڑ سے کھڑی تھی زندگی جو ہر لمحہ آنکھیں چراہی تھی حیات اور موت کے درمیان گیند کی طرح ابھر رہی تھی۔ موت کہہ رہی تھی۔

یہ سب ہمارا کھلونا ہے۔ حیات کہہ رہی تھی ہم سے چھپنا مشکل ہے۔ دونوں میں بحث و مباحثہ ہو رہا تھا۔ اس پر غضب کی اندھیری رات بجلی کی چمک سے بار بار سب لوگ آنکھیں بند کر لیتے تھے۔ ہر شخص کے منہ سے اللہ اللہ نکل رہا تھا۔ کسی کو کسی کا خیال نہیں تھا۔ ہر شخص زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔ ایسی حالت میں نہ جانے خدا نے تعالیٰ نے کس نیک بخت کی دعا قبول کی! ویسے تو میں اور میرے ایک دوست حافظ قرآن تھے لیکن ہم نے کوئی ایسی دعا نہیں کی تھی

موت کا انتظار ہے اسے

تی ہاں! جھانسی کی جیل میں قید 65 برس کی عمر کا وہ بوڑھا موت و زیست کی کشمکش کا شکار ہے۔ اس کا نام گمبای ہے۔ ایک قتل کا ملزم ہے وہ جسے عدالت نے مجرم قرار دیتے ہوئے جھانسی کی مزادی تھی اور یہ سزا 97ء میں اسے سنائی گئی تھی۔ تب سے اب تک وہ جھانسی کی کوٹھری میں قید اپنی موت کے پروانے کا شکار ہے۔

گمبای نے 96ء میں ساڑھے بارہ سو روپے قرض لیا تھا جس کی عدم ادائیگی کی وجہ سے اس کے کھیت فردری 97ء میں نیلام کر دیئے۔ 26 ستمبر کو جس سٹے اس کے اور اس کے پڑوسی کے کھیت نیلام کر دیئے تھے اس کی سرکئی لاش گاؤں کے ٹالے میں پائی گئی۔ اس معاملے میں گمبای اور اس کے پڑوسی مول چند اور مول چند کے بیٹے دیارام کو جھانسی کی سزا سنائی گئی۔

سیشن کورٹ سے جھانسی کی سزا کے بعد معاملہ ہائی کورٹ گیا جہاں سے مول چند اور دیارام بری ہو گئے۔ لیکن گمبای کی سزا برقرار رہی۔ سپریم کورٹ سے بھی اس کی سزا برقرار رہی تو نومبر 81ء میں اس نے رحم کی درخواست صدر عدالت کو روانہ کی تھی جس کا جواب آدم تحریک انجیلی کو نہیں ملا۔

جواب کے لئے حکام نے دو درجن تھانے مرکزی وزارت داخلہ کو روانہ کئے لیکن جواب نہ آیا۔ ان کوٹھری میں ٹھٹ رہے گمبای نے 7 مارچ کو ایک خط اور روانہ کیا جس میں اس نے لکھا ہے جھانسی جیل ہے تو فوراً گاؤں سے اسے کال کوٹھری سے فوراً رہا کیا جائے۔

اس کی اس التجا پر صوبائی انتظامیہ نے ڈسٹرکٹ جج دی این جاسوال کو تحقیقات کے لئے مقرر کیا۔ جیل حکام

مارے ڈر کے سانس پھول گیا تھا۔ صرف زبان سے اللہ ضرور نکل جاتا تھا۔ ہو سکتا ہو میرے دوست نے کی، ہو اور اللہ نے قبول کر لیا ہو۔

اب بس بھدر پور اسٹاپ پنچ چکی تھی جہاں ہمیں اترنا تھا خدا خدا کر کے بس سے اترے جلدی سے ہارڈ پر پہنچے راستہ بند ہو چکا تھا۔ اب رکنے کی فکر سوار ہوئی ہم اوھر سے اوھر بھٹکنے لگے۔ اکا دکا دوکان کھلی تھی۔ معلوم کرنے پر ایک نے کہا۔

دھرم شالا میں رک جاؤ۔ تو کسی نے کہا ہوٹل میں چلے جاؤ۔

ہم نے ہوٹل میں ٹھہرنا مناسب سمجھا اور ایک لڑی کے دو منزلہ ہوٹل میں ٹھہر گئے۔ نیچے کی بھائے اوپر کی منزل میں ایک کمرہ مل گیا۔ ہوا اب بھی سائیں سائیں پل رہی تھی۔ ہم نے کھڑکی اور دروازہ بند کر لیا اور بمشکل کھانا کھا کر اپنے بستر پر پڑ گئے۔ میرے دونوں ساتھی کچھ زیادہ سی فراق پسند ہیں دونوں ہمیشہ مذاق میں مشغول ہو گئے اور دن کے واقعات کو دھرا کر مزالینے لگے اور اپنے اپنے سر میں لیٹ گئے۔

میں رات بھر کونٹیں بدلتا رہا کسی کونٹ سکون نہیں ل پاتا تھا۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور جا چکی تھی۔ تاریکی نے ہر چیز اپنا قصہ بتا لیا تھا۔ کبھی کبھی بجلی کی چمک سے دور و نزدیک کے پہاڑ اور چٹان پودے مست شراب کی طرح بھومتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی اور اپنے اپنے گھر کے لئے روانہ ہو گئے۔

جب بھی اس مذکا خیال آتا ہے تو موت کا منظر آنکھوں کے سامنے رقص کرتے لگتا ہے اور دل دہل جاتا ہے کلیجہ منہ کو آتا ہے نہ جانے کس کی دعا کی برکت سے ہم سب بچ گئے۔

☆ شائق۔ انڈیا

معاملے کو ایک ہفتے میں نمٹا کر جواب روانہ کر دیا جائے گا لیکن ابھی تک جواب نہیں مل سکا ہے۔ گیلیا بارہ برس سے اسی کشمکش کا شکار ہے کہ اسے سولی پر لٹاتا ہے یا نہیں؟

ہٹا انوا گروال۔ انڈیا

کووی تنی رپورٹ میں بیج صاحب نے کہا کہ رحم کی اپیل کا جواب اسے ابھی تک نہیں ملا ہے جس کی وجہ سے وہ اس قدر پریشان ہو گیا ہے کہ کوٹھڑی کی سلاخوں پر سرخ پٹ کر خود کشی کی بات کرتا ہے۔ انکی غارش پر ایک افسر کو دہلی روانہ کیا گیا۔

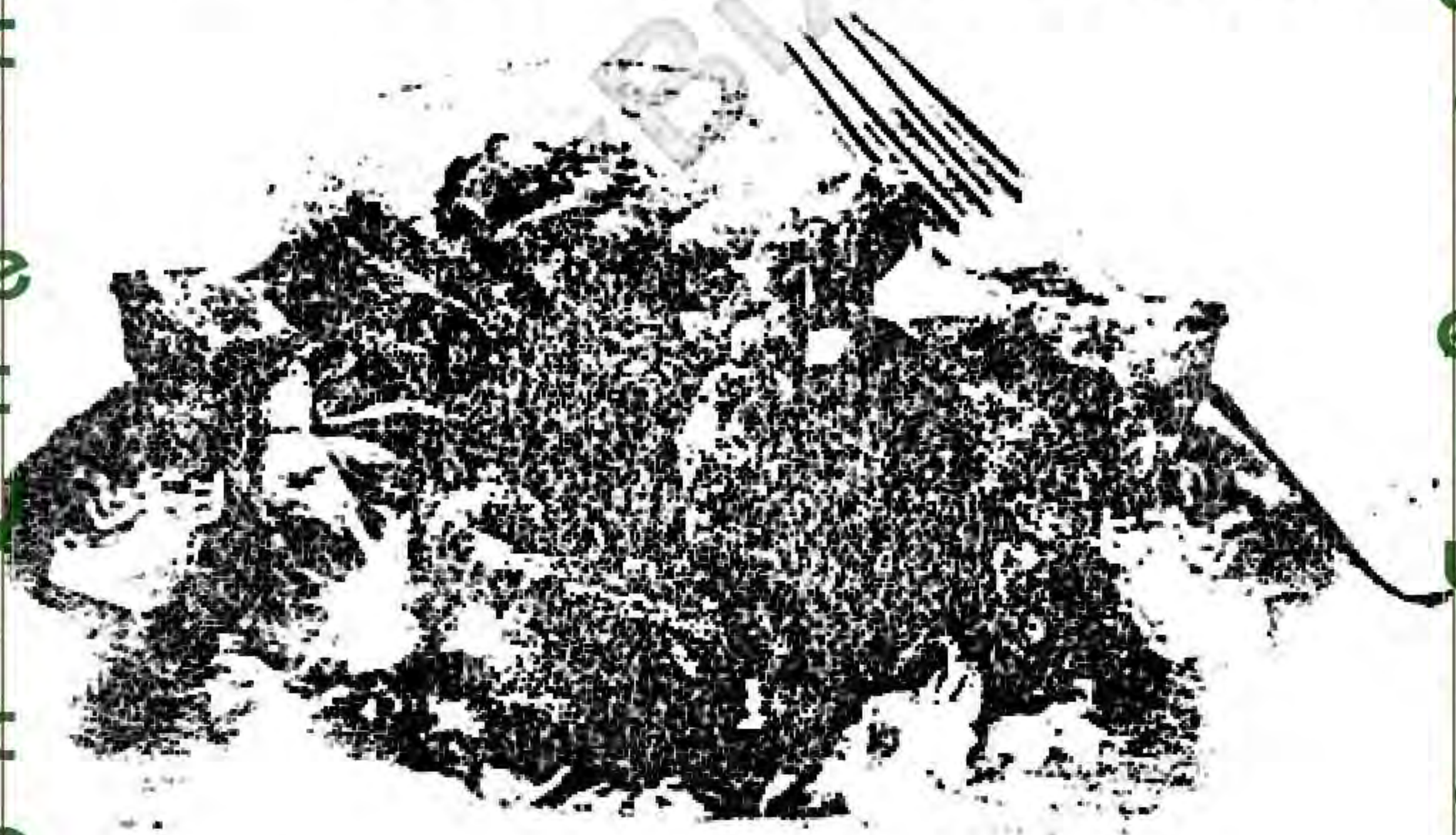
معلوم ہوا کہ گیلیا کی فائل ہوم منسٹری میں ہے وہ متعلقہ حکام سے ملا تو افسر کو قسبی دی گئی کہ اس

انچارج۔ شاہدہ پروین

شاہدہ کا دسترخوان

کھانے پکانے کی ترکیب ہمیں قارئین سے وصول ہوتی ہیں جو ہم جوں کا توں آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔ اگر آپ بھی کوئی منفرد ترکیب جانتی ہوں تو ہمیں ارسال کریں۔ ترکیب صاف صاف اور خوشخط لکھی ہوئے چاہئے تاکہ پڑھنے میں آسانی رہے۔ خواتین ہمیں کھانے پکانے کی ترکیب اپنی تصویر کے ساتھ بھی ارسال کر سکتی ہیں ہم شائع کر دیں گے۔

سحر شاہدہ کا دسترخوان۔ ماہنامہ پتی کہانی 29 حبیب بینک ہند باندہ بازار لاہور



چکن بالز

اجزاء۔

چکن

ڈبل روٹی

نمک

تھی / آئل

اورک

انڈا

لہسن

انڈا

چائیز نمک

دارسوس

کالی مرچ

ترکیب۔

ڈیڑھ کلو

چورا (حسب ضرورت)

ایک چائے کا چمچ

حسب ضرورت

آدھا چائے کا چمچ (پیٹ)

مٹانے کے لیے

آدھا چائے کا چمچ

مٹانے کے لیے

ایک چائے کا چمچ

دو کھانے کے چمچ

ایک چائے کا چمچ

جیلٹن پاؤڈر کو گرم پانی میں گھول لیں۔ ڈبے میں بند فروٹ کو جوس سے نکال کر جیلٹن کا کچر جوس میں ملا لیں اور حسب ضرورت پانی ملا کر انداز دو کپ پانی تیار کر لیں اگر ضرورت ہو تو نوڈلر بھی ملا لیں۔ اچھی طرح مکس کر کے فریج میں جمنے کے لیے رکھ دیں۔ خیال رہے کہ پوری طرح جم نہ جائے۔ اب موسی کو دو حصوں میں کاٹ کر تھپے کی مدد سے اس کا گوڈا نکال دیں۔ اب فروٹ اور جیلی کو مکس کر کے موسی کے سانچے میں فریج میں رکھ دیں۔ 2 سے 3 گھنٹے کے بعد یا پھر جب جیلی تیار ہو جائے سرو کرنے سے پہلے موسی کو تین حصوں میں کاٹ لیں۔

بنا راحیلہ۔ اسلام آباد

سویاں سمو سے

اجزاء۔

سویاں

ایک پاؤ

سمو سے گی پنیاں

16 عدد

تھی / آئل

دو کھانے کے چمچ

تھی / آئل

فرائی کے لیے

شکر

آدھا کپ

پانی

ایک کپ

الابچی

4 عدد

کیوزہ

ایک چمچ

پستے

1/4 پیالی (کٹے ہوئے)

کھوپرا

1/4 پیالی (کٹڑوں میں کٹا ہوا)

بادام

1/4 پیالی (کٹے ہوئے)

ترکیب۔

آدھا چمچ تھی یا آئل گرم کر کے اس میں الابچی

مرغی میں تمام چیزیں اور حسب ضرورت پانی ڈال کر ابال لیں۔ پھر ریٹے کر کے چور میں پھین لیں۔ پھر انڈا ملا لیں۔ پھر بالز بنا کر انڈا لگائیں۔ پھر ڈبل روٹی کے چورے میں رول کر کے آئل یا تھی میں ڈیپ فرائی کریں۔

بنا رضیہ مسلم۔ لاہور

Fruit and Jelly Wedges

اجزاء۔

آب میں بند مکس فروٹ 440 گرام

3 سے 4

دو کھانے کے چمچ

125 ملی لیٹر

نوڈلر موسی

جیلٹن پاؤڈر

گرم پانی

ترکیب۔

(پانی میں گھول کر) ملا دیں اور چمچہ ہلاتے جائیں۔
ہری پیاز کے لمبے لمبے ٹکڑے کر لیں۔ مچھلی پر یہ ٹماٹر
واٹا Sauce ڈالیں اور اوپر ہری پیاز سے سجائیں۔

ہذا شاز یہ احمد۔ کراچی

STUFFED CHICKEN ROLL

اجزاء۔

مرغی
سینے (دو عدد)
Woester Sauce آدھا چائے کا چمچ
نمک 1/4 چائے کا چمچ
کالی مرچ 1/4 چائے کا چمچ

فیلنگ کے لیے اجزاء۔

ایک کپ چکن قلم
ایک عدد شملہ مرچ
1/4 چائے کا چمچ نمک
ایک عدد گاجر
1/4 چائے کا چمچ کالی مرچ
4 عدد ہری مرچ
1/4 چائے کا چمچ مسٹرڈ پاؤڈر
آدھی مٹھنی ہر ادھنیا
ایک عدد (سلاٹس) ڈبل روٹی
ایک عدد (ہارک کٹا ہوا) پیاز
1/4 چائے کا چمچ (پیست) لہسن
1/4 چائے کا چمچ (پیست) اورک

ترکیب۔

مرغی کے سینے کو ہلکا ہلکا کوٹ کو پتلا کریں اور
نمک کالی مرچ Woester Sauce لگا کر 15
منٹ کے لیے رکھ دیں۔ قلمہ میں اوپر دیئے ہوئے

کڑکڑائیں اب اس میں سویاں بھون کر کیڑا پانی
اور شکر ڈال کر دم پر رکھیں۔ 10 منٹ کے بعد چوبھے
پر سے اتار لیں کر پلیٹ میں نکال لیں۔ ٹھنڈی ہو
جائیں تو اس میں پیسٹ بادام اور کھوپر ملائیں۔ اب
سموسے کی پیٹوں میں بھر کر سموسے بنالیں۔ اب کھجی
یا آئل گرم کر کے اس کو گولڈن براؤن فرائی کر لیں اور
مہمانوں کو گرم گرم سرد کریں۔

ہذا نوشین۔ سرگودھا

ثابت مچھلی ٹماٹر کے ساتھ

اجزاء۔

مچھلی کانٹے والی
پانی
نمک
کارن فلاور
آئل 1 کھجی
ہری پیاز
لہسن
شکر
ٹماٹر
میدہ
ترکیب۔

مچھلی کا پیٹ صاف کر لیں اور پھر اس کو اچھی
طرح دھو کر اس پر کٹ لگالیں۔ پھر اس پر نمک اور
خشک میدہ لگالیں۔ فرائی چین میں آئل یا کھجی گرم
کر کے مچھلی تل لیں۔ جب بادامی ہو جائے تو اتار
لیں۔ اسی آئل یا کھجی میں ٹماٹر کے چار حصے کر کے
ڈالیں۔ جب پکنے لگیں تو اس میں شکر اور کارن فلاور

تمام اجزاء، اچھی طرح ملا لیں۔ سینے کے اندر قیمے کا کھچر ڈال کر رول کریں اور دھاگے سے باندھ لیں۔ ایک ڈش میں سینے، رگیں اور ادون پر 180 ڈگری سینٹی گریڈ پر 15 منٹ کے لیے بیک کر لیں۔ باہر نکال کر دھاگہ اتار دیں اور سلائس میں کاٹ لیں۔ اُلی ہوئی سبز یوں اور سلاڈ کے ساتھ پیش کریں۔

نشا سعد یہ نور۔ حیدر آباد

قیمہ بھرے کر لیے

اجزاء۔

کر لیے

نمک

قیمہ

سرخ مرچ

تخمی آٹا

پیاز

ترکیب۔

آدھا پاؤ (مشین سے دو بار نکالا ہوا)
دو چائے کے چمچ (پاؤڈر)
دو کھانے کے چمچ
دو عدد (سلائس میں کاٹ لیں)

ایک تھلی میں اور اس میں تمام اشیاء اور تخمی یا آٹا، قیمہ پیاز، نمک، چلی پاؤڈر ڈال دیں۔ اس وقت تک پکائیں کہ پانی خشک ہو جائے۔ پھر پلے ہوئے قیمے میں کٹا ہوا ہوا دھنیا اور ہری مرچ شامل کر کے اچھی طرح مکس کر لیں۔

ترکیب برائے کر یا

سب سے پہلے کر یلوں کو پھیل لیں۔ پھر ان پر اچھی طرح سے نمک ملا کر انہیں ایک یا دو گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ انہیں دھوئیں نہیں پھر کر یلوں میں تیار شدہ قیمہ بھر کر اسے دھاگے سے مضبوطی سے باندھ دیں۔ پھر کر یلوں کو آٹا یا تخمی میں فرالی کریں۔

اب اسی آٹا یا تخمی میں ایک عدد مچھوئی پیاز کے سلائس فرالی کر لیں۔ جب ٹرانسپیرنٹ ہو جائے تو اس میں اورک، لہسن (دونوں 2'2 چائے کے چمچ پیسٹ)، ہلدی 1/4 چائے کا چمچ، پٹا ہوا دھنیا ایک چائے کا چمچ، سرخ مرچ پیس ہوئی دو چائے کے چمچ، نمک آدھا چائے کا چمچ اور ٹماٹر دو عدد ڈال کر تھوڑے سے پانی میں اچھی طرح بھون لیں۔ جب مصالحہ تیار ہو جائے تو اس میں کر لیے ڈال دیں اور بچا ہوا قیمہ بھی۔ پھر آدھا کپ اُلی کا جوس ملا کر دم پر رکھ دیں۔

نشا شافت۔ مٹان

جھینگے مرچوں کے ساتھ

اجزاء۔

جھینگے

بڑی پیاز

آٹا

پانی

لہسن

چلی ساس

اورک

ٹماٹر ساس

ترکیب۔

آدھا کلو

چار عدد

ایک کھانے کا چمچ

آدھا کپ

ایک کپ

ایک چائے کا چمچ

ایک کھانے کا چمچ (لے لے کاٹ لیں)

ایک کھانے کا چمچ

جھینگوں کے جھنگے اتار دیں بلکہ صرف سر ملندہ کر لیں۔ دھنیا میں آٹا یا تخمی گرم کریں پھر اس میں لہسن، جھینگے اورک ڈال کر ملا لیں۔ جھینگوں کا رنگ جب بدلنے لگے تو اس میں ٹماٹر ساس اور چلی ساس اور پانی ڈال کر تھوڑی دیر پکائیں۔ پھر اوپر ہری پیاز ڈال کر گرم گرم نوش فرمائیں۔

نشا حاجہ۔ کوئٹہ

شیریں شکر قند و شکر انچارج۔ نور العین عینی

آپ اپنا یا اپنے پسندیدہ اشعار شائع کروانا چاہتے ہیں تو 10 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ہمراہ ارسال کریں۔ ورنہ اشعار شائع نہیں کیے جائیں گے۔ اگر آپ اشعار اپنی تصویر کے ساتھ شائع کروانا چاہیں تو 30 روپے کے ڈاک ٹکٹ ہمراہ ارسال کریں۔ نقش اشعار شائع نہیں کیے جاتے۔ صرف ایک اشعار یا قطعہ ارسال کریں۔

کچھ میری پسند۔ ماہنامہ سچی کہانی 29 صیب بینک بلڈنگ اردو بازار لاہور

اتنے قریب آؤ کہ جی بھر کے دیکھ لیں
شاید پھر ملو تو یہ ذوق نظر نہ ہو
ممکن ہے ایسا بھی وقت آئے تیری قربت وقت میں
دستک کو تیرا ہاتھ بڑھے مگر میرا درد نہ ہو
ہٹا لیں امتیاز احمد۔ کراچی
کیا خبر تھی کہ یوں بھی ہونا تھا
بھائی سے دور بھائی ہو جائے
شاید خان لودھی۔ سعودی عرب
ہم ملے تھے شفیق آصف سے
تیری یادوں میں شعر کہتا تھا
شاید مجید۔ سعودی عرب
پایں ہونٹوں پر ہم گئی ان کے
روبو جن کے بہتا دریا تھا
محمد الطاف۔ بلوچستان
دامن دامن چھپنے والے
جانے کیوں مشہور ہونے ہیں
ملک ارشد جاوید۔ خوشاب
جن میں سر کا خطرہ بھی تھا
وہ مجھ سے منظور ہوئے ہیں

عشرت جٹ۔ شہر بہاں شاہ
جینے کو جب سانس مانگو
سب سے پہلے آنکھیں مانگو
سید توصیف الدین۔ سعودی عرب
ہم کو ہے یقین کامل وہ ہمیں سے گزرتے کا
راتے میں بیٹھے ہیں انتظار کرتے ہیں
مرد حسین گل۔ شجاع آباد
بے چارے غریبوں کی کمائی تو یہی ہے
ان کچے گھر بندوں میں دھواں جاگ رہا ہے
عبد الغفور شاہد۔ شجاع آباد
جذبے ہیں مرے آج بھی اس بات کے شاہد
ہونٹوں پہ مرے حرف یہاں جاگ رہا ہے
نصرت جاوید وڑائچ۔ پھالیہ کالج
اک عمر کی سوچوں نے تخلیق کیا جس کو
چھوٹی سی کمائی ہے چھوٹا سا فسانہ ہے
شاہد جٹ شہر۔ ملتان
پرداں تیری دنیا میں کوئی سکرانے نہیں دیتا
اور تو اور ہے یہاں کوئی اشک بہانے نہیں دیتا
نصیر حیدر بلوچ۔ خوشاب

بعد مرنے کے میری جو تم کہانی لکھا
 کیسے برباد ہوئی میری جوانی لکھا
 = بھی لکھا کہ ہونٹ ترے خوشی کے لئے
 عمر بھر کیسے بہا آنکھوں سے پانی لکھا

محمد رفیق ----- نوشہرہ فیروز

میری تھکن پہ خمار آیا ہے
 ان کی نفرت پہ عیار آیا ہے
 زاہد اب توپ کو سنبھالنا تم
 کر کے راحت سگار آیا ہے
 برکت علی ----- یزمان منڈی
 میں انتظار کروں گا تیرا قیامت تک
 خدا کہے کہ قیامت ہو اور تو آئے
 رب نواز -----

چھرنے سے پہلے سوچا تھا گلے ملیں گے تم سے
 نکلنے کے دستور ایسے ہم مل نہ سکے لوگوں میں
 مجھ کو تو ہوش نہیں تم کو خبر ہو شاید
 لوگ کہتے ہیں کہ تم نے مجھے برباد کیا
 ایم نواز شاہین بھنگوی۔ کراتی
 کالے برقعے والے کو دیکھ کر دل کی لٹندی تو نکلی
 جب اس نے غلبہ آدرا تو کل سیاح نکلی
 اسے مل نہ اسے کل بگاڑا ہم نے تیرا کیا
 چمن میں سیر کرنے اب نہ گھر تیرا نہ گھر میرا
 محمد عثمان۔ پروان شتی

وہ لوٹ کر آئے گا ہے مجھے یقین
 گھر خالی ہے میں اور یہاں کوئی نہیں
 عبدالعزیز خان۔ یحییٰ خیل

بنانے کو تو مصور نے بٹاری ہے اک تصویر
 سوچا ہوں کہاں دیکھ لی اس نے میرے خوابوں کی عروس
 شریاں لبالبی ----- پاک چین

کیا لوٹ کر نہ آئے گا وہ روح زندگانی
 کیا دن نہ ختم ہوں گے کبھی انتظار کے
 بے کیف زندگی سے آگیا نہ جائے دل
 آجہو ایک بار تو گیسو سنوار کے
 منور حسین بٹ عاجز۔ لاہور
 تو میرے پیار سے تسکین کی امید نہ رکھ
 خواہش ٹوٹتے تاروں کے سوا کچھ بھی نہیں
 اکمل سجاد کاش۔ منڈی نوٹوالی
 ہجر کے ماروں کی خوش فہمی جاگ رہے ہیں پہلوں سے
 جیتے یوں شب کٹ جائے گی جیسے تم آجہو کے
 طالب حسین۔ منڈی نوٹوالی
 یونہی صکتے رہو میری محبت کے چمن میں نصیب
 سدا رہے تیرا یہ انداز الفت میرے سنگ سنگ
 میاں عطا اللہ خان سی۔ ضلع کجرات
 یاد ہے مجھ کو کلی سے لے کر بہار چمن میں کھلنا
 قہقہے تو کہتے ہیں غم فراق یار میں ڈوبا ہوا
 چوہدری محمد نصیب اللہ خان۔ ہوریہ

غم دل میں پالتے ہیں
ان سے کہہ کر بھی کچھ نہیں کہتے
اس نے آنا بھی نہیں یارو
پھر ہیں مختل کیوں رہتے
مرخان وقار و کھڑی۔ لاہور

دامن دل میں کوئی پھول نہ مکا اب تک
کچھ جو ملتے ہیں تو گڑھوں کے نشان ملتے ہیں
کوئی ہمدرد نہ ملے میں نہ پایا ہم نے
حسرت ہی رہی کوئی ہمارا بھی ہوتا
اچھ۔ کے بصیر دی منظر گڑھ

ہونے نہ پائے کبھی داستان وفا
تمام عمر گزر جائے گفتگو کرتے کرتے
نزہت یا سمین نازو۔ فیصل آباد

پرورش پاتی ہے جس گھر میں محبت میری
میں عقیدت سے اسے تاج محل کہتا ہوں
الفت کاظمی۔ تریخیل
خوشبو کے جزیروں سے تاروں کی حد تک
اس شہر میں سب کچھ ہے صرف تیری کی ہے
ساجد شریل۔ ڈیرہ غازی خان
اسی مقام پر کل مجھ کو دیکھ کر تھا
بست اداس ہوئے پھول بیچنے والے
وقار نیازی۔ تریخیل

جس قدر راکھ کریدوں پس جہراں اپنی
اور چھڑے ہوئے لوگوں کی محبت جاگے
دلفت ساروج۔ لہ

یہاد ہوا ہے میرے نقصان کا سودا
کہنے کو پیش سے میں انمول رہی ہوں
مس ممتاز بیگم۔ مانگٹ
خدا حافظ میری توبہ کا زاہد و اب
کر کے وہ محشر جمال ہار و شکار آیا ہے
تہزہ چوہدری۔ لہ

کبھی گل کی کبھی گلستان کی بات
کرتے ہیں یوں دل بھلانے کی بات
ہوش والوں کی بھی کوئی سنتا نہیں
راحت نے گا کون دیوانے کی بات
ثناء اللہ خان نیازی۔ نوشہرہ

جکڑے ہوئے ہیں عہد وفا کے
بنے ہیں مجرم اک بے وفا کے
جرم الفت تو کر بیٹھے ہیں یارو
اب مختل ہیں ان سے سزا کے
ذوق احمد جانی۔ جہلم

اے مصور تیرے ہاتھوں کی بلائیں لے لوں
کیسی تصویر بنائی ہے میرے دل کو بھلانے کے لئے
محمد نسیم۔ خوشاب

وہ آتے ہیں تو دل میں کچھ کک معلوم ہوتی ہے
میں ڈرتا ہوں کہیں اس کو محبت تو نہیں کہتے
مرید عباس۔ بکھر

جب بھی تنہائی میں تواز سنی ہے دل کی
تجھ کو اعز کن سے بھی کہیں نزدیک پایا
کبھی کبھی سفر زندگی سے تھک کر ہم
تیرے خیال کے سائے میں بیٹھ جاتے ہیں
کنول۔ میانوالی

جب عہد شباب آتے ہیں
اپنوں سے بھی قباب آتے ہیں
نوائی کے طوفانوں میں راحت
کئی دلوں پہ عتاب آتے ہیں
محمد رمضان

نہ چلتی تیز ہوائیں نہ گرتے پھول بہاروں کے
نہ ہوتے ہم پر کسی نہ چھڑتے اپنے یاروں سے
وہی شام غم کا عالم وہی خطر نگاہیں
میں ازل سے تک رہا ہوں تیری واپسی کی راہیں
صبح اللہ میرے شیخوپورہ
اک نظر ڈال بھی میرے تڑپتے دل پر نار
دل کے ٹکڑوں پر نظر آئے گی صورت تیری
ایک چکر بھی لگائے گا تو لٹ جائے گا
تو میرے شہر میں آیا ہے تو بازار نہ دیکھ
عبدالکریم

فرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا فرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے
یہ بندی وہ خراسانی یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندہ ساحل اچھل کر بیکراں ہو جا
محمد انور مرزا مرحوم۔ لاہور

اب تو اکثر میں تنہا رہتا ہوں
اپنے خوابوں میں کھویا رہتا ہوں
پلاس جذبات کی بجھانے کو
ذہر چاہت کا پیتا رہتا ہوں
پرویز احمد

آنکھیں ہی ملاتی ہیں زمانے میں دلوں کو
انجان ہیں ہم تم اگر انجان ہیں آنکھیں
آنکھوں سے بڑی کوئی تراندہ نہیں ہوتی
لتا ہے بشر جس میں وہ میزان ہیں آنکھیں

سنائی کہانی، 190ء جون 2014ء

شمس الدین -----
کب رات ڈھلے گی کب تم آؤ گے
میرے زخموں پہ راحت مرہم لگاؤ گے
ساجد نیازی۔ ڈیرہ غازی خان
یقین تھا دل کو کہ تم کو بھی پیار ہے مجھ سے
یہ اور بات کہ دل ہی قریب کھا جائے
ایم یاسین۔ ڈی بی خان

تقول کر میری عاجزی تیرا کرم باکمال ہے
تیری ایک نظر کی بات ہے میری زندگی کا سوال ہے
لکھ لکھ کر طالب کا نام زمین پر مٹا دیا
اس کا مذاق تھا مجھے خاک میں ملا دیا
طالب حسین پرہیسی۔ فاروق آباد
میں بہت چاہتا تھا کہ اصولوں کا دامن ہاتھ سے نہ
چھوٹے مگر یادوں زندگی نے ہر گام پہ چوٹ قیامت
ضمیر احمد ضمیر۔ لاہور

سی مادی اخلاق کو نہیں دیتا بگلیاں گرانے کا سبب
وہ سیاہ لاکھ بچھ کر اکثر مجھ پہ گرا کرتیں ہیں
شعیب احمد خان -----
بہاولپور

میرے بغیر آپ تو رہتے تھے ہر دم بے قرار
کیسے کہ آج میری ضرورت کہاں مہنی
محمد یونس -----
راولپن پور

نہ پوچھو کس پر سرتا ہوں یہ منہ پھیرے جو بیٹھے ہیں
انہی پر جان جاتی ہے انہی پہ دم لگتا ہے
ساجد علی بابی -----
چونیاں

زمانے میں کوئی منزل تو تجھے مل گئی ہو گی
ہمیں انجان راہوں پر روانہ کر دیا تو نے
عابد محمود۔ ملک ہانس

زندگی یوں تو ہمیشہ سے پریشان ہی تھی
اب ہر سانس گراں بار ہوئی جاتی ہے
دھامیں کر کے اسے ہم کچھ ایسے غم اٹھائے
رز جاتا ہوں جب کوئی وفا کا نام لیتا ہے
ایم نواز شاہین بھٹکوی۔ کراچی

بات لاتے ہیں تو باتوں میں مزا دیتے ہیں
سنگ راہوں کے مجھے راہ دکھا دیتے ہیں
اب یہ عالم ہے ہمارے بھی جنون کا راحت
چاہتے ہیں شے ہم ٹیلی بنا دیتے ہیں
فیضان حسین عثمانی۔ حیدر آباد سندھ

ہر پھول کی قسمت میں کہاں تاز عروساں
بچہ پھول تو کھٹکتے ہیں مزاروں کے لیے
امتیاز ساجن۔ نوشہرہ درگاں

اگر یہ دل چٹک ہوتا تو اڑاتا غم کی ڈوروں سے
مشق کے پیچھے لگاتا کنوٹا حسن والوں سے
زادہ محمود۔ جڑانوالہ

زمانے میں کوئی منزل تجھے تو مل گئی ہو گی
ہمیں انجان راہوں پر روک کر دیا تو نے
انجاز احمد۔ چوکی

تیری ہر چاپ سے جلتے ہیں خیالوں میں چراغ
جب بھی آئے تو جگاتا ہوا جاو آئے
تجھ کو چھو لوں تو اسے جان تمنا مجھ کو
دیر تک مجھے اپنے بدن سے تیری خوشبو آئے
اختر حسین۔ تونسہ شریف

کوئی تو شہر میں میرا بہنوا ہو گا
جو میرے لیے راتوں کو جاگتا ہو گا
ہے اشتیاق کہ دیکھوں میں اک نظر تجھ کو
چمکے کے حال تیرا نہ جانے کیا ہوا ہو گا

معراج علی خان۔ قلعت
راست اب کچھ نہ رہا کوچہ دلبر
یارو مجھے چلنے کی اور سیکھا دو
ارشاد علی ارشد۔ مغربی نرتوچہ

ارادہ ترک محبت کر تو لیا مگر
دھیر دھیر۔ یاد وہ پھر آئے لئے
ایم ضیف۔ نواب شاہ

نہ اپنوں کی نگاہوں میں پرانے ہوتے
نہ بے درد کی باتوں میں آئے ہوتے
شکایت ہم کو تم سے اتنی ہے اشرف
جو عہد کئے تھے کاش وہ نبھائے ہوتے
غفار احمد بھٹی۔ لاہور

بھول جانے کا تجھے کیسے تصور کر لوں
میری ہر یاد سے دلست ہیں یادیں تیری
ظہور احمد۔ ضلع راجہ سندھ

خیلام ہوئے کئی بار تیرے لئے صنم
قیمت ملی ہر بار آنسو اور زخم
محمد اہمل۔ بانک کائنات

شہر تیرا تھا روپ مگر اب یاد نہیں
تیری گل کی راہگز اب یاد نہیں
فرصت میں دن بیت رہے ہیں اسے یارو
راحت کے وہ شام و سحر اب یاد نہیں
محمد شہباز۔ مظفر آباد

دلتا دیکھ بھال کے مجھ غم زدہ کی لاش کو
لپٹی ہوئی کفن سے کوئی آرزو نہ ہو
مدحہ گزیا۔ گوجرانوالہ

اسے دلِ ناعاقبت اندیش صبیح شوق کو
کون لاسکتا ہے تاب جلوہ دیدار دوست
خستہ عتوی بہار شریف، دامِ مزاقِ انجیر، انبلہ
کینٹ، اعلانِ خالی خالی، اسے علی۔ برہانپور
گلغام بنگ دہلی۔

حسرت دیدار پردہ بن گئی دیدار کا
شوق کہتا ہی رہا تجی کھر کے صورت دیکھے
جمال وارثی، آبنگہ، محمد حنین شیر کوٹ۔
محبوب خندا کے جلووں سے ایمان کی آنکھیں نہ دھنکیا
بے دیکھے ہی جب یہ عالم ہے دیدار کا عالم کیا ہوگا
مہندر ناتھ کول، جوں توئی، منشلی، عہدِ الرحمن پٹھان
کوہر گاؤں، رشیدہ جمال بھوسا ولد۔

تابِ نظر نہیں ہے جو دیدار کے لئے
آنکھوں میں شوق دید کے تیور ہی لے چلیں
فیض الاسلام انصاری مبارک پور، محمد تابش
مبارک پور۔

کچھ اتنے دیتے حسرت دیدار نے دھوکے
وہ سامنے بیٹھے ہیں یقیں ہم کو نہیں ہے
عزیز ادھی حیدر آباد، اقبال احمد انصاری لدھیانہ
محمد نظام بھانگلہ، محمد نعیم رضا صدیقی گج، ڈھنڈوارہ
ابوشعیب مالیک گاؤں۔

یاس سے آنکھ جو جھپکی تو توقع سے کھل
صبح تک وعدہ دیدار نے سونے نہ دیا
عزیز ناصر حیدر آباد، محمد شکر اللہ مبارکپور
کون کی جا ہے جہاں جلوہ معشوق نہیں
شوق دیدار اگر ہے تو نظر پیدا کر
رئیس عالم قریشی مبارک، ڈاکٹر ذہیر احمد شمس مبارک آباد
گوہنہ محمد عذرا حسین ڈاکٹر منٹھ۔

ہر چند دل کو ترکِ محبت کا ستا خیال
لیکن کسی کا عہدِ وفا یاد آگیا

پہلی کہانی، پورہ 192ء جون 2014ء

سید مسعود جاوید۔ ٹانڈہ
یہ کیا کیا کہ سر برہم رو رہے تم بھی
وقار غم کا ذرا تو خیال کرنا تھا
جاوید اختر۔ برہانپور

حرمِ کعبہ بنادی وہ سرزمین میں نے
ترے خیال میں رکھ دی جہاں جہیں میں نے
عامرہ طالب۔ مراد آباد
ایسے بھٹک گئے تھے خود اپنے خیال میں
پہروں کسی کی یاد ہمیں ڈھونڈتی رہی
صبا پروین۔ مراد آباد

ان کا خیال آتے ہی نہ جانے کیا ہوا
ہم ایسا ان میں کھوئے کہ تصویر ہو گئے
محمد اسلام قریشی۔ رام پور
یوں کس طرح کئے گا کردی دھوپ کا سفر
سر پر خیالِ یار کی چادر ہی لے چلیں
ایم سعید۔ راجپوری

خیالِ یار کبھی ذکرِ یار کرتے رہے
اکی متاعِ ہم روزگار کرتے رہے
کیول کرشن۔ ڈوڈھ

ہاں بہت خوب ہے تجھ دیہ محبت کا خیال
لیکن اس کھیل کے انجام میں کیا رکھا ہے
نشاط افروز۔ مکیم پور
وہ تو یوں کہتے سر محشر خیال آہی گیا
ہاتھ جا پہنچا تھا روزانہ کے امن کے قریب
محمد یوسف۔ میہڑ

اسے دل خیالِ ترکِ متا بجا بھی
لیکن یہاں کی بات نہ جاتے یہاں سے دور
نسیم اختر۔ منو

غزلیں، نظمیں

انچارج۔ معیزہ سحر

آپ اپنی یا اپنی پسندیدہ غزل، نظم، سرائت شائع کروانا چاہتے ہیں تو 10 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ ورنہ آپ کی تحریر شائع نہیں کی جائے گی۔ اگر آپ اپنی تحریر کے ساتھ تصویر شائع کروانا چاہتے ہیں تو 30 روپے کے ڈاک ٹکٹ ہمراہ ارسال کریں۔

کھنڈ انچارج غزلیں، نظمیں۔ ماہنامہ نئی کہانی 29 صیب بینک بلڈنگ اردو بازار لاہور

مگر بات ایسی بتائی ہے اس نے
زندگانی ہماری ہم ہو گئی ہے

☆ احمد حبیب قیصر۔ لاہور

غزل

ساجن اس بے وفا کو میں بھلاؤں کیسے
مگی ہے آگ جو دل میں بھلاؤں کیسے
میں شاعر ہوں دیوانہ ہوں مت کرو مجھ پر ستم
محبت کے دشمنوں کو یہ بات سمجھاؤں کیسے
اشک تو بہا چکا ہوں عشق میں لوگو!
پھر نہ مارو اب آنکھوں میں آنسو لاؤ کیسے
تیرے بھر میں ہل ہل ٹوٹے کے قہر مجھ پر
میرے حسین چاند! تیری مگی کو چھوڑ کر جاؤں کیسے
یہاں میں آیا ہوں تجھ پہ قدا ہونے کے لیے
شیخ یہ نہ سوچ اپنے پردانے کو بھلاؤں کیسے
میرے دشمنوں کو طے کے اور زخم
سپنوں کی نگری کر دوں راکھ جلاؤں کیسے
☆ ساجن انصاری۔ شاہدہ لاہور

غزل

ایوں سے منہ موڑ کے جایا نہیں کرتے
اے میرے ہمسفر! دل کسی کا دل دکھایا نہیں کرتے

ماہنامہ نئی کہانی 193، جون 2014ء



غزل

ہم سے تو دیے ہیں بولتے ہو
محبت ہماری قسم ہو گئی ہے
پہنچتے نہیں ہیں وہ مکتوب جلدی
شعائے محبت مدغم ہو گئی ہے
محبت عجب شے زمانے میں دیکھی
بڑی جو زیادہ تو کم ہو گئی ہے
محبت کی راہوں میں منزل نہیں ہے
ہے منزل تو ایسی کہ گم ہو گئی ہے
راہ محبت ہے دشوار کتنی
کہ دنیا سراپا ستم ہو گئی ہے

راہ میں لاکھ ہوں دشواریاں زمانے کی
 دامن پھر کسی سے یوں چھڑایا نہیں کرتے
 دوستی ہی میں اعتماد کو پھر بحال رکھنا
 اپنے ہی یاروں کو یوں آزمایا نہیں کرتے
 دنیا ہے دوستو! قافی مرنا ہے یہاں بھی نے
 دشمن کی موت پہ خوشیاں منایا نہیں کرتے
 غم کے ماروں کی آہ تو جاتی ہے عرش پہ
 مشکل میں دیکھ کے کسی کو مسکرایا نہیں کرتے
 بڑھتے ہوئے طوفانوں کا رخ موڑ دیں
 مشکل حالات میں آنندھیوں سے گھبرایا نہیں کرتے
 جاوید ہماری دشمنی ہو جاتی ہے زمانے سے
 اس واسطے گھروندے ریت کے یوں بنایا نہیں کرتے
 ☆ محمد اسلم جاوید۔ فیصل آباد

آزاد نظمیں

(1)

ایک بار
 اُس نے ہمیں
 مسکرا کر
 کیا دیکھا
 تو

میرے دل نے یہ آرزو کی

کہ

کاش.....! یہ لہو

یونہی ٹھہرا ہے

(2)

اے حسن کی دیوی!

تم
 ایک قاتل ہو
 کیونکہ

تمہاری اک اک ادا نے
 کئی عشاق کا
 قتل کیا ہے

☆ چوہدری قمر جہاں علی پوری۔ ملتان

دارار قم سے گیلانی ہال تک

19 اپریل 2014ء اور دن ہفتہ کا تھا

دارار قم والوں نے گیلانی ہال میں پروگرام رکھا تھا

پونے دس بجے صبح اس کا آغاز ہوا تھا

شروع ٹیچروں کی آمد کا سلسلہ تھا

میرا دلبر بھی ان میں شامل ہوا تھا

چاند کا وہ ٹکڑا لگ رہا تھا

فیروزی قیصر اور دوپٹہ سفید رنگ کا تھا

اسے دیکھ کر میرا دل کھل اٹھا تھا

ایسے عالم میں وہ قیامت ڈھا رہا تھا

بجلیاں میرے دل پہ گرا رہا تھا

نہ جانے مجھے کیا ہو گیا تھا

میں خیالوں میں اس کے کھو گیا تھا

ختم تین گھنٹے بعد وہ پروگرام ہوا تھا

جب میرے انتظار کا اختتام ہوا تھا

واپسی پر اس کا انداز بہت نرالا تھا

مجھے اس نے سحر زدہ کر ڈالا تھا

سب ٹیچروں میں وہ حسن کا شاہکار تھا

میرے دل کی وہ پکار تھا

محبت کے پھول پھجوا کر دل چلا تھا
اسے پیار کرنے کو دل چلا تھا
چاند کی طرح روشن اس کا کھڑا تھا
حقیقت میں وہ میرے دل کا کلوا تھا
دن ڈھلا ہے رات ہوتی ہے
میرے لبوں پہ تیری ہی بات ہوتی ہے
میرے پیاسے من کو سیراب کر دے
دور مجھ سے تنہائی کا عذاب کر دے
ابھی ! دل سے نکل دعا تو قبول کر
ابراہیم کے مقدر میں وہ پھول کر
19 اپریل 2014ء اور دن ہفتہ کا تھا
دارالتم والوں نے گیلانی ہال میں پروگرام رکھا تھا
☆ محمد ابراہیم کھوکھر۔ مجمرہ سٹی فیصل آباد

غزل

تساری پلوں پہ تارے دکھائی دیئے
غم میں ڈوبے شرابے دکھائی دیئے
نہ جانے آج کس نے درپے سے صدا دی
فضا میں ہر سو اشارت دکھائی دیئے
وہ پا ہی لیں گے بہت جلد اپنی ہوش
جو چشم غیر کے مارے دکھائی دیئے
کسی کے جانے سے یوں حالت ہو گئی کیوں
بجھے بجھے سے نظارت دکھائی دیئے
سکوں کسی کو بھی میسر نہیں نہانے میں اے بھل
پریشان حل ہی سارے دکھائی دیئے
☆ محمد حنیف۔۔۔۔۔ میرپور (AK)

غزل

سے سے بھرتے ہیں کاروان اب کے
جاگتے ہیں کرتے ہیں قیام جہاں اب کے
خوف لٹنے کا دھول بن کر تعاقب میں ہے
راحت ہوں کیسے یہ حنن کو روں اب کے
یاد اس کی آتی ہے جس کو بھلا دیا جائے
وہ خیال بن جاتا ہے جو دل سے نگا دیا جائے
تیری یاد سے وابستہ ہے میری زندگی
راحت اس بے وفا کو بتا دیا جائے
ساجد شریف۔ ڈی جی خان

غزل

تب سے اُس کا چہ چاہے
جب سے میں نے دیکھا ہے
آنکھیں رکھا ہے قاتل
کتنا بھولا چہرہ ہے
اُس نے کھسا پیشانی
میں نے کھسا سجدہ ہے
صحرا سے جو ملتا ہے
وہ تو پاگل دریا ہے
میرے قدموں کا پیاسا
میرے گھر کا رستہ ہے
خط جو کھسا ہے میں نے
اپنے نام ہی کھسا ہے

بست سنجیدگی میں چوس لیتی ہے لہو ال کا
اسی خاطر تو ہم زندہ دل کو پیار کرتے ہیں
عمر زیست کی خاموش گزر گاہوں میں
اجنبی آتے ہیں ملتے ہیں چلے جاتے ہیں
صفحہ دہر پر رہ جاتے ہیں یادوں کے نقوش
وقت کے ہاتھوں جو بنتے ہیں گہر جاتے ہیں
ایم۔سن پل نمبر

غزل

جگر ہے پاش پاش آنکھیں بھی ہیں پر نم
پھڑکے تجھ سے کیا حال ہو گیا دیوانے کا
میری کہانی تو شاید سن لے یہ ہے درد زمانہ
پر کیا ہو گا ہر جانی ناز تیرے افسانے کا
دل کا مگر لوٹنے والا ستم خریف
یادوں کو چھوڑ کر اپنی ہر چیز لے گیا

محمد صادق۔۔۔۔۔ شاہ جیوانہ ضلع جھنگ
پاکستانیوں کے نام

یہاں اپنوں سے کوئی کلم نہ پڑے یاروں
ہمیں معلوم ہوا آہستہ آہستہ وقت گزر جانے کے بعد
بڑی خوش قسمتی سے ملتی ہے یاری یہاں یاروں
یہاں اپنے تو چھوڑ جاتے ہیں آدھے راستے میں
شروع میں تو ہم کو رلا دیا دینی نے
قسمت کی ہے بات مالک اچھا ملا ہے ہم کو
ہمیں نہیں معلوم تھا کہ یہ بھی ہو جائے گا ہمارے ساتھ
یہاں ہر پاکستانی اک دوسرے کو لوٹتے ہیں ہاتھوں ہاتھ
کہیں بھی کلم کرنے سے پہلے پتھوڑا پوچھ لو
درد مالک لڑتا ہے مہینہ گزر جانے کے بعد
محمد عقیل۔دینی

غزل

پلیس جھک جاتی ہیں دہری
من کسی کو بٹھاتے کیسے
من کے ساتھ خون بھی آتا ہے
اشکوں کو ہم بہاتے کیسے
سوکھی شنی کی طرح اک جسم
جگر کی پوشاک پہنتے کیسے
خون کسی کا شل نہیں برب
پھول چمن میں کھلکھلاتے کیسے
اس کی تپش میں جلے پروانے
شمع کو گھر میں جلاتے کیسے
کائنات کی من گھڑت نظریں
اپنے آشیانے کو آتے کیسے
بے کشش اس کی ہر اک جگہ
بستی دل کو ارشد سجاتے کیسے
ارشد علم ارشد۔انک

غزل

بھلا کس طرح ہو ممکن غم دل تیرا ٹھکانہ
انہیں بھلیوں کا طالب جو جلا دیں آشیانہ
نہ طلب کا شوق رکھنا یہاں لوٹا ہے شیوہ
بڑی خود غرض ہے دنیا بڑا ہے وفا زمانہ
ابھی میں سمجھ رہا تھا کہ میں ہی ہوں جلائے عشق
ملا ہر نظر میں دل کو وہی غم وہی فساد
کہیں سے پھر سسک لے لے ہیں انہی درد کے نقائص
ہوا دھڑوں کو حاصل وہی سنگ آستانہ
میزے پاس کیا بچا ہے میرے پاس کیا رہا ہے
کہ چلی ہے لوٹنے پھر مجھے گردش زمانہ
کہ کوئی لب تغیر کہ ہے شوق دید عاجز
وہی ایک سا تکلف وہی ایک سا بہانہ
یہی مل سکا ہے بھل یہاں رہی طلب کو
کوئی موت کا مسافر کوئی ہو گیا دیوانہ
ملک محمد نواز۔۔۔۔۔ شری پور شریف

شہلا تیرے کرم کے طلبگار ہم بھی ہیں
 عاصی ہیں پر خطا ہیں گناہگار ہم بھی ہیں
 تیری تجلیوں کی تمنا ہمیں بھی ہے
 تیری عنایتوں کے طلبگار ہم بھی ہیں
 جس آستان عشق پہ شاہوں کے سر جھکے
 اس آستان کے طالب ویدار ہم بھی ہیں
 ہم کو بھی اپنے لطف و کرم سے نواز دے
 تیرے غلام تیرے وفادار ہم بھی ہیں
 جلیوید جس کا ایک زندہ اسیر تھا
 اسی زلف مشکبو کے گرفتار ہم بھی ہیں
 محمد یوسف۔۔۔ بھائی پھیرو (پھول نگر)

وطن کے سپوت

امتحان بھی آئے گا کبھی سوچا نہ تھا اے تصور
لٹ جائے گا تیرا سب کچھ ہو جائے گا تو مجبور
کچھ کام نہ آیا تیرے جس پر ناز تھا تجھے
نہ پوچھا زمانے نے تو گزندگار ہے یا بے تصور
کس کو کہیں اپنا کس کو سنائیں دل کا حال
پہلو: مئے مشکل میں مجھے اپنے دشمن ہوئے سرور
ظلم کے تیروں کو کسی نے نہ روکا اب تک
بدن ہے زخمی سینہ ہے پھلانی دل ہے چور چور
پہلو: دے سب بھوئی رہیں اس ظالم دنیا کی
توڑ کے ٹاٹے دنیا سے ہٹک جا خدا کے حضور
ظہور احمد کانچن۔ فیصل آباد

غزل

خوں کے آنسو روئے گا
تھپاں آئیں گی

اور
ہیں کریں گی
ہائے!

کس غم زدہ نے یہاں سیر کیا؟
سوچا ہوں

ہیں کہاں وہ لوگ
جو یہ کہتے تھے

بھی باغ و بہار تھی دنیا

بسطین جاوید - لاہور

غزل

خسار ہے تو دنیا دیکھنے میں
مگر کتنا ہے اچھا دیکھنے میں
حقیقت سے بھی آنکھ بڑھ گیا ہے
بظاہر تھا جو قصہ دیکھنے میں
کنا سے کنا جاتا ہے بل بل
جو ہے معصوم دیا دیکھنے میں
نہ دیکھا اُس کو جس کو دیکھنا تھا
خواری عمر کیا کیا دیکھنے میں
ٹپ بن دیکھے کچھ لوگوں کو تنہا
ہوئے کچھ لوگ رسوا دیکھنے میں
وہ دنیا دار بھی عیار بھی ہے
نظر آتا ہے تہہ ہر دیکھنے میں

ڈاکٹر اسعد بدایونی
شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ (یوپی)

نعت سجنور فخر انبیا محمد مصطفیٰ

اگر اے نسیم سحر سرا ہو گزر دیا ہر جہان میں
مری چشم تر کا سلام کہنا حضور بندہ نواز میں
تمہیں حد عقل نہ پاسکی فقط حال آتا بتا سکی
کہ تم ایک جلوہ راز تھے جو نہاں ہے دگر مجاز میں
نہ جہاں میں راحت جاں ملی نہ مٹاٹ امن دامن ملی
جو وہاں سے درو نہاں ملی تو ملی ہیشت جہان میں
عجب اک سرور سا چھا گیا مری دوحے دل میں سما گیا
ترانہ نام ناز سے آگیا مرے لب پہ جب بھی ناز میں
کہوں تو نغمہ جاں فزا میں کہاں سے اُترے تبا
کہ سوائے ناٹھ دل نہیں مرے دل کے غمزدہ ساتر میں
سرور حسین - - - - - راولپنڈی



بے پردہ نہ پھا کر

بچی میری دیا کر

پردہ رہے سلامت

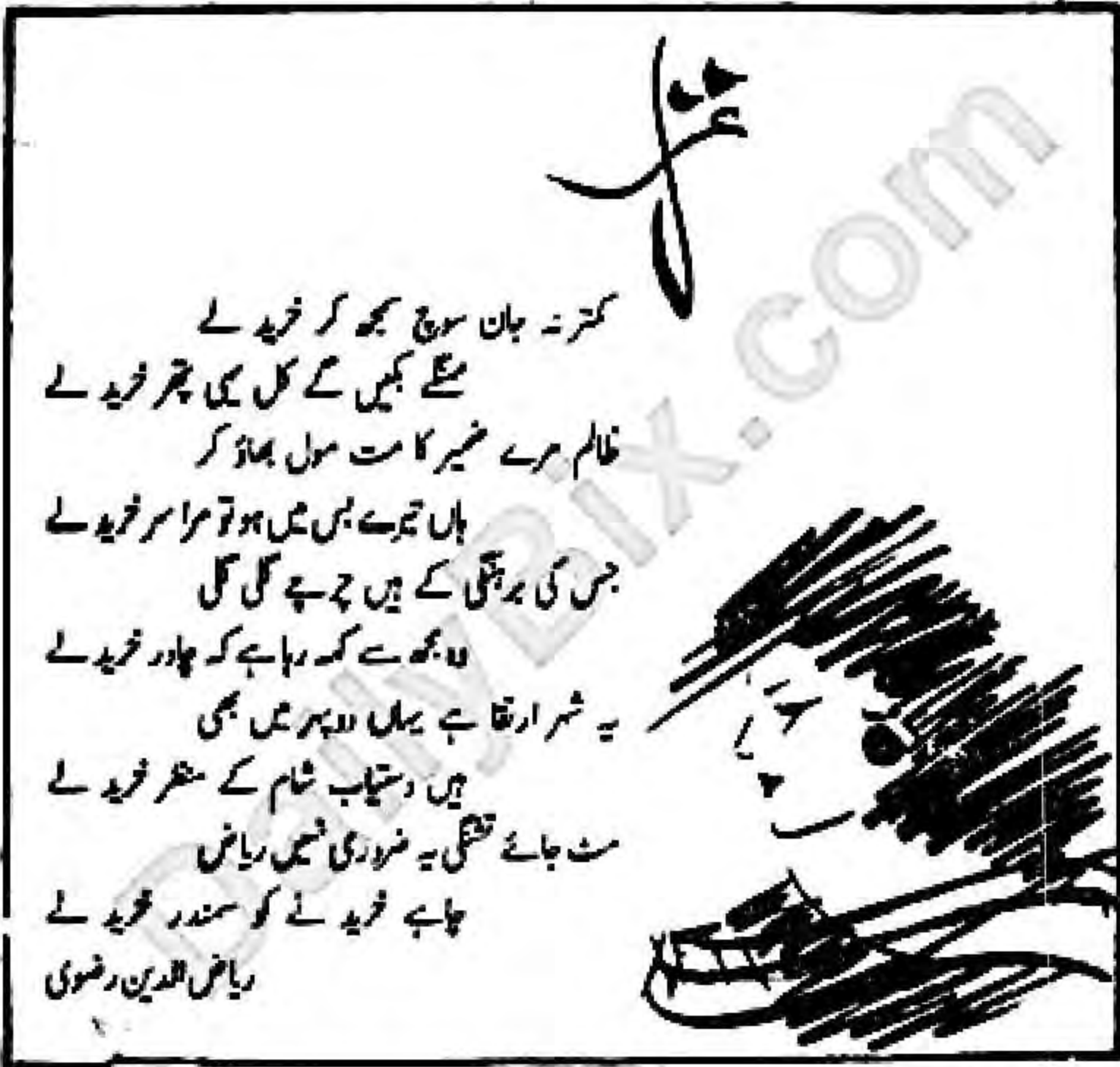
بچی تو بھی مکی دھار

بچی میری دیا کر

مظہر علی ----- بہاولپور

کیا رب بدل گیا ہے۔۔ یا دین غلاما ہے۔ کیا حکم دے دیا ہے۔۔۔۔

کوکب کی دعا ہے۔۔ خالق کی بارگاہ میں۔۔ ہر بچی ہر بہن کا۔۔۔۔



محروریت

یہ شخص جلی تر اس کا جن دیکھتے رہے
اٹھتے ہوئے دھوپ کا چہن دیکھتے رہے

بچپن تھا اشکبار جوان تھی سوگوار
پیری میں آرزو کی گن دیکھتے رہے

روشن جہاں تھا ہم یہ تھی ساریاں محیط
تقدیر کا فریب و فتنہ دیکھتے رہے

خصل تھی نذرین بہاروں کا قدر تھا
حسرت بھری نظر سے چہن دیکھتے رہے

کس جرم کی سزائیں ملی ہم کو زندگی
کیوں عمر بھر یہ رنج و ملن دیکھتے رہے

شکوہ کیا تو زوئیں گناہوں کی آگئے
سینے میں زندگی کی جیہن دیکھتے رہے

کچھ ہم کو مل سکا تیری مصلحت کا راز
بربادیوں کو زیب چہن دیکھتے رہے

سید ظفر عام حسین
فیوکیبیس۔ لاہور

گیت

یہ تیرا چہن یہ انداز خدا خیر کرے
آج بے چہن ہیں جذبات خدا خیر کرے
تم بہاروں سے چہن ہو
آبشاروں سے چہن ہو
ان نظاروں سے چہن ہو
بکے بکے سے ہیں لمحات خدا خیر کرے
آج بے چہن ہیں

اپنے گیتوں میں مرے
محبت بھی شامل کر لو،
اسکے بدلے میں مرے
پیار سے دامن بھر لو
بھول جانا نہ مری بات خدا خیر کرے
میری باتوں میں سما
روکھ کے جانے والے
روٹھتے ہم سے رہو
ہم ہیں مٹانے والے
کرو ہم پر یہ عنایات خدا خیر کرے
آج بے چہن ہیں

عنایتے ثبالی

گلہستان

انچارج۔ روبینہ کوثر

اس عنوان کے تحت اقوال زریں اور معلوماتی تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ ہر تحریر کے ساتھ 10 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ ورنہ آپ کی تحریر شائع نہیں کی جائے گی۔ اگر آپ اپنی تحریر کے ساتھ تصویر شائع کروانا چاہتے ہیں تو 30 روپے کے ڈاک ٹکٹ ہمراہ ارسال کریں۔

کچھ انچارج گلستان۔ ماہنامہ نئی کہانی 29 صیب بینک بلڈنگ اردو بازار لاہور

”اے خاموش رہو۔ میں اس کی توجہ کا انتظار کر رہا ہوں۔“

بشارت صدیقی۔ رانا ناؤن لاہور
رانگ نمبر

”ہیلو کسی ہونے؟“ بڑی چپکٹی ہوئی آواز آئی۔
”کتنی دیر لگا دی تم نے میں کب سے بیٹھی
تمہارے فون کا انتظار کر رہی تھی۔“

”ہاں بس ذرا امی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس
لیے کھانا بناتے ہوئے ذرا دیر ہو گئی۔“

”ویسے تم کیا کر رہی تھی؟“ بات کو پلٹا گیا۔
”میں..... میں تو شاہ رخ خان کی فلم ”میں ہو
ہاں“ وہ دیکھ رہی تھی۔“

”اوہ..... اچھا شاہ رخ خان کی فلم..... میں آج
ہی اس کی ڈی وی ڈی منگواتی ہوں۔ پتہ ہے میرے
ماسوں جان نے آج ہی مجھے نیا ڈی وی ڈی بھیجا
ہے۔“

”یہ تو اچھی بات ہے اور اچھا کیا حال ہے
تمہارا۔“ ”جہائی لیتے ہوئے پوچھا گیا۔“



اقوال زریں

وہی رب ہے جو صبح نیند سے جگاتا ہے۔ اس
انسان کو جو سارا دن اللہ کی نافرمانیاں کرتا ہے۔ کبھی
ناچ..... کبھی گانا..... کبھی جھوٹ..... کبھی سود..... کبھی
کالی..... کبھی کچھ..... اور جب رات ہوتی ہے تو سولا
دیتا ہے اور ایسے سولاتا ہے جیسے سارا دن اس نے ایک
بھی نافرمانی نہ کی ہو۔ پہاڑ رو پڑے۔

”یا اللہ! یہ کیا ہو رہا ہے.....؟ تو ان کو پکڑنا
کیوں نہیں.....؟ تو ان کو مارتا کیوں نہیں.....؟ اجازت
دیں تو ہم ان کو ماریں۔“ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"میں بہت تھک گئی ہوں آج تو۔"

"کیوں کیا کیا تھا.....؟"

"بس ذرا امی کے ساتھ بازار گئی تھی پوری گرمیوں کی شاہنگ کر لی ہے۔"

"اچھا سنو! جس کام کے لیے میں نے فون کیا تھا وہ تو بھول ہی گئی۔ اگر یا سمین سے بات ہو تو اسے کہنا وہ اپنی اور نچ جارہی کی قیس بھیج دے۔ مجھے بھی ویسی ہی بنانی ہے۔"

"کون یا سمین.....؟ کون سی قیس.....؟"

"کیا مطلب..... کون یا سمین.....؟ وہ جو ایف اے میں ہمارے ساتھ پڑھتی تھی۔"

"لیکن عظمیٰ! ہم تو میٹرک کے بعد سکول گئے ہی نہیں اور کون سی سہیلی یا سمین.....؟"

"ارے بھئی کون عظمیٰ.....؟ میں تو سنیا ہوں اور کیا تم فرزا نہ نہیں ہو؟"

"فرزا نہ..... نہیں تو..... میں تو صبح ہوں۔"

"کیا یہ فلاں فلاں نمبر نہیں ہے؟"

"نہیں..... یہ نمبر نہیں ہے۔"

"سوری راجک نمبر.....!!!"

☆ ایس. امتیاز احمد۔ کراچی

آٹھ الفاظ

ایک سنجوس شخص نے اخبار کے دفتر فون کیا اور کہا۔

"میرا باپ مر گیا ہے خبر لگوانے کے کتنے پے ہوں گے؟" جواب ملا۔

"پچاس روپے فی لفظ۔" سنجوس بولا۔

"اوہو یہ تو بہت زیادہ ہیں..... اچھا لکھو غفار

بھائی مر گئے۔" اخبار والا بولا۔

"کم از کم آٹھ الفاظ ہونے چاہیے۔" سنجوس شخص بولا۔

"اوہو اچھا ذرا سوچنے دو....." پھر چند منٹ بعد گویا ہوا۔

"غفار بھائی مر گئے سوز و کی برائے فردخت۔"

☆ امن فضاء۔ پشاور

دعا

کسی کو کچھ دینے سے اچھا ہے اسے دعا دو کیونکہ تم ہر چیز واپس لے سکتے ہو مگر کسی کو دیا ہوا اچھا وقت اور دعا واپس نہیں لے سکتے۔

☆ فضاء ماہرہ۔ پشاور

ہنس جیتی

آم کے سیزن میں ہمارے ایک دوست نے ہمیں اپنے ہاں مدعو کیا تو ہم بخوشی ان کے گاؤں چلے گئے۔ انہوں نے اپنے باغات میں مختلف اقسام کے آم کاشت کیے ہوئے تھے۔ ایک روز ہم سے کہنے لگے۔

"بھائی صاحب! جب تک آپ ہمارے یہاں مقیم ہیں ہم آپ کو یونٹا آم کھلاتے رہیں گے؟" ہم نے کہا۔

"تو پھر بھائی جان! ہم یہیں کے ہو کر رہ جائیں گے۔"

☆ چوہدری قمر جہاں علی پوری۔ ملتان

لطیفہ

ایک صاحب! کافی رات گئے گھر لوٹے اور خود ہی

ہیمل مکتب - لاہور

ایسی سو بہ روحوں جنوں بھوتوں اور چلیوں پر بہت زیادہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ موسم سرما میں سو من کی عدم موجودگی کو جنوں کی شرارت سے منسوب کرتے ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ شمر جن اپنے بازو سو من کے سامنے پھیلا دیتے ہیں اسی لیے تاریکی چھا جاتی ہے تاہم وہ جن اور بھوتوں کے لیے کچھ نہیں کرتے۔ عورتیں البتہ ٹوٹے ٹوٹے ٹوٹوں میں مگی رہتی ہیں۔ ایسی سو عورتیں چربی سے ہلائے گئے چرائے کے گرد سات چکر لگا کر اپنی خیر و عافیت کی دعا مانگتے ہوئے دشمنوں کو بددعا میں لگتی ہیں۔

ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ حج کے لئے جا رہا تھا۔
اس کے بیٹے کا نام اسلام تھا۔ اس آدمی نے اپنے بیٹے کو کسی
کام سے باہر بھیج دیا۔ ایک محنت ہو گیا۔ مگر وہ آیا۔ حتیٰ کہ
جسٹ کے چلنے کا وقت ہو گیا۔ تو اس آدمی نے آواز لگائی۔
”اسلام“

ہندو گاہ پر کھڑے لوگ جذبات میں آگے اور سب
نے مل کر گدے
نہ ہوا

(محمد انوار الحق طاہر مدظلہ العالی)

ایک صاحب کے پیر بہت بڑے تھے۔ اتفاق سے انہیں نظر بھی بہت کم آتا تھا۔ ایک دن وہ اپنے نوکر کے ساتھ جو تا خریدنے گئے۔ تمام دوکانیں چھان ماریں لیکن کیس بھی ان کے ٹاپ کا جو تا نہیں ملا۔ آخر وہ ایک دوکان میں نوکر کا ہاتھ پکڑ کر داخل ہوئے۔ اچانک ایک جو تا ان کے پیر میں آگیا۔ وہ ایک دم بیچ اٹھے۔

”فصل یہ جو تاخر یہ لو۔۔۔ یہ بالکل ٹھیک ہے“
 نوکرت نے جواب دیا۔
 ”سہ کار آپ نے تو ایسا پیر جوتے کے ڈبہ میں رکھا
 ہے۔“

محمد خالد عمران، بھولپور

21

آج کا انسان معاشی اور ذہنی پریشانیوں کا شکار ہے۔ کچھ دیر کے لیے وہ تفریح اور دلچسپی کی طرف راغب ہونا چاہتا ہے مہتمم۔ یہی کہانی اس کا بہترین اور محبوب ہے۔ جو اس کے دل اور دماغ کو فرحت عطا کرتا

ہے۔ اس میں وہ سب کچھ ہے جس کا وہ محتاجی ہے۔

واحد گینوی کراچی

ایک صاحب نے کسی بھکاری سے کہا۔
 "تمہیں بھیک مانگتے شرم نہیں آتی؟ چلو میرے
 گھر کام کرنا میں تمہیں روزانہ پانچ روپے دوں گا۔"
 بھکاری نے کہا۔

"صرف پانچ روپے۔ آپ میرے ساتھ یہاں بیٹھے ہیں آپ کو روانہ دس روپے دیں گے۔"

محمد ساجد عظیم الفیصل آباد

روشن کلمات

جن پر عمل پیرا ہوا کر اپنی زندگی کو کامیاب بنا سکتے ہیں

ہم..... اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہ جھکیں اور نہ اس کے سوا کسی سے ڈریں۔ اسی پر بھروسہ رکھیں اسی سے خیر کے طلب گزار ہیں اسی کی مدد کریں اور ہر حال میں اسی کا شکر بجالاتے رہیں یعنی ہر حال میں شکر سے بچیں اور حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی مانیں۔

ہم..... زندہ قوموں کے لوگوں کی پہچان یہی ہے کہ وہ با اصول ہوتی ہیں ہمیشہ کھری بات کریں ایسی بات زبان سے نہ نکالیں جسے پوری نہ کر سکیں۔

ہم..... سب انسان برابر ہیں مگر چہ ان کے کام مختلف ہیں اس لئے ہر انسان کی عزت کریں اس کے ساتھ خوش اخلاقی، مسکراہٹ، ہمدردی اور خلوص سے پیش آئیں نیکی کرنے کے لئے موقع کی تلاش میں رہیں ہر انسان سے اس کی سوچ اور صلاحیت کے مطابق بات کریں اور دوسروں کی عزت نفس کا خیال رکھیں۔

ہم..... دو سروں کی بھائی کے جو کام آپ کے اختیار میں ہوں وہ انسان کے طور پر کر دیا کریں لیکن بدلہ میں شکریہ کی توقع نہ رکھیں اور نہ ہی جتا کریں۔

ہم..... حق کی راہ میں مشکلات سے کبھی نہ گھبرا میں ہمیشہ حق کی بات کریں۔

ہم..... دوسروں کے جذبات کی نہ صرف قدر کریں بلکہ ان سے دوستی اور خیر خواہی میں پہل کریں اور دوسروں کے قصور و عاف کر دیا کریں برائی کا جواب بھائی سے دینا ہر معاملہ میں دیانت داری سے کام لیں اور کسی بھی کسی کو دھوکہ نہ دیں آپ کی خوشیاں اور نعم ان کا تعلق آپ کے خیالات سے ہے ان کو پاکیزہ رکھیں۔

ہم..... والدین کی خدمت دنیا و آخرت کی غلامی کا زیور ہے اس کو اپنا میں اور ان کے ساتھ نافرمانی اور سرکشی سے پرہیز کریں۔

ہم..... جہاں تک ممکن ہو لوگوں کے دکھ درد میں کام آئیں خدمت خلق دنیا کی سب سے بڑی نیکی ہے جو روحانی خوشی کا باعث ہوتی ہے اس میں کوتاہی نہ کریں نیک کام کرنے والوں کی توجہ حاصل کرتے رہیں۔

ہم..... دوسروں کے عیبوں اور کمزوریوں کی توجہ میں نہ رہیں بلکہ ان کی پرہیزگاری کریں دوسروں کے راز کبھی افشا نہ کریں اور نہ ہی ان سے ناجائز فائدہ اٹھائیں جہاں تک وہ سکے بدلانی سے بچیں اور کسی کا مذاق بھی نہ اڑائیں۔

ہم..... صلح پسند رہیں کہیں پر آپس میں کشیدگی نہ بکھڑائی کہیں تو دوستی یا صلح کرادیا کریں نہ کسی سے بغض رکھیں اور نہ کسی سے طعن کے ساتھ پیش آئیں۔ اور دوسروں کے ساتھ رشک، حسد سے اپنے کو محفوظ رکھیں۔

ہم..... کبھی بھی اپنے ضمیر کے خلاف بات نہ کریں اپنے ذاتی مفاد پر قوی مفاد کو ہمیشہ ترجیح دیں۔ خواہشات اور تہذیب میں محدود اور ضروریات کم رکھیں اور اپنی ذات کا محاسبہ اور اصلاح کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

ہم..... غصہ، جذبہ شیطانی ہے اس پر قابو رکھیں اور صبر سے کام لیں انتقام لینے سے پرہیز کریں بہتر یہ ہے کہ عاف کر دیں نہ کسی کا برا چاہیں اور نہ کسی کو جہنم کیس اپنے اندر دوسروں کے لئے ایثار اور قربانی کا جذبہ پیدا کریں اپنے آپ کو گمراہ ہونے سے محفوظ رکھیں۔

ہم..... ہمیشہ دوسروں کے لئے دینی پسند کریں جو خود آپ اپنے لئے چاہتے ہوں کبھی کسی کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھائیں برے لوگوں کی صحبت سے بچیں فضول اور بے جا بحث مباحث میں نہ پڑیں۔

ہم..... اگر آپ نہیں برائی دیکھتے ہیں اور طاقت یا زبان سے نہیں روک سکتے تو کم از کم دل میں ضرور برا سمجھیں اور کوئی نیک کام ایچ، شہرت یا ذاتی عزت کے لئے نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کریں۔

ہم..... ہم میں سے ہر ایک کا اولین فرض ہے کہ وہ اپنی صحت کی حفاظت اور ذاتی کردار کی بلندی کا خیال رکھیں اور کبھی بھی کسی کی توجہ کا باعث نہ بنیں اگر حقیقی کامیابی

چاہتے ہیں تو نگاہِ محنت کریں۔

☆..... کسی کی ہمت سے بڑھ کر اس سے کام نہ لیں اور مزدور کا پیٹہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری ادا کریں یا درگھس رزقِ حلال میں عبادت ہے کاروبار میں امانت اور دیانت کا پہلو اختیار کریں۔

☆..... اپنے ملازمین کی تنخواہوں اور سہولتوں میں بغیر تقاضے کے اضافہ کریں اور کسی کا حق بغیر اس کے مانگے اس کو دیں۔

☆..... زندگی میں اگر اہم مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وقت کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کریں۔ وقت کے پابند رہیں نہ کسی کا انتظار کریں اور نہ کسی کو انتظار کی زحمت دیں۔ زندگی مختصر ہے اور کام کرتے ہوئے بے ہمت بہت کم ہے حسن اخلاق زندگی دین کو لین پر ترجیح میں پوشیدہ ہے۔

☆..... کسی کی شرافت یا قابلیت معلوم کرنی ہو تو اس کے لباس سے نہیں بلکہ اس کی اتھوٹی کردار اور عمل سے معلوم کریں۔

☆..... سین بشارت۔ لاہور

لطیفہ

انگل۔ "عمران بٹا آج کیا تاریخ ہے؟"

عمران۔ "آپ مجھے کل کی تاریخ بتادیں۔ تو میں آپ کو آج کی تاریخ بتا دوں گا۔"

سید ظفر حیدر آباد

میوزک چینل

سب روزگاری۔۔۔ زندگی جا پہنچو رُود۔ چچا میرا آخر میں انسان ہوں پتھر تو نہیں۔

گھر ملو آخر بات۔۔۔ لائے سکے ہم گھر کا۔ اقیقت ہی کچھ ایسی تھی۔

بکلی قابل۔۔۔ اہل کھراتاب آنکھ بھرتی ہے تپ دیکھو تہ جان اکل جاتی ہے۔

طالب علم۔۔۔ آج کل لگتا نہیں دل آج کل ملازمت۔۔۔ مجھے نوٹ لکھ میرا موز بے

محبوب۔۔۔ کل اوکون سی تیرے نال

بیوی۔۔۔ آئی ہو میری زندگی میں تم بخار بن کے

غریب لوگ۔۔۔ امیروں کی شام غریبوں کے نام

جاگیردار سیاستدان۔۔۔ پاکستان ہمارا ہے کیا ہو اور غریبوں کا حق ہمارا ہے۔

فامیس۔۔۔ اہاں دیکھ تیرا منہ ابکڑا جائے۔

☆ محمد امیر ساغر گاؤں دھوری تحصیل بھلوان

دوست کیا ہے

دوستی اک نازک پھول ہے اگر اس کی احتیاط نہ کی جائے تو یہ نازک سارشت پل بھر میں ٹوٹ جاتا ہے۔ دوستی وہ پھول ہے جس کی ملک مالک قائم رہتی ہے۔ دوستی ایک ایسا جذبہ ہے جو دو دلوں کے درمیان پرورش پاتا ہے غم کے بارلوں کو شکست دیتے اور آنسوؤں کو روکنے کے لئے صرف سچی دوستی کی ضرورت ہوتی ہے اور خلوص کی آڑ میں دوسروں کو دھوکہ دینے والے افراد کو بد اخلاق بد کردار لوگوں کے گروہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ جو دوستی جیسی عظیم چیز کو داغ دار کرتے ہیں۔ یاد رکھو دوست بنانے سے پہلے اپنے دل میں ایک ایسا قبرستان تیار کرو جس میں تم ساری برائیاں دفن کر سکو۔

☆ آسیہ اشرف منہاس لاہور

لطیفہ

مریض کا بھتیجا کوثر: "ڈاکٹر صاحب! آپ کے علاج سے جو مجھے فائدہ ہوا ہے اس کے لئے شکریہ قبول فرمائیں۔"

ڈاکٹر واجد: "لیکن آپ تو کبھی میرے زیر علاج نہیں رہے؟"

کوثر: "یہ سچ ہے لیکن میرے چچا مرحوم آپ کے زیر علاج تھے اب میں ان کی جائیداد کا اکیلا وارث ہوں۔"

واجد گینوی کراچی

قارئین سچی کہانی کے لیے ایک۔ چینی سلسلہ

﴿سچی کہانی کوئیز﴾

☆ کوپن برائے ماہ جون 2014ء ☆

تین آسان سوالوں کے جوابات دے کر ماہنامہ سچی کہانی لاہور کی طرف سے 1000 روپے کا انعام حاصل کریں۔ پوچھے گئے سوالات کے جوابات اس ماہ کے کوپن پر لکھ کر اپنے شناختی کارڈ کی فونو کاپی اور اس کے ہمراہ 10 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ ایک سے زائد درست جوابات موصول ہونے کی صورت میں قرعہ اندازی کی جائے گی۔ جتنی زیادہ انٹریز اتنے ہی زیادہ انعام جیتنے کے مواقع کئنگ یا اوور رائٹنگ فونو کاپی قابل قبول نہ ہوگی۔ کوپن ہمیں بر ماہ کی 7 تاریخ تک موصول ہو جانا چاہیے۔

1۔ سوال..... حضرت داتا گنج بخشؒ کا اصل نام بتائیں.....؟

جواب

2۔ سوال..... مسجد مہابت خان کس شہر میں واقع ہے.....؟

جواب

3۔ سوال..... صحرائے اعظم کس براعظم میں واقع ہے.....؟

جواب

نام و پتہ

موبائل نمبر

”بندر سری بنگال“ ہے۔

اس ماہ کے دُر ہیں ”محمد شاہ صاحب“

فیصل آباد سے آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔

(ادارہ سچی کہانی لاہور)

☆☆

ماہ مئی 2014ء کے درست جوابات

(1) جنگ جہوک 9 ہجری میں لڑی گئی۔ (2)

حضرت خالد بن ولیدؓ کے بعد مسلمانوں کے سپہ سالار

حضرت ابو عبیدہ بن جراح مقرر ہوئے۔ (3)

اسلامی ملک پروٹائی کے دارالحکومت کا نام

سیر..... سچی کہانی کوئیز۔ 29 حبیب بینک بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور

موبائل نمبر 0314-4008530